محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بارے میں

بائبل کی چند پیشین گوئیاں

www.KitaboSunnat.com

عبدالستار غوری

المورد
ادارۂ علم و تحقیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بائبل کی چند پیشین گوئیاں

عبدالستار غوری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بارے میں

بائبل کی چند پیشین گوئیاں

عبدالستار غوری

المورد
ادارہ علم و تحقیق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بائبل کی چند پیشین گوئیاں

مصنف: عبدالستار غوری

ناشر: المورد

طابع: شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

سرورق: سجاد خالد

طبع اول: مارچ ۲۰۱۰ء

تعداد: ۶۰۰

قیمت: ۲۴۰ روپے

ISBN: 978-969-8799-77-9

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب خانہ دار العلوم الاسلامیہ

فہرست

باب اول	حضرت سلیمان علیہ السلام کا محمدیم	1
باب دوم	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی	27
باب سوم	فاران سے ظہور قدسی	59
باب چہارم	محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک واضح، غیر مبہم اور دو ٹوک پیشین گوئی	91
باب پنجم	حضرت یعقوب علیہ السلام کا شیلوہ	117
باب ششم	زبورِ حضرت داؤد علیہ السلام باب ۴۵: 'ابدی ممدوح الامم'	135

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Foreword

Interestingly, my first encounter with Mr. Abdus Sattar Ghauri was at one of his introductory presentations of his book "*Muhammad (pbAh) Foretold in the Bible by Name*". I was not only greatly enchanted by the idea of the book, but also by the personality of the author. My enchantment with the author and his works has only grown over time.

Mr. Ghauri's works have greatly interested people in the academic circles all over the world. His articles and essays can safely be categorized as the most popular on our website www.understanding-islam.com. "*Muhammad (pbAh) Foretold in the Bible by Name*" was one of the most awaited prizes for many of my audiences around the world - not only Muslims, but almost from all other faiths.

I congratulate Mr. Ghauri on the completion of one of his most cherished projects. I pray that the Almighty grant it the acceptance and recognition that it deserves and the author may be infinitely rewarded for all the time and energy that he has invested in its preparation.

Lahore — Moiz Amjad

February, 15, 2010

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

دل چسپ بات ہے کہ جناب عبدالستار غوری سے میرا سب سے پہلے اس وقت آمنا سامنا ہوا جب وہ اپنی کتاب "Muhammad (pbAh) Foretold in the Bible by Name" کا تعارف پیش کر رہے تھے۔ نہ صرف یہ کہ میں کتاب کے لیے اس موضوع کے انتخاب سے نہایت محظوظ ہوا، بلکہ مصنف کی شخصیت بھی میرے لیے مسحور کن تھی۔ مرور ایام کے ساتھ ساتھ مصنف اور اس کی تحریروں سے میرے لگاؤ میں اضافہ ہی ہوا ہے۔

غوری صاحب کی تحریروں کے ساتھ پوری دنیا کے علمی حلقوں نے انتہائی دل چسپی کا اظہار کیا ہے۔ آپ کے مضامین و مقالات کو بلا تامل ہماری ویب سائٹ "www.understanding-islam.com" کی سب سے زیادہ مقبول اور پسندیدہ تحریریں قرار دیا جاتا ہے۔ "Muhammad (pbAh) Foretold in the Bible by Name" کا میرے بیش تر نہ صرف مسلم، بلکہ دیگر تمام مذاہب کے قارئین کو بھی انتہائی بے تابی سے انتظار تھا۔

غوری صاحب کی یہ تصنیف نہ صرف حسن کلام اور تاثیر بیان کا ایک دلکش نمونہ ہے، بلکہ اس کے ساتھ بہت سی توقعات بھی وابستہ ہیں۔ میں اس کی تکمیل پر غوری صاحب کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کو اس پذیرائی اور قدر شناسی سے نوازے جس کی یہ مستحق ہے اور مصنف نے اس کی تیاری کے سلسلے میں جو محنت وتوانائی اور وقت صرف کیا ہے، اس کے لیے اسے دنیا اور آخرت کے ابدی انعامات سے فیض یاب فرمائے۔

معز امجد

لاہور

۱۵رفروری ۲۰۱۰ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نذرانۂ عقیدت ومحبت

محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے اِس علمی وتحقیقی نذرانۂ عقیدت کو اپنے اِن تین مُحسِنوں کے نام منسوب کرتا ہوں:

جناب نواب نیر اقبال، پروپرائیٹر، ایشین ڈیکوریٹرز

جنھوں نے دوسال سے زیادہ عرصے تک مجھے کرایے کے بغیر نہایت اچھی رہائش مہیا فرمائی، جس کی وجہ سے مجھے بہت سہولت ملی۔

جناب نعیم دُرّانی۔ ایم ڈی، نور دُرّانی اینڈ ایسوسی ایٹس

جنھوں نے لاہور میں چار پانچ مرلے مکان کے حصول میں مجھے مالی تعاون اور قرض کی سہولت مہیا فرمائی۔

جناب کرنل عابد حسین عابد

جنھوں نے میری کرائے کے مکانوں میں دربدری کے درد واذیت کو محسوس فرما کر مکان کے حصول کے سلسلے میں اپنے اثر ورسوخ سے بھی میری مدد فرمائی اور اِس کی قیمت کی ادائیگی کے سلسلے میں بھی حسبِ توفیق تعاون فراہم کیا۔

اِس طرح میری یہ علمی کاوش اَرکانِ اَربعہ کی مشترکہ کوشش کا نتیجہ ہے۔ میری اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ اپنے پیارے رسول کی خدمت کے سلسلے میں ہماری یہ عاجزانہ کاوش قبول فرمائے اور ہم چاروں کو اِس کے اجر وثواب میں برابر کا شریک فرمائے، آمین۔

میرے ایک بزرگ اُستاد نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کا اَجر اپنے ذِمّے اُدھار نہیں رکھتا۔ جس نے اُس کے رسول محمد ﷺ کی کوئی خدمت کی ہو: وہ اُسے دُنیا میں بھی نوازتا ہے اور آخرت میں بھی۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے واقعی نوازا ہے؛ میرے اِن تینوں مُحسِنوں کو بھی نواز دے، آمین۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

قرآن کریم میں متعدد مواقع پر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بائبل کی کتابوں میں پیشین گوئیاں موجود ہیں، جن کی روشنی میں اہل کتاب آپؐ کو اس طرح پہچان سکتے ہیں، جس طرح وہ اپنے بیٹے بیٹیوں کو پہچان لیتے ہیں۔ اس کتاب میں ایسی صرف چھ پیشین گوئیوں پر اختصار سے گفتگو کی گئی ہے۔ بائبل کی مختلف کتابوں میں ایسی بہت سی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ مہلت ملی تو ان شاء اللہ اس کتاب میں بیان کی گئی پیشین گوئیوں پر بھی تفصیلی گفتگو کی جائے گی اور دیگر پیشین گوئیوں پر بھی گذارشات پیش کی جاتی رہیں گی۔

موجود کتاب میں پانچ پیشین گوئیاں تو بائبل کے 'عہد نامہ قدیم'، سے لی گئی ہیں اور ایک پیشین گوئی 'صعودِ موسیٰ' (*Assumption of Moses*) نامی ایک کتاب سے نقل کی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلی پیشین گوئی دراصل ہماری انگریزی کتاب (*Muhammad Foretold in the Bible by Name*) کا اردو خلاصہ ہے۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی 'غزل الغزلات' سے لی گئی ہے۔ اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کا بڑی عزت و محبت سے ذکر فرمایا ہے اور آپؐ کے شمائل بیان کیے ہیں۔ نہایت محبت و احترام کے ساتھ آپؐ کے اوصاف اور سراپا بیان کر کے آخر میں آپؐ کا نام محمد ﷺ بھی ذکر فرمایا ہے۔ پیشین گوئی کا آغاز محمد رسول اللہ ﷺ کے حسنِ بے مثال اور سرخ و سفید خدوخال سے کیا گیا ہے۔ اس کے فوراً بعد دس ہزار صحابۂ کرامؓ کے سپہ سالار کی حیثیت سے آپؐ کے فتحِ مکہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد آپؐ کی زلفوں، آپؐ کی آنکھوں، آپؐ کے رخسار مبارک، آپؐ کے ہونٹوں، آپؐ کے ہاتھوں، آپؐ کے شکمِ مبارک، آپؐ کی ٹانگوں، آپؐ کے چہرے مہرے اور قد و قامت اور آپؐ کے دہن مبارک کے اوصاف کا ذکر ہے۔ آخر میں نہایت احترام و محبت سے آپؐ کا نام محمد ﷺ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی بیان فرما دیا گیا ہے کہ آپؐ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک عرب کے باشندے ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے برادر بزرگ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لختِ جگر یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

دوسرے باب میں تورات کی اس معرکہ آرا پیشین گوئی کی وضاحت کی گئی ہے جس میں آپؐ کو 'مثیلِ موسیٰ' یا 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی' قرار دیا گیا ہے۔ یہ ایک واضح، غیر مبہم جامع اور بے مثال پیشین گوئی ہے۔ اس میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیلؑ میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند 'ایک نبی' مبعوث فرمائے گا اور اپنا کلام اس کے منہ پر جاری فرمائے گا اور 'جو کوئی میری ان باتوں کو، جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سُنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا'۔ اس پیشین گوئی میں (۱) 'بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے'، (۲) 'موسیٰ علیہ السلام کی مانند' اور (۳) 'ایک نبی'؛ تین بڑے اہم اوصاف ہیں۔ آلِ ابراہیمؑ کی دو اہم شاخیں بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل ہیں۔ بنی اسرائیل میں سے متعدد انبیا مبعوث ہوئے، جن میں سے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ ان تمام میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام واحد نبی اور رسول ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے شریعت عطا فرمائی۔ ان کے بعد آنے والے تمام انبیاے بنی اسرائیل اسی شریعت یعنی تورات کے تابع تھے۔ آلِ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ یعنی بنی اسماعیلؑ میں سے صرف ایک نبی، یعنی محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دوسری شریعت عطا فرمائی۔ اس طرح آپؐ بنی اسماعیلؑ میں سے واحد نبی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند آپؐ کو شریعت بھی عطا ہوئی۔ اس لحاظ سے آپؐ پر 'مثیلِ موسیٰ' کا لقب پوری طرح صادق آتا ہے اور آپؐ پر بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیلؑ میں سے موسیٰ علیہ السلام کی مانند 'ایک نبی' کے اوصاف کا بھی کامل اِطلاق ہوتا ہے۔

تیسرے باب میں تورات کی کتاب استثنا کے باب ۳۳ کی ابتدائی آیات میں مذکور 'فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہونے والے' کا ذکر ہے۔ کتاب استثنا کے اس باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بسترِ مرگ سے بنی اسرائیل کے قبائل کو دعا بھی دی ہے اور مستقبل کے لیے لائحہ عمل بھی، لیکن ابتدا میں اپنے بعد آنے والی دو نبوتوں کی پیشین گوئی بھی فرما دی۔ ان میں سے پہلی تو سلسلہ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوہِ شعیر سے نمودار ہونے سے متعلق ہے اور دوسری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مکے کے پہاڑ یعنی 'کوہ فاران' سے جلوہ گر ہونے والے محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے۔ اس پیشین گوئی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بات قدرے وضاحت سے بیان فرمائی ہے کہ 'کوہ فاران' سے جلوہ گر ہونے والا نبی 'دس ہزار قدسیوں' (پاکباز صحابہؓ) کے ساتھ اپنے ہیکل پر اچانک نمودار ہوگا۔ دس ہزار چولھوں کی روشنی سے فاران کے پہاڑ جگ مگ جگ مگ کر اٹھیں گے اور اس کے داہنے ہاتھ میں ان کے لیے ایک شریعت بیضا (آتشی شریعت) ہوگی۔ اس پیشین گوئی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے اوصاف بھی بیان فرما دیے ہیں۔

چوتھے باب میں ایک نہایت عجیب مگر واضح، غیر مبہم اور دوٹوک پیشین گوئی پر گفتگو کی گئی ہے۔ یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے (۷ء-۲۹ء کے درمیان کسی وقت) ضبط تحریر میں آنے والی ایک کتاب 'صعودِ موسیٰ' (*Assumption of Moses*) میں مذکور ہے۔ پیشین گوئی کی تاریخ کی یہ ایک بے مثال بشارت ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد رونما ہونے والے بعض اہم واقعات کا ذکر فرمایا ہے۔ انھیں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیانی عرصے میں رونما ہونے والا ایک اہم واقعہ اصحابِ کہف سے متعلق ہے۔ لیکن اس تمام کتاب کا سب سے اہم حصہ وہ ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایک دوٹوک پیشین گوئی فرمائی ہے۔ یہ کتاب ان امالی پر مشتمل ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وقت میں اپنے شاگرد اور خلیفہ یوشع بن نون کو لکھوائے تھے۔ ان میں حیرت انگیز طور پر اپنی وفات اور آخری زمانے میں آنے والے نبی کی درمیانی مدت کا ٹھیک ٹھیک تعین فرما دیا کہ میرے مرنے اور اس کے تشریف لانے کے درمیان ۱۷۵۰ سال کا وقفہ ہوگا۔ اس باب میں تاریخ بنی اسرائیل اور تاریخ عالم کے اہم حوالوں سے ٹھیک ٹھیک اس تاریخ کا تعین کیا گیا۔ واضح رہے کہ آج تک کسی مسلم عالم نے اسے موضوع تحقیق نہیں بنایا۔ ہماری اس کتاب میں پہلی دفعہ یہ پیشین گوئی مَنصّۂ شہود پر آئی ہے۔ مصنف کی انگریزی کتاب '*Muhammad Foretold in the Bible by Name*' میں اس بارے میں شائع شدہ ایک مفصل ضمیمے کے علاوہ اس موضوع پر کبھی مستقلاً کچھ نہیں لکھا گیا۔

پانچویں باب میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بشارت کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ آنحضرت علیہ السلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اپنی وفات سے عین پہلے کی ایک دعا، ایک وصیت اور پیشین گوئی ہے۔ اس میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے قبائل کی آنے والی تاریخ کی جھلکیاں بیان فرمائی ہیں۔ اس میں یہ بھی واضح فرمادیا گیا کہ یہود سے سلطنت کا عصا اور شریعت دینے والے کا ضابطۂ قانون موقوف نہ ہوگا جب تک کہ 'شیلوہ' نہ آجائے۔ اس میں یہودی اور مسیحی علما و مفسرین اور تاریخ نویسوں کے حوالے سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہاں محمد رسول اللہ ﷺ کا واضح ذکر اور آپؐ کے متعلق ناقابلِ تردید بشارت بیان کی گئی ہے۔ اس موضوع پر بھی اتنی وضاحت اور ایسے دلائل کے ساتھ اس سے پہلے کوئی تحریر موجود نہیں۔

چھٹا اور آخری باب حضرت داؤد علیہ السلام کی 'زبور' کے پینتالیسویں 'مزمور' پر مبنی ہے۔ اس میں آپؑ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بنی آدم میں سب سے حسین قرار دیا ہے۔ آپؐ کے کلام کی شیرینی اور فصاحت و بلاغت کا ذکر ہے۔ آپؐ کو ہمیشہ کے لیے مبارک بتایا ہے۔ آپؐ کی زبردست قوت اور جہاد و فتوحات کا ذکر ہے۔ سچائی، حلم اور صداقت کو آپؐ کی اقبال مندی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ آپؐ کے ہاتھوں سے عظیم الشان معجزات کے صدور کا ذکر ہے۔ فرمایا ہے کہ امتیں تیرے سامنے زیر ہوں گی، تیرا تخت ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تیرا ہر لباس خوشبوؤں سے مہک رہا ہوتا ہے۔ تیری معزز خواتین میں شہزادیاں ہیں اور آخر میں فرمایا: میں نسل در نسل تیرے نام کی یاد کو قائم رکھوں گا۔ اس لیے امتیں ابدالآباد تیری شکرگزاری ('کنگ جیمز ورشن' کے مطابق Praise یعنی حمد) کریں گی۔ چھٹے باب میں واضح دلائل و براہین سے اس پیشین گوئی پر تحقیقی گفتگو کی گئی ہے۔

کتاب کا مقصد ایک تو یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر شعوری ایمان مضبوط ہو اور آپؐ کی نبوت کی ایک محکم دلیل سے آشنائی ہو۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ تحقیق کے طلبہ میں بائبل پر تحقیق و مطالعہ کا ذوق پروان چڑھے۔ اب تک ہمارے علما نے اس کی طرف بہت کم اعتنا فرمایا ہے، حالانکہ یہ ہر دور کے مسلمانوں کی ایک اہم ضرورت رہی ہے۔ ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبہ میں اسے اپنا موضوعِ تحقیق بنانے اور اس پر دل جمعی سے کام کرنے کا میلان فروغ پائے۔ اس کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ اربابِ علم و تحقیق کو ایسے موضوعات پر کام کرنے کے لیے ایک نمونہ اور اسلوب مہیا کر دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ یقین ہے کہ اس کے مطالعے سے طلبہ کے لیے علم و تحقیق کا اب تک فراموش کردہ لیکن نہایت اہم میدان کھلے گا اور اس میدان میں کام کرنے کا جذبہ بیدار ہوگا، اِن شاء اللہ۔

اس کتاب کے باب دوم اور چہارم میری انگریزی کتاب 'Muhammad Foretold in the Bible by Name' سے لے کر ترجمہ کیے گئے ہیں۔ تحقیق کے طلبہ ان کا تقابلی مطالعہ کر کے معیاری ترجمے کے اوصاف سے بھی کسی قدر آگاہی حاصل کر سکیں گے۔ ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا مطالعہ اردو زبان کے املا و انشا اور قواعد اور درست، مدلل، حسین اور پر تاثیر تالیف کے سلسلے میں ان شاء اللہ معاون ثابت ہوگا۔ کتاب کو اغلاط سے پاک رکھنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ لیکن بہر حال یہ ایک انسانی کاوش ہے۔ ہر طرح کی اغلاط کی نشان دہی پر مصنف تہ دل سے شکر گزار ہوگا۔

اقتباسات اور ان کے تراجم میں اصل عبارات میں تبدیلی سے گریز کیا گیا ہے اور انھیں صحیح یا غلط ہر حالت میں جوں کا توں درج کر دیا گیا ہے۔ مصنف کو اگر اقتباس کے اندر کچھ کہنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اسے مربعی خطوط وحدانی [square brackets] میں درج کیا گیا ہے۔ اگر اقتباس سے کوئی مختصر عبارت حذف کی گئی ہے تو وہاں قوسین میں تین نقطے درج کر دیے گئے ہیں اور قدرے طویل عبارت حذف کیے جانے کی صورت میں قوسین میں چار نقاط درج کیے گئے ہیں۔ کتابوں کے نام 'واوین' میں لکھے گئے ہیں۔ تالیف کے سلسلے میں بنیادی طور پر 'شکاگو مینوئل' کو پیش نظر رکھا گیا ہے، تاہم قاری کی سہولت کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مورخہ ۲۰ جنوری ۲۰۱۰ء

خاکسار

عبدالستار غوری

فیلو، المورد ۵۱-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

0331 5205020; 0345 5205020

email <asghawri@hotmail.com> and <asghawri@gmail.com>

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اول

حضرت سلیمان علیہ السلام کا محمدیم ﷺ

بائبل کوئی ایک کتاب نہیں، بلکہ متعدد کتب کا مجموعہ ہے۔ یہودیوں کی بائبل کو 'عہد نامۂ قدیم' کہتے ہیں۔ اس کی پہلی پانچ کتابوں کا مجموعہ 'تورات' کہلاتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس 'عہد نامۂ قدیم' میں کل اُنتالیس کتابیں ہیں، جن کی ترتیب و تقسیم مسیحیوں کی بائبل سے کچھ مختلف ہے۔ پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی بائبل کل چھیاسٹھ کتب پر مشتمل ہے۔ ان میں سے اُنتالیس 'عہد نامۂ قدیم' میں شامل ہیں اور ستائیس 'عہد نامۂ جدید' میں۔ 'عہد نامۂ جدید' میں پہلی چار کتابیں، چار اناجیل ہیں۔ جن کے بعد 'کتابِ اعمال' ہے۔ اس کے بعد مختلف 'خطوط' ہیں اور آخری کتاب 'مکاشفہ' ہے۔ کیتھولک بائبل میں چھیاسٹھ کتب کے علاوہ بعض دیگر ضعیف درجے کی کتابیں بھی شامل ہیں، جنھیں 'اپوکرائفا' (Apocrypha) کہا جاتا ہے۔ بائبل کا پہلا حصہ، جو 'عہد نامۂ قدیم' کہلاتا ہے، اس کی اصل زبان اکثر وبیشتر عبرانی تھی، لیکن اس میں کچھ چیزیں آرامی زبان میں بھی درج ہیں۔ یہ حصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے انبیا کی کتابوں پر مشتمل ہے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی 'تورات'، حضرت ایوب علیہ السلام کا صحیفہ، حضرت داؤد علیہ السلام کی 'زبور'، حضرت سلیمان علیہ السلام کی 'غزل الغزلات' اور 'امثال'، حضرت یسعیاہ علیہ السلام، حضرت یرمیاہ علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت حزقی ایل علیہ السلام وغیرہ کے صحائف۔ 'عہد نامۂ جدید' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کے حواریوں کی طرف منسوب کتابوں یا خطوط کا مجموعہ ہے۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ دین آرامی زبان میں کی تھی، لیکن 'عہد نامۂ جدید' کبھی بھی آرامی زبان میں نہیں لکھا گیا۔ اس کی ابتدا ہی یونانی ترجمے سے ہوئی ہے۔

بائبل میں متعدد انبیا نے اپنے بعد آنے والے واقعات اور انبیائے کرام کے متعلق پیشین گوئیاں بیان کی ہیں۔ قرآنِ کریم میں یہ بات زور دے کر کہی گئی ہے کہ بائبل کی کتابوں میں حضرت محمد ﷺ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق اتنی واضح پیشین گوئیاں درج ہیں جن کے سمجھنے میں کوئی معقول انسان مشکل محسوس نہیں کرتا، بلکہ وہ آپؐ کو اس طرح پہچان سکتا ہے جیسے وہ اپنے بیٹے بیٹیوں کو پہچانتا ہے۔

اگلی گفتگو میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک پیشین گوئی کا مختصر مطالعہ کیا جائے گا، جس میں نبی کریم ﷺ کا نام لے کر آپؐ کے متعلق پیشین گوئی کی گئی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبانی اس پیشین گوئی کے بیان کیے جانے اور آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی صورت میں اس کے پورے ہونے کے درمیان قریباً ڈیڑھ ہزار سال کا وقفہ ہے، لیکن اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ سے کم از کم ایک ہزار سال پہلے باقاعدہ ضبطِ تحریر میں آ چکی تھی اور اپنی اصل صورت میں موجود تھی۔ ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ یا آپؐ کے پیروکاروں میں سے کوئی شخص اسے آپؐ کی پیدائش سے بھی ایک ہزار سال پہلے بائبل میں کسی صورت میں بھی درج نہیں کر سکتا تھا۔ اگر یہ بات تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ پیشین گوئی واقعی موجود ہے، تو ایک طرف تو یہ بائبل کی صداقت کا ثبوت ہے اور دوسری طرف محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت بھی اس سے حتمی طور پر ثابت ہو جاتی ہے۔

آج کی گفتگو کے ابتدائی حصے میں اس پیشین گوئی پر بالاختصار روشنی ڈالی جائے گی۔ جو حضرات اس کے تفصیلی اور تحقیقی مطالعے کے شائق ہوں وہ راقم الحروف کی انگریزی کتاب '*Muhammad (pbAh) Foretold in the Bible by Name*' کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ مصنف کو یقین ہے کہ اس کتاب کے بے لاگ اور غیر متعصبانہ مطالعے سے ان شاء اللہ ہزاروں لوگوں کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان کی راہ کھلے گی۔ ہمارا دور روشن خیالی اور معروضی فکر کا دور ہے۔ اس کتاب کا غیر جانب دارانہ مطالعہ قاری کو دُرست نتیجے تک پہنچنے میں مدد فراہم کرے گا۔

بائبل میں محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں متعدد پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ یہ بات قریباً نایاب ہے کہ مستقبل میں آنے والے کسی نبی کے متعلق نام لے کر پیشین گوئی کی گئی ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حضرت سلیمان علیہ السلام کی کتاب 'غزل الغزلات' میں محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق بیان شدہ مندرجہ ذیل پیشین گوئی اس سلسلے کی غالباً واحد مثال ہے۔ اردو 'کتاب مقدس' میں یہ ان الفاظ میں درج ہے:

میرا محبوب سُرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ اس کا سر خالص سونا ہے۔ اس کی زُلفیں پیچ در پیچ اور کوّے سی کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں جو دودھ میں نہا کر لبِ دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں۔ اس کے رُخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی اُبھری ہوئی کیاریاں ہیں۔ اس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مُر ٹپکتا ہے۔ اس کے ہاتھ زبرجد سے مُرصّع سونے کے حلقے ہیں۔ اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہوں۔ اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں۔ وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے۔ اس کا منہ ازبس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب، یہ ہے میرا پیارا ('غزل الغزلات' ۵:۱۰ تا ۱۶)

اگرچہ اس بے مثال تحریر (غزل الغزلات) کی تصنیف کے متعلق مختلف آرا پیش کی جاتی ہیں، تاہم بعض مستند علما اسے حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ علمائے بائبل کی تحریروں کے معروضی مطالعے پر مبنی چند نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ بالعموم اس بات کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ بنیادی طور پر 'غزل الغزلات' کے مصنف حضرت سلیمان علیہ السلام ہی ہیں۔

۲۔ تاہم پوری کی پوری نظم ان کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔

۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ نظم دسویں صدی قبل مسیح کے وسط میں کسی وقت تحریر فرمائی تھی۔ لیکن اس کی آخری تدوین عہدِ جلاوطنیٔ بابل کے بعد کے دور میں غالباً تیسری چوتھی صدی قبل مسیح میں ہوئی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ بعض مُدوِّنین نے بڑی آزادی سے اس میں فحش مواد شامل کیا ہے۔

۵۔ اس کے فحش اور ناشائستہ مواد کی بنا پر بعض علما و مفسرین نے مناسب خیال کیا کہ نوجوانوں کے لیے اس کے مطالعے پر پابندی لگا دی جائے۔

۶۔ اس کی ساخت میں یکسانیت اور ہم آہنگی کا فقدان ہے اور اسے آزاد غزلوں کا ایک مجموعہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

آغاز ہی میں یہ بات بھی ذہن نشین ہو جانی چاہیے کہ بائبل کے بعض مسیحی مفسرین اس گیت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ایک پیشین گوئی قرار دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ غیر جانبدارانہ تحقیق سے اس کی قطعی طور پر کوئی تائید نہیں ہوتی۔

'غزل الغزلات' کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہونے کے دلائل و شواہد اور مسیحی مفسرین کے اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں ایک پیشین گوئی قرار دینے کے ثبوت کے سلسلے میں مستند اقتباسات کے مطالعے کے لیے راقم الحروف کی انگریزی کتاب *'Muhammad (pbAh) Foretold in the Bible by Name'* کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

'غزل الغزلات' کی اس عبارت کا پہلا جملہ ہے کہ 'میرا محبوب سُرخ و سفید ہے'۔ اصل عبرانی عبارت ہے 'دَودی صاح وادوم'۔ جملے کا پہلا لفظ 'دَود' ہے جو بہت اہم ہے۔ لغوی اعتبار سے 'محبوب' کے الفاظ غیر مبہم طور پر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور ان سے پیشین گوئی کرنے والے کی نیت کا صاف پتہ چل جاتا ہے۔ 'سٹرونگ کے بائبل کے عبرانی الفاظ کے لغت' میں اس کے مندرجہ ذیل معنی بیان ہوئے ہیں:

Lover, friend, beloved, esp. an uncle, father's brother.

محبت کرنے والا، دوست، محبوب، خصوصاً چچا یعنی باپ کا بھائی (اندراج ۱۷۳۰، ص ۳۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7 لفظ 'دود' کے یہ معنی بائبل کے بعض مفسرین کے اس پیشین گوئی کے حضرت مسیح علیہ السلام پر اطلاق کو بدیہی طور پر مسترد کر دیتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جدِ اعلیٰ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان (اسحاق علیہ السلام) کے بڑے بھائی تھے۔ اس طرح اس پیشین گوئی کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ممکن نہیں۔ بائبل کی رُو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہ تھا۔ آپؑ کنواری مریم سے معجزانہ طور پر بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ ان کا والد کی طرف سے تو کسی سے کوئی رشتہ بنتا ہی نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بھی حضرت اسحاق علیہ السلام ہی کی نسل سے ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے کسی بھائی کی نسل سے۔ اس لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی طرح بھی اس آیت کے لفظ 'محبوب' (دود) کا مصداق نہیں ہو سکتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جدِ اعلیٰ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اُن کے بھائی ہونے کے ناطے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بزرگ چچا ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اس طرح لفظ 'دود' کی رُو سے یہ لفظ محمد رسول اللہ ﷺ ہی سے متعلق ہے۔

اس کے بعد والی آیت میں محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی رنگت کا بیان ہے، جس کے لیے عبرانی میں 'صاخ وادوم' کے الفاظ ہیں۔ جس کا ترجمہ 'سرخ وسفید' کیا جاتا ہے۔ 'سٹرونگ کے بائبل کے عبرانی الفاظ کے لغت' کے لحاظ سے پہلے لفظ یعنی 'صاخ' کے اصل معنی 'صاف اور چمک دار' ہیں۔ 'پلپٹ کی تفسیر بائبل' میں یہ بھی لکھا ہے کہ 'اس سے مریضانہ سفیدی مُراد نہیں'۔ اگلے عبرانی لفظ 'ادوم' کے معنی گلابی اور سُرخ رنگت ہے۔ اس طرح سُرخ وسفید کے الفاظ کا مطلب صحت، سُرخی، توانائی، چمک اور حسن بنتا ہے۔ احادیث میں محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرے کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں، یہ اُن کی مُنہ بولتی اور کامل تصویر ہے۔

جابرؓ بن سمرہ فرماتے ہیں: 'ایک روشنی والی رات میں، مَیں آپؐ کی اور چاند کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میرے نزدیک آپؐ کا چہرہ چاند سے زیادہ خوب صورت تھا'۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت رُبَیِّعؓ بنت مُعَوِّذ فرماتی ہیں: 'اگر تم انھیں دیکھتے تو تمھیں یوں لگتا جیسے تم طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھ رہے ہو'۔ ظاہر ہے طلوع ہوتے وقت سورج سرخ وسفید ہی ہوتا ہے۔

حضرت اُمِ معبدؓ فرماتی ہیں: 'ظاهر الوضاءة ابلج الوجه (...) اجمل الناس و ابهاهم من بعيد و احسنه و احلاه من قريب یعنی پاکیزگی اور چمک میں نمایاں اور روشن وخوبصورت خدوخال، دُور سے دیکھو تو سب لوگوں میں سے شاندار اور روشن اور قریب سے دیکھو تو حسین وشیریں'۔

انسؓ بن مالک فرماتے ہیں: 'روشن اور گلابی رنگت، نہ بے جان سفیدی اور نہ مٹی کی طرح براؤن'۔

براءؓ بن عازب فرماتے ہیں: 'آپؐ کا چہرہ لوگوں میں سب سے حسین تھا'۔

کعبؓ بن مالک کا ارشاد ہے: 'خوش ہوتے تو آپؐ کا چہرہ یوں لگتا جیسے چاند کا ٹکڑا'۔

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے: 'میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سورج آپؐ کے چہرے میں رواں دواں ہو'۔

'ترمذی' میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: 'یوں لگتا تھا جیسے آپؐ کے رُخسار قندھاری انار ہیں'۔

'شمائلِ ترمذی' میں حضرت علیؓ آپؐ کے چہرے کے لیے 'مُشْرَب' کا لفظ استعمال فرماتے ہیں۔ 'لین کی لیکسیکن' (Lane's Lexicon) میں اس کے معنی ہیں: 'ایک ایسا شخص جس کے چہرے میں سُرخی غالب ہو'۔

مندرجہ بالا تمام گفتگو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ کے چہرے میں سُرخی، چمک، حُسن اور سفیدی کا حسین اِمتزاج تھا جو پیشین گوئی کے عبرانی الفاظ کی ہو بہو عکاسی کرتا ہے۔ دُوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف کا بیان اول تو بہت کم دستیاب ہے، تاہم جو کچھ محفوظ ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان الفاظ سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ میتھیو ہنری اپنی 'تفسیرِ بائبل' (۴:۸۵۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھتے ہیں کہ 'Nay, he had no form nor comeliness, Isa. Liii.' (نہ آپؐ کے خدوخال جاذبِ نظر تھے اور نہ آپؐ حسین ودل نشیں تھے)۔

پیشین گوئی کا اگلا جملہ ہے: 'وہ دس ہزار میں ممتاز ہے'۔ اصل عبرانی الفاظ کا تلفظ ہے: 'دجول مع ربوبہ' یعنی 'دس ہزار کی فوج کا سربراہ'۔ یہ الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ کی فتح مکہ کے علاوہ کسی چیز پر صادق نہیں آتے۔ اس کی تفصیل بھی ہماری کتاب 'Muhammad (pbAh) Foretold in the Bible by Name' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اگلی آیت کا پہلا جملہ ہے: 'اُس کا سر خالص سونا ہے'۔ میتھیو ہنری اپنی تفسیر میں لکھتا ہے 'مسیح کا سر اُن کی سب پر حاکمیت اور اپنے کلیسیا کے ارکان پر اُن کے مضبوط اثر ورسوخ کی دلالت کرتا ہے۔ مسیح کی حاکمیت حسین بھی ہے اور مضبوط بھی'۔ نیبوکدنضر (Nebuchadnezzer) کی بادشاہی کو بھی سونے کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے (دانیال ۲:۳۸)۔ جہاں تک حضرت مسیح علیہ السلام کا تعلق ہے آپؑ کو اپنی زندگی میں کبھی قوت واقتدار نصیب ہی نہیں ہوا، جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کی ریاست پر پوری طرح قوت واقتدار حاصل تھا، جو بعد میں پورے جزیرہ نمائے عرب پر حاوی ہو گیا۔ اور اس حیثیت میں آپؐ کے فیصلے اور احکام ہمیشہ بے لاگ اور بے عیب رہے۔ اس سے قاری خود اندازہ کرسکتا ہے کہ 'اُس کا سر خالص سونا ہے' کے الفاظ کس پر صادق آتے ہیں۔

آیت کے اگلے الفاظ ہیں: 'اُس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں'۔ یہاں زلفوں کے لیے جو 'پیچ در پیچ' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اُس کے لیے عبرانی میں 'تال تال' کا لفظ آیا ہے۔ 'سٹرونگ کی ڈکشنری' میں اس کے معنی ہیں 'ایک لٹکتی ہوئی شاخ'۔ جملے کا دوسرا حصہ ہے 'کوے سی کالی'۔ کالی کے لیے عبرانی میں 'سحر' کا لفظ آیا ہے۔ یہ وہی عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں 'پو پھٹنے سے پہلے کا وقت'۔ 'سٹرونگ کی ڈکشنری' میں اس کے معنی ہیں 'صبح سویرے روشنی پھیلنے سے پہلے کی تاریکی' یا 'صبح سویرے کسی کام کے لیے اُٹھنا'۔ اس حصے کا دوسرا اہم لفظ ہے 'کوا'۔ عبرانی میں اس کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'عرب یا عُراب' کالفظ آیا ہے اور اس کے معنیٰ 'عرب کا باشندہ' بھی ہیں اور ڈھنڈلایا کالا ہونا بھی۔ اس کے ایک معنیٰ 'کوا' بھی ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ عربی اور عبرانی دونوں سامی نسل کی زبانیں ہیں اور لغت وقواعد کے اعتبار سے یہ ایک دوسرے سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ عبرانی کے حروفِ ابجد کی تعداد ۲۲ ہے: 'ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت'۔ عربوں نے اپنی ضرورت کے تحت اس میں چھ آوازوں کا اضافہ کرلیا: 'ثخذ، ضظغ'۔ یہ چھ آوازیں عبرانی زبان میں موجود نہیں ہیں۔ اس طرح عبرانی میں عُراب کو بھی عُراب کہیں گے اور 'سٹرونگ کی عبرانی لغت' کے اندراج ۶۱۶۳ اور ۶۱۵۸ کے مطابق عُراب کے معنی عبرانی میں 'کوا' بھی ہو سکتے ہیں اور عرب کا باشندہ بھی'۔ بائبل کے مترجمین کو یہاں 'عرب کا باشندہ' لکھنا مناسب معلوم نہ ہوا تو اُنھوں نے اس کے معنیٰ 'کوا' لکھ دیے۔ حالانکہ پہلی ترجیح 'عرب' کو دی جانے چاہیے تھی۔

'پیچ در پیچ' کے لیے بائبل میں 'تال تال' کا عبرانی لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ایک لٹکتی جھولتی شاخ کے ہیں اور عام مشاہدہ یہ ہے کہ لمبی لٹکتی ہوئی شاخ آخر میں تھوڑا سا بل کھا کر اُوپر کی طرف اُٹھ آتی ہے۔ جیسے 'بوٹل برش یا وِلو' کی شاخیں (یہ درخت عام طور پر پانی یا سڑکوں کے کنارے پائے جاتے ہیں)۔ اس طرح بائبل کی عبارت 'اُس کی زُلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں' کا صحیح مطلب یہ ہے کہ 'اُس کی زُلفیں کالی ہیں، اُن میں ہلکا سا گھونگر ہے اور وہ مُلکِ عرب کا باشندہ ہے'۔ ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کسی طرح ممکن نہیں، کیونکہ اُن کی زُلفوں کے متعلق تو بائبل کی کتاب 'مکاشفہ' (۱۴:۱) میں صاف لکھا ہے کہ 'اُس کا سر اور بال سفید بلکہ برف کی مانند سفید تھے'۔

جہاں تک محمد رسول اللہ ﷺ کے بالوں کا تعلق ہے تو ان کے متعلق یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ وہ روشن اور سیاہ تھے۔ حضرت اُمِ معبدؓ فرماتی ہیں کہ 'چمک دار سیاہ بال'۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: 'آپؐ کی زُلفوں میں ہلکا سا گھونگر تھا'۔ قتادہؓ اور حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ 'آپؐ کے بال نہ تو زیادہ گھنگریالے تھے، نہ بالکل سیدھے اور سخت'۔ جس کا مطلب ہے کہ آپؐ کے بال لٹکے ہوئے تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آخر میں اُن میں ہلکا سا گھونگر تھا۔ براءؓ بن عازب کا بیان ہے کہ ’محمد رسول اللہ ﷺ کی زُلفیں کبھی کانوں تک ہوتی تھیں کبھی کندھوں تک لٹکی ہوتی تھیں‘۔ حضرت انسؓ بن مالک کے مطابق ’دُنیا سے رُخصت ہونے تک آپؐ کے سر اور ڈاڑھی دونوں میں بیس سے زیادہ بال سفید نہ تھے‘۔ حضرت جابرؓ بن سمرہ، محمد رسول اللہ ﷺ کے بڑھاپے کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ’جب آپؐ نے سر پر تیل لگایا ہوتا تھا، تو آپؐ کا کوئی بال سفید نظر نہیں آتا تھا‘۔ حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ ’آپؐ اکثر اپنے بالوں میں تیل لگائے اور ڈاڑھی میں کنگھی کیے رہتے تھے اور پگڑی کے نیچے ایک رومال رکھتے تھے، تاکہ سر کے بالوں کا تیل پگڑی پر نہ لگے‘۔

اس ساری گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس ارشاد کا کہ ’اُس کا سر خالص سونا ہے اور اُس کی زُلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں‘ کا محمد رسول اللہ ﷺ پر حرف بہ حرف اطلاق ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے کسی طرح بھی مصداق نہیں ہیں۔

آیت ۱۲ میں حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’اُس کی آنکھیں اُن کبوتروں کی مانند ہیں جو دُودھ میں نہا کر لبِ دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں‘۔ اُردو بائبل کا یہ ترجمہ درست نہیں، بلکہ ناقص ہے۔ ’کنگ جیمز ورشن‘ میں اس کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

> اس کی آنکھیں اُن فاختاؤں کی آنکھوں جیسی ہیں جو پانی کی ندیوں کے کنارے بیٹھی ہوں۔
> یہ دودھ میں دھلی ہوئی ہیں اور نہایت متناسب انداز میں [پیشانی کے جوف میں] رکھی ہوں۔
>
> 'His eyes are as the eyes of doves by the rivers of waters, washed with milk, and fitly set.'

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدوخال کا تفصیلی بیان نہ تو بائبل میں دستیاب ہے نہ کسی اور کتاب میں۔ اگر کہیں کچھ ناقص سی جھلکیاں موجود بھی ہیں تو اُن کا ’غزل الغزلات‘ کے اس بیان سے کوئی تعلق نہیں۔ مسیحی علما کھینچ تان کر کے ان صفات کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اطلاق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس سے بات بنتی نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت میں آپؐ کی آنکھوں کو 'کبوتر یا فاختہ کی آنکھوں' سے تشبیہ دی گئی ہے۔ 'سٹرونگ کی ڈکشنری' کے اندراج ۳۱۲۳ اور ۳۱۹۶ کے لحاظ سے اس کے معنی ہیں: 'مخمور، شراب اور شراب کا نشہ۔' 'عبرانی اور آرامی لغت' 'The Hebrew and Armaic Lexicon of the OT, L. Koehler & W. Baumgartner (Brill: Leiden, 2001)' (صفحہ ۴۰۹) کے مطابق اس کے ایک معنی ہیں: 'شراب = شراب کے نشے میں مخمور'۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ نشے کی حالت میں انسان کی آنکھوں میں سرخ ڈورے سے جھلکنے لگتے ہیں۔

'صحیح مسلم' میں حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ 'محمد رسول اللہ ﷺ 'اشکل العین' تھے۔' 'لین کی لیکسیکن' (Lane's Lexicon) میں اس کے معنی ہیں: 'جس کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخی کی جھلک ہو'۔ اُمِ معبدؓ نے آپؐ کی آنکھوں کے لیے 'اَحور' کا لفظ استعمال کیا ہے، جس کا مطلب ہے: 'آپؐ کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی ایک دوسرے سے ممتاز تھی'۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے لیے 'حواری' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، کیونکہ وہ کپڑوں کو دھو کر انھیں سفید کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ کی آنکھوں میں نمی کی چمک ہوتی تھی۔ آپؐ کی مخلوق کے لیے شفقت اور ذِکرِ الٰہی کا ذوق وشوق آپؐ کی آنکھوں میں نمی کا موجب تھا۔ آپؐ کی آنکھوں میں سفیدی، چمک، نمی اور سُرخ ڈورے نمایاں تھے اور یہ اوصاف عبارت کے پہلے حصے کے عبرانی الفاظ کی کامل عکاسی کرتے ہیں۔

جہاں تک آخری الفاظ (Fitly set) کا تعلق ہے تو اُن کے لیے عبرانی میں لفظ 'ملایت' درج ہے۔ 'سٹرونگ کے لغت' میں اندراج ۴۴۰۲، ۴۳۹۰ کے تحت اس کے معنی 'بھرا ہوا ہونا، آنکھوں کے خول میں نہایت خوبصورت نظر آنے والی بھری بھری آنکھیں' درج کیے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے پوری آیت کا مفہوم کچھ اس طرح بنتا ہے:

'حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس محبوب کی آنکھیں، چہرے اور پیشانی میں اتنے موزوں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب انداز میں جڑی ہوئی ہیں کہ وہ خوبصورت، بڑی بڑی، خوب بھری ہوئی، گداز، اُبھری ہوئی اور پُرکشش نظر آتی ہیں۔ اُس کی آنکھوں میں محبّت و مسرّت کا جوش ہے۔ اُس کی آنکھیں نیلی سی ہیں اور اُن میں سرخ ڈورے ہیں۔ اُس کی آنکھیں نہ صرف پاکیزہ، مہربان اور صاف ہیں، بلکہ اُن میں نمی کی چمک ہے جو احساسِ ہمدردی اور محبتِ الٰہی کی آئینہ دار ہے، نہ اندر کو دھنسی ہوئیں اور نہ باہر کو نکلی ہوئیں۔

حضرت پیر مہر علیؒ اپنی پنجابی نعت میں اس کی نہایت خوبصورت عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مُکھ چند بدر شاہ ثانی اے   متھے چمکدی لاٹ نورانی اے

کالی زلف تے اکھ مستانی اے   مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

اس گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ آیت محمد رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی مکمل اور سچی تصویر پیش کرتی ہے جس کی عکاسی حضرت سلیمان علیہ السلام نے محمد رسول اللہ ﷺ سے قریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے کر دی تھی۔

آیت ۱۳ میں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب کے رُخساروں اور ہونٹوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’اُس کے رُخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی اُبھری ہوئی کیاریاں ہیں۔ اُس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مُر ٹپکتا ہے۔‘

KJV کے الفاظ میں:

His cheeks are as a bed of spices, as sweet flowers: his lips like lilies, dropping sweet smelling myrrh.

رُخسار کے لیے عبرانی بائبل میں ’لحی‘ کا لفظ آیا ہے۔ ’سٹرونگ کے لغت‘ میں اندراج ۳۸۹۵ کے تحت اُس کے مادے کے معنی ہیں ’نرم ہونا‘ یا ’نرم و گداز ہونا‘۔ اس کے علاوہ ’نرم و گداز‘ اور ’رُخسار‘ کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ’عبرانی و آرامی لغت‘ میں اس کے معنی ’ٹھوڑی، جبڑے کی ہڈی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور رُخسار بتائے گئے ہیں، بلکہ اُس نے عربی کے حوالے سے اس کے معنی 'ڈاڑھی' بھی لکھے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'رُخسار' کے لیے جو اصل عبرانی لفظ استعمال کیا گیا ہے اُس کے معنی 'نرم و گداز رُخسار اور ڈاڑھی' ہیں۔

اگلا اہم لفظ 'بیڈ' (Bed) ہے جس کے لیے عبرانی بائبل میں 'عروجا' کا لفظ آیا ہے۔ 'سٹرونگ کے لغت' میں اندراج ۶۱۷۰ کے تحت اس کے معنی 'ڈھیر یا تختہ' ہیں۔ تیسرا اہم لفظ 'Spices' ہے، جس کے لیے عبرانی میں 'بسم' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسی لغت کے اندراج ۱۳۱۴ کے تحت اس کے معنی 'مصالحہ جات، بلسان کا پودا، خوشبو، شیریں خوشبو' ہیں۔ چوتھا اہم لفظ 'Sweet' ہے۔ اس کے لیے عبرانی میں 'مرقہ' کا لفظ آیا ہے۔ 'سٹرونگ کے لغت' میں اندراج ۴۸۴۰ اور ۵۴۴۳ کے تحت اس کے معنی 'خوشبودار جھاڑی، شیریں اور خوشبو' دیے گئے ہیں۔ اس طرح اس لفظ کے معنی ہوئے: 'عطر وغیرہ لگا کر خوشبو میں بسایا ہوا'۔ عبارت کا آخری اہم لفظ 'Flower' یا پھول ہے۔ عبرانی میں اس کے لیے 'مجدل' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی 'سٹرونگ کے لغت' میں اندراج ۴۰۲۶ کے تحت 'برج، اہرام، منشور کی طرح اُٹھتی ہوئی پھولوں کی کیاری' ہیں۔ لغوی تحقیق کے نتیجے میں عبارت کے اس حصے کا مطلب کچھ اس طرح بنتا ہے:

> اُس کے اُبھرے ہوئے پر گوشت اور نرم و ملائم رُخسار اور اُن پر گھنی ڈاڑھی یوں لگتی ہے جیسے خوشبو کا ڈھیر ہو، جس کو عمدہ خوشبو والے عطریات میں بسایا گیا ہو۔ وہ چھوٹی چھوٹی خوشبودار جھاڑیوں کے تختوں کے مانند ہیں اور خوشبودار پھولوں کے اہرام کی طرح ایک ڈھیر جیسے ہیں۔

یہ عبارت محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ 'صحیح مسلم' میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے عنبر، کستوری یا کسی اور چیز کو محمد رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ اچھا نہیں پایا اور نہ کوئی چیز آپ ﷺ سے زیادہ نرم و ملائم چھوئی، خواہ وہ ریشم ہی ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے 'سُنن دارمی' میں روایت ہے کہ جس راستے سے آپ ﷺ گزرے ہوتے وہ اتنا خوشبودار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا کہ بعد میں آنے والا اس سے پہچان جاتا کہ آپؐ یہاں سے گزرے ہیں'۔ عتبہؓ بن فرقد سے طبرانی کی 'معجم صغیر' میں روایت ہے: 'محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک مرتبہ مجھے پِتّی نکل آئی۔ میں نے آپؐ سے علاج کی درخواست کی۔ آپؐ نے مجھے متاثرہ جگہ سے قمیص ہٹانے کو کہا۔ میں اپنی قمیص ہٹا کے آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ میرے جسم پر پھیرا، اسی وجہ سے میرے پیٹ اور پشت سے یہ شاندار خوشبو آنے لگی ہے'!

عبرانی الفاظ کی لغوی تحقیق اور احادیث سے محمد رسول اللہ ﷺ کے شمائل کو مدنظر رکھتے ہوئے آپؐ کے رُخساروں کے اوصاف دو لفظوں میں سمیٹے جا سکتے ہیں: 'ملائمت اور خوشبو'۔ مندرجہ بالا تاریخی مواد سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ان اوصاف کا ہُو بہُو اطلاق ہوتا ہے، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان اوصاف کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

آیت کا دوسرا حصہ ہے 'اُس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مُر ٹپکتا ہے'۔ 'ہونٹ' کے لیے عبرانی میں 'شفہ' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی 'سٹرونگ کی ڈکشنری' میں 'گفتگو، الفاظ اور بات چیت' درج کیے گئے ہیں۔ اگلا اہم لفظ 'سوسن' ہے اور 'سٹرونگ کی ڈکشنری' کے اندراج ۷۷۹۹ میں اس کے معنی ہیں: 'چمک دار، خوش ہونا اور خوشیاں منانا'۔ اگلا اہم لفظ 'ٹپکنا' ہے۔ اس کے لیے عبرانی میں 'نطف' کا لفظ آیا ہے۔ 'سٹرونگ کے لغت' کے اندراج ۵۱۷۹ کے تحت اس کے معنی ہیں: 'قطروں کی صورت میں گرنا'۔ اس کے مجازی معنی 'الہام کے ذریعے کلام کرنا یا پیشین گوئی کرنا' بیان کیے گئے ہیں۔ آخری اہم لفظ 'مُر' ہے۔ 'سٹرونگ' کے اندراج ۴۷۵۳ کے تحت اس کے معنی ہیں: 'کڑوا ہونا یا بنانا'۔ اصل عبرانی الفاظ کی لغوی تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے آیت کے اس حصے کا مفہوم کچھ اس طرح بنتا ہے:

> اُس کے ہونٹ سوسن کے پھول کی طرح چمک دار اور خوب صورت ہیں۔ ان سے جو پُرمسرت، مبارک اور روشن الفاظ برآمد ہوتے ہیں، وہ سراسر الہام اور نبوت پر مبنی ہیں۔ (یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے منہ سے عملاً روشنی سی نکلتی دکھائی دیتی تھی)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندؓ بن ابی ہالہ بیان کرتے ہیں: 'آپؐ کا منہ یا قوتوں بھرے بغچے کی مانند تھا'۔ 'مواہب لدنیہ' میں ابو قرصانہؓ کی والدہ اور خالہ کا بیان ہے: 'ہم نے آپؐ کے منہ سے ایک قسم کی روشنی نکلتے ہوئے دیکھی ہے'۔ 'سُنن دارمی' میں حضرت ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ 'آپؐ کے سامنے کے دانتوں کے درمیان تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا، جس سے آپؐ کے دانتوں میں سے ایک قسم کی روشنی کی شعاعیں نکلتیں'۔ 'محسن انسانیت' میں حضرت انسؓ کی ایک روایت مذکور ہے کہ 'جب آپؐ کلام فرماتے تو ایک قسم کی روشنی نکلتی دکھائی دیتی'۔ 'شمائل ترمذی' میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ 'آپؐ کی گفتگو میں تیزی نہیں ہوتی تھی بلکہ آپؐ آہستہ آہستہ اور الگ الگ الفاظ ادا کرتے، کہ پاس بیٹھنے والا بآسانی زبانی یاد کر سکتا'۔ اس گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پیشین گوئی کا یہ حصہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پر صادق آتا ہے۔

پیشین گوئی کی آیت ۱۴ میں بیان کیا گیا ہے: 'اُس کے ہاتھ زبرجد سے مُرصّع سونے کے حلقے ہیں۔ اُس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہیں'۔

آیت کا پہلا حصہ ہے: 'اُس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں'۔ 'ہاتھ' کے لیے عبرانی میں 'ید' کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں 'کھلا ہوا ہاتھ'۔ جو طاقت، اقتدار اور وسائل پر دلالت کرتا ہے۔ جبکہ 'بند ہاتھ' کے لیے عبرانی میں 'کف' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کھلے اور پھیلے ہوئے ہاتھ قوت، اقتدار اور سخاوت کی علامت ہوتے ہیں۔

آیت کے اس حصے کا اگلا اہم لفظ 'سونا' ہے جس کے لیے عبرانی میں 'فاز یا فیض' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ 'سٹرونگ کے لغت' کے اندراج ۶۳۳۷ کے تحت اس کے معنی ہیں 'دریا، ندی، خالص'۔ اسی مناسبت سے خالص اور عمدہ سونے کو بھی 'فاز' کہتے ہیں۔ 'حلقے' کے لیے عبرانی میں 'جلیل' کا لفظ آیا ہے۔ اصل عبرانی الفاظ کے مفہوم و معنی کے پیشِ نظر اس آیت کا ترجمہ کچھ اس طرح ہوگا:

مجازاً اُس کے پھیلے ہوئے ہاتھ اُس کے ذہن، قوت، اقتدار اور سخاوت کی علامت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ عملی اور ظاہری طور پر وہ صاف، چمک دار، نرم، ملائم اور سونے کی طرح قیمتی ہیں۔ اُس کی اُنگلی میں ایک انگوٹھی ہوتی ہے جس میں بڑی خوبصورتی سے ایک نگینہ جڑا ہے۔

اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں کے اوصاف تاریخ میں کہیں محفوظ نہیں، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں نے آپؐ کے ہاتھوں تک کے خدوخال کی تفصیلات بیان کرکے تاریخ کے اوراق کو قیمتی بنانے میں ذرا سی بھی کوتاہی نہیں فرمائی۔ ہندؓ بن ابی ہالہ کہتے ہیں: 'آپؐ کی کلائیاں لمبی، ہتھیلیاں بڑی، اُنگلیاں مناسب حد تک دراز تھیں' (محسن انسانیت' از نعیم صدیقی، ص ۸۷)۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: 'میں نے کبھی کوئی ایسا باریک یا موٹا ریشم نہیں چھوا، جو محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو' ('صحیح مسلم'، حدیث ۲۳۳۰)۔ یہی بات حضرت یزیدؓ بن اسود نے 'مسند احمد' میں اور ابوجحیفہؓ نے 'بخاری' میں بیان کی ہے ('منتقی الاخبار'، جلد اول، صفحہ ۴۴۰ تا ۴۴۱)۔ جہاں تک آپؐ کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کی قوت کا تعلق ہے تو یہ آپؐ کی جسمانی قوت اور آپؐ کے اقتدار دونوں کی دلالت کرتے ہیں۔

رُکانہ قریش کا ایک زورآور پہلوان تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے اُسے فرمایا: 'اگر میں تمھیں پچھاڑ دوں تو کیا تم یہ بات مان لو گے کہ جو چیز میں پیش کرتا ہوں وہ سچ ہے'۔ اُس نے کہا 'ہاں'۔ آپؐ نے فرمایا 'کھڑا ہو، تاکہ میں تجھے پچھاڑ دوں'۔ رُکانہ کھڑا ہوکر آپؐ کی طرف آیا، آپؐ نے اُسے پچھاڑ دیا۔ آپؐ نے جب اُسے پکڑا تو وہ آپؐ کے ہاتھ میں بالکل بے بس ہوگیا۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ کیسے ممکن ہوگیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نہ تو کبھی اکھاڑے میں گئے نہ کبھی پہلوانی کے کرتب سیکھے اور نہ کبھی ورزشیں کیں، پھر اُنھوں نے مجھے کیسے پچھاڑ دیا؟ چنانچہ اُس نے آپؐ سے کہا کہ میں یہ شکست نہیں مانتا آپؐ دوبارہ کشتی لڑیں۔ آپؐ نے اُسے پھر پچھاڑ دیا۔ اُس نے کہا: 'محمد! خدا کی قسم یہ انہونی بات ہے کہ تم مجھے پچھاڑ رہے ہو'۔

یہاں آپؐ کی جسمانی قوت کی ایک اور مثال درج کی جاتی ہے کہ حضرت محمد [ﷺ] ابھی لڑکے ہی تھے کہ عبداللہ بن جدعان کے ہاں آپؐ کو کھانے کی دعوت پر بلایا گیا۔ ابوجہل، جو کہ آپؐ کا ہم عمر تھا، آپؐ سے جھگڑنے لگا۔ آپؐ نے اُسے اُٹھا کے زمین پر پٹخ دیا اور اُس کا گھٹنا زخمی ہوگیا۔ زندگی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اُس کے گھٹنے پر اِس زخم کا نشان رہا۔

جسمانی قوت کے علاوہ جہاں تک آپ کے اقتدار و اختیار کا تعلق ہے تو سامنے کی بات ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا آغاز ایک یتیم اور بے سہارا شخص کی طرح کیا، لیکن جب آپ اس دُنیا سے رُخصت ہوئے تو نہ صرف پورے جزیرہ نمائے عرب پر آپ کا اقتدار قائم ہو چکا تھا بلکہ اس کی حدود سے باہر بھی ہر سمت اسلامی فتوحات کا دائرہ پھیلتا جا رہا تھا۔ منٹگمری واٹ لکھتا ہے:

> (...)۔ دوسری بات محمد [رسول اللہ ﷺ] کی سیاسی بصیرت ہے۔ قرآن مجید میں پایا جانے والا نظریاتی ڈھانچہ محض ایک خاکہ تھا۔ اس خاکے میں ٹھوس پالیسیوں کی تعمیر اور مستقل اداروں کو سہارا دینا ضروری تھا۔ اس کتاب میں محمد [رسول اللہ ﷺ] کی دُور بینی، سیاسی اور عسکری حکمتِ عملی اور اُن کی معاشرتی اصلاحات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ آپ کی چھوٹی سی ریاست کے پھیل کر ایک عالمی سلطنت بن جانے، آپ کے معاشرتی اداروں کے مختلف ماحول میں ڈھل جانے اور اُن کے تیرہ صدیوں تک لگاتار جاری رہنے سے ان معاملات میں آپ کی دانش ظاہر ہوتی ہے۔ (....)۔ جتنا، جتنا کوئی شخص محمد [رسول اللہ ﷺ] اور ابتدائی اسلام پر غور کرتا ہے؛ اُتنا، اُتنا ہی اُن کی کامرانیوں کی وُسعت پر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔
> (....)۔ اگر آپ ایک مردم شناس پیش بین، ایک ماہر سیاستدان اور ایک ماہر منتظم کی صلاحیتوں سے مالا مال نہ ہوتے اور ان سب باتوں کے پیچھے آپ کا خدا پر توکل اور یہ مضبوط ایمان نہ ہوتا کہ آپ کو خداوند تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے تو تاریخ انسانی کا یہ عظیم اور شاندار باب کبھی نہ لکھا جا سکتا۔

'پھیلے ہوئے ہاتھوں' کی تیسری دلالت 'سخاوت' ہے۔ یہ ایک ایسی مشہورِ زمانہ حقیقت ہے جس کے لیے کوئی مثال دینا سورج کو چراغ دِکھانے کے مترادف ہے۔ مختصراً یہ کہ بے انتہا سخی اور ایثار کرنے والے تھے اور آپ نے کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا (تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب 'Muhammad (pbAh) Foretold in the Bible by Name' کے صفحات ۳۷ تا ۴۷ ملاحظہ فرمائیں)۔

یہ جو کہا گیا ہے کہ 'اُس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں' تو حضرت ابن عمرؓ سے 'شمائل ترمذی'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں روایت ہے کہ ’آپؐ نے سونے کی ایک انگوٹھی لی جسے آپؐ دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔ دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں اپنے ہاتھوں میں پہننا شروع کر دیں (جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ’مرد کے لیے سونا پہننا‘ حرام قرار پایا تو) آپؐ نے انگوٹھی اُتار دی اور صحابہ کرامؓ نے بھی آپؐ کے اتباع میں اپنی اپنی انگوٹھیاں اُتار دیں۔ ’صحیح مسلم‘ میں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ ’(پھر) محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں میں ایک انگوٹھی چاندی کی ہوتی تھی۔ اُس میں ایک حبشی پتھر یا فیروزہ جڑا تھا‘۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں کی کسی اُنگلی پر انگوٹھی کی موجودگی کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اب آیت کے صرف ایک فقرے پر گفتگو باقی رہ گئی ہے کہ ’اُس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے، جس پر نیلم کے پھول بنے ہیں‘۔ پہلے ہم اس فقرے کے چند اہم عبرانی الفاظ کے ’سٹرونگ کی ڈکشنری‘ سے معنی متعین کرتے ہیں (جو الفاظ بذاتِ خود واضح ہیں اُن کی لغوی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے)۔ پیٹ کے لیے عبرانی میں ’معا‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ’انتڑیاں، پیٹ اور نرم و ملائم ہونا‘ بیان کیے گئے ہیں۔ ’کنگ جیمز ورشن‘ میں آگے ’چمک دار‘ کا لفظ ہے جس کے لیے عبرانی لفظ ’عشات‘ ہے۔ اس کے معنی ’چمک دار ہونا، پالش کرنا، غور و فکر سے دریافت کرنا، چمکنا اور سوچنا‘ ہے۔ ان الفاظ و معنی کی روشنی میں آیت کے اس حصے کا مطلب ذیل میں درج ہے:

> اُس کا پیٹ نرم اور چمک دار ہے۔ یہ ہاتھی دانت کی طرح چمکیلا سفید ہے۔ اس پر سبزی مائل نیلگوں، بھورے بھورے بال ہیں جو کسی سفید، چمک دار اور نرم و ملائم سطح پر نیلم کے نگینوں کی طرح ہیں۔

ان الفاظ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے جسم کے متعلقہ حصوں کی ہو بہو تصویر پیش کی گئی ہے۔ ’پلپٹ کی تفسیر‘ میں انھی معنوں کی عکاسی کی گئی ہے، لیکن ان کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرنے کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں، جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ سے متعلقہ شمائل متعدد احادیث میں وضاحت سے درج ہیں۔

حضرت ابو طفیلؓ ’صحیح مسلم‘ میں بیان کرتے ہیں: ’آپ کی رنگت سفید تھی اور چہرہ پُر کشش‘۔ حضرت علیؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'سُنن ترمذی' میں فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ ''اجرد'' تھے یعنی آپ کے سینۂ مبارک اور پیٹ پر بال نہیں تھے بلکہ آپ 'ذُو المسربه' تھے یعنی آپ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی پتلی سی لکیر تھی'۔'الرحیق المختوم' میں 'خلاصۃ السیر' کے حوالے سے درج ہے:

محمد رسول اللہ ﷺ کے سینۂ مبارک سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر تھی۔ اس کے علاوہ آپ کے سینۂ مبارک اور پیٹ پر کوئی بال نہ تھا۔ آپ کا سینۂ مبارک اور پیٹ بالکل ہموار تھے۔

اس طرح یہ الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے محبوب وممدوح کون ہیں۔ ان الفاظ کا اپنے معنی اور دلالتوں کے ساتھ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی پر ہو بہو اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کا دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں بنتا۔

آپ ﷺ کی ٹانگیں اور چہرۂ مبارک:

پیشین گوئی کی آیت نمبر ۱۵ میں بیان کیا گیا ہے: 'اُس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگِ مرمر کے ستون ہیں، وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشکِ سرو ہے'۔

اس آیت میں دو بالکل الگ الگ بیانات ہیں۔ پہلا بیان 'محبوب کی ٹانگوں' سے متعلق ہے اور دوسرا 'اُس کے پیکر اور سراپا' سے متعلق۔ مسیحی مفسرین نے اس پر دلچسپ خامہ فرسائی فرمائی ہے جو ہماری کتاب کے ص ۷۹ تا ۸۲ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ ہندؓ بن ابی ہالہ سے 'شمائل ترمذی' میں روایت ہے:

آپ ﷺ کے پاؤں کا درمیانی حصہ پُر گوشت اور اُبھرا ہوا تھا۔ پاؤں کے تلوے قوس کی مانند تھے۔ آپ ﷺ کے پیر نرم و ملائم تھے۔ ان کی صفائی اور ملائمت کی وجہ سے پانی کے قطرے ان پر ٹکتے نہ تھے۔ چلتے تو مضبوطی سے قدم اُٹھاتے، ذرا سا آگے کو جھکے ہوئے، قدم پوری طرح جما کر احتیاط اور نرمی سے زمین پر رکھتے۔ تکبر سے نہ چلتے، قدم ذرا تیز، لمبے اور نپے تلے ہوتے، چلتے تو یوں لگتا جیسے نشیب کی طرف اُتر رہے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ اتنے اُجلے، خوبصورت اور سفید تھے جیسے آپؐ کا بدن چاندی میں ڈھلا ہو۔ سفید رنگ کا عام طور پر چاندی اور سنگِ مرمر سے موازنہ کیا جاتا ہے۔ یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب کی ٹانگوں کو جو سنگِ مرمر سے تشبیہ دے رہے ہیں تو یہ دراصل محمد رسول اللہ ﷺ کی ہو بہو عکاسی ہے۔ ویسے سنگ مرمر مضبوطی کی بھی علامت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی ٹانگوں کی اندرونی مضبوطی اور بیرونی حسن کی عکاسی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ 'محمد رسول اللہ ﷺ یوں تیز چلتے جیسے زمین آپؐ کے لیے لپٹتی جا رہی ہو، آپؐ کا ساتھ دینے کے لیے ہم کو محنت سے تیز چلنا پڑتا، لیکن آپؐ پر تھکاوٹ تک کا اثر نظر نہیں آتا تھا'۔ جابرؓ بن سمرہ کہتے ہیں کہ 'محمد رسول اللہ ﷺ کی دونوں پنڈلیاں پتلی تھیں'۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ 'محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں بھاری اور بڑے تھے'۔

اب ذرا ان الفاظ و احادیث کی تصویر کھینچیں تو کچھ اس طرح بنتی ہے:

> پنڈلیاں چاندی اور سنگِ مرمر کی طرح گوری گوری، پتلی ہونے کی وجہ سے اُوپر سے نیچے تک یکساں موٹائی، ان کی قوت سنگِ مرمر کی قوت و صلابت کی آئینہ دار، پاؤں بالکل کندن کے پائے، موٹے، بھرے بھرے، سنہری رنگ، نرم و ملائم اتنے کہ پانی کی بوند بھی ان پر ٹھہر نہ پائے، جیسے سونے پر پانی کے قطرے نہیں ٹھہرتے۔ پنڈلیاں ننگی نہ رکھتے تھے اس لیے گوری سفید تھیں۔ پاؤں میں ایک طرح کے کھڑاؤں پہنتے تھے جو پاؤں کو ڈھک نہیں سکتے تھے۔ ظاہر ہے جسم کے جو حصے ننگے ہوتے ہیں اُن کا رنگ سنہری اور سانولا ہوتا ہے، اس طرح آپؐ کے پاؤں اور پنڈلیاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے الفاظ 'اُس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگِ مرمر کے ستون ہیں' کی مکمل عکاسی کرتی ہیں۔

آیت کا دوسرا حصہ ہے 'وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشکِ سرو ہے'۔ اس پر بھی مسیحی علما نے خوب طبع آزمائی کی ہے۔ جسے ہماری کتاب کے صفحہ ۸۶ تا ۸۸ پر ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔ لیکن ہم یہاں صرف اُمِ معبدؓ کے بعض الفاظ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ویسے ہم نے اس موضوع پر مختلف مقامات پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ 'مستدرک حاکم' میں حضرت اُمِ معبدؓ کا آپؐ کی ہجرتِ مدینہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حوالے سے بیان ہے:

میں نے ایک آدمی دیکھا: چمک دار رنگ، روشن چہرہ، دلکش ڈیل ڈول، (....)، دراز گردن، سیاہ وسفید آنکھیں، خاموش ہو تو باوقار، سنجیدہ اور پر تمکنت، بولے تو دل اُس کی طرف کھنچے اور وہ سب پر چھا جائے۔ دُور سے دیکھو تو روشن اور حسین، قریب ہو تو دلکش اور شیریں [یہ تشبیہ کوہِ لبنان کی خوبصورت وادیوں، برف پوش چوٹیوں کی عکاسی کرتی ہے]، گفتار شیریں، الفاظ واضح، دوٹوک اور غیر مبہم، نہ اتنا اختصار کہ مفہوم پورا نہ ادا ہو پائے، نہ اتنی لفاظی کہ بات اُلجھ کر رہ جائے۔ اندازِ کلام اتنا حسین کہ جیسے سلکِ مروارید سے موتیوں کے دانے ایک ایک کر کے گر رہے ہوں۔ دو شاخوں کے درمیان ایک ایسی شاخ جو سب سے زیادہ خوش منظر، سرسبز، شاداب اور تروتازہ ہو، وہ حکم دے تو ساتھی اطاعت کو لپکیں، نہ تُند خو اور ناشائستہ، نہ مہمل اور بے سروپا اور نہ معقولیت کی حدود سے تجاوز کرنے والا۔

اس جملے کی دوسری تشبیہ ہے 'رشکِ سرو'۔ اس کے لیے انگریزی میں 'Excellent as cedars' کے الفاظ ہیں۔ 'Cedars' دیودار کے درخت کو کہتے ہیں۔ اس کا خوبصورت رنگ، اس کی ریشم جیسی ملائمت اور نرمی، اس کے ریشوں کی بناوٹ کا حسن، اس کی مضبوطی اور پائیداری، اس کی دیمک اور بوسیدگی سے محفوظیت، اس کی دائمی ہلکی ہلکی اور شیریں مہک، اس کی جڑوں کی زمین میں مضبوط گرفت، اس کی لمبی عمر، اس کی شاخوں کا وسیع پھیلاؤ، اس کی تسکین بخش چھاؤں اور بلند و بالا قامت، اسے اور اس کی لکڑی کو قدر و قیمت اور خصوصیات میں بے مثال بنا دیتے ہیں۔

لغوی تحقیق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اسے ان الفاظ کا جامہ پہنا سکتے ہیں:

قبیلۂ قیدار کا یہ عظیم الشان چیدہ اور ممتاز شخص اور اُس کی زبان سے ادا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا مؤثر، ناقابل تسخیر اور شیریں کلام، نفع بخش فیضِ عام کا سرچشمہ اور دیودار کے درخت کی طرح مجسم حسن و خوبی ہے۔ وہ اتنا باوقار اور پیارا آنکھ کا تارا ہے جیسے خوشبو میں بسی، خوش منظر، مضبوط اور توانا، نرم و ملائم دیودار کی لکڑی ہوتی ہے۔ اُس کی جڑ (یعنی اُس کے پاؤں) کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرفت مضبوط ہے۔اُس کی شاخیں (یعنی اُس کی تعلیمات کی تاثیر اور اثر آفرینی) دُور دور نزدیک تک پھیلی ہوئی ہیں، وہ بے انتہا دل نواز، دل خوش کن اور جاہت کا مرکز ہے۔

یہاں پندرھویں آیت ختم ہوتی ہے۔اب عبارت کی آخری یعنی سولھویں آیت پر گفتگو کی جائے گی۔ بائبل کی اس عبارت کی آیت سولہ اس پیشین گوئی کی اہم ترین آیت ہے:

اُس کا منہ ازبس شیریں ہے، ہاں! وہ سراپا عشق انگیز ہے۔اے یروشلم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب، یہ ہے میرا پیارا۔

آیت کا پہلا جملہ ہے 'اس کا منہ ازبس شیریں ہے'۔ بائبل کے قریباً تمام مفسرین نے لفظ 'منہ' سے 'کلام' مراد لیا ہے۔خود بائبل میں بھی متعدد مقامات پر 'منہ یا ہونٹ' کے الفاظ 'کلام' کے مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں مثلاً امثال ۲۱:۱۶؛ زبور ۲:۴۵؛ گنتی ۳۵: ۳۰؛ ۲۔ سموئیل ۱:۱۲؛ ۱۔سلاطین ۲۱:۱۲۔ ویسے بھی جملے کے الفاظ 'اُس کا منہ ازبس شیریں ہے' میں لفظ 'شیریں' صاف غمازی کر رہا ہے کہ یہاں صرف 'منہ کا شیریں' ہونا ایک بے معنی سی بات ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمیں دو قسم کا کلام ملا ہے۔ایک تو 'کتاب اللہ' یعنی 'قرآن حکیم' ہے اور دوسرے 'اسلامی تہذیب و شریعت سے متعلق آپؐ کے الفاظ' ہیں، جو احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جہاں تک احادیث میں بیان کردہ آپؐ کے بیانات کا تعلق ہے تو اُن کے حسن و تاثیر کا یہ حال ہے کہ آج بھی انسان اُنھیں پڑھ کر جھوم جھوم اُٹھتا ہے اور جہاں تک ان میں بیان کردہ تعلیمات اور ہدایات کی وسعت و افادیت کا تعلق ہے تو اُس کے بارے میں بلاخوفِ تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ علمِ انسانی کا بیش قیمت اور بے مثال سرمایہ ہیں۔ ہماری کتاب میں اس کی چند مثالیں درج ہیں جنھیں دیکھ کر ان بیانات کی صداقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک قرآن حکیم کا تعلق ہے، تو اس کے متعلق پوری دُنیا نے تسلیم کیا ہے کہ وہ ایک بے مثال کلام ہے اور اپنے الفاظ، اپنے مضامین، اپنی آواز اور اپنی تاثیر کے لحاظ سے ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمونے کے طور پر چند آیات بھی ہماری مذکورہ کتاب میں درج کر دی گئی ہیں۔قرآن کی عظمت کی خارجی شہادت کے طور پر بعض مغربی محققین کی عبارات بھی وہیں درج ہیں۔قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر کی مثال کے طور پر طفیلؓ بن عمرو دوسی اور حضرت عمرؓ بن خطاب کے اسلام لانے کے واقعات بیان کیے جا سکتے ہیں۔عتبہؓ بن ربیعہ کی سفارت اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے واقعات بھی اس کی ایک عمدہ مثال ہیں۔

آیت کا اگلا عبرانی جملہ ہے 'وَ اکُلُّو محمدیم'۔اُردو بائبل میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے: 'وہ سراپا عشق انگیز ہے۔' 'عشق انگیز' کے لیے انگریزی تراجم میں 'Lovely' یا 'Desirable' وغیرہ کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔اصل عبرانی بائبل میں آج بھی اس کے لیے 'محمدیم' کا لفظ موجود ہے۔عبرانی عبارت 'وَ اکُلُّو محمدیم' (جسے ہم عربی میں هُو كُلُّه، مُحَمّدٌ عَظِيمٌ کہہ سکتے ہیں) کے معنی ہیں 'وہ سراپا محمدِ عظیم ہے'۔اس سلسلے میں چند باتیں توجہ طلب ہیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ عبرانی بائبل میں یہ واحد مقام ہے جہاں 'محمدیم' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔بائبل میں کسی اور جگہ 'محمدیم' کا لفظ نہیں آیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ عبرانی لفظ 'محمدیم' چھ حروف (م، ح، م، د، ی، م) پر مشتمل ہے۔آخری دو حروف ('ی' اور 'م') جمع کی علامت ہیں۔جمع کا یہ صیغہ تعداد کی کثرت کے لیے نہیں، بلکہ عظمت و تکریم کے لیے آیا ہے۔موقع و محل کی مناسبت سے اس کی ایک نہایت عمدہ مثال لفظ 'الوھیم' ہے جو عبرانی بائبل میں اللہ تعالیٰ کے نام کے لیے مستعمل ہے۔یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ 'یہودی' ایک توحید پرست قوم ہے جس کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر غیر متزلزل ایمان ہے۔دیکھنے کی بات ہے کہ اس لفظ کا واحد کا صیغہ 'الوھ' بھی موجود ہے جو بکثرت استعمال بھی ہوتا ہے، لیکن بائبل میں بالعموم اس کا جمع کا صیغہ یعنی 'الوھیم' ہی جمع تعظیمی کے طور پر مستعمل ہے۔جمع تعظیمی کی یہی ایک مثال نہیں۔بائبل میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں جن میں خداوند تعالیٰ کے علاوہ بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمع تعظیمی کا یہ الحاقہ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی آیت میں 'اُس کا منہ ازبس شیریں ہے' کے جملے میں 'ازبس شیریں' یا 'بہت ہی شیریں' کے لیے عبرانی بائبل میں 'ممتقیم' کا لفظ آیا ہے جو 'ممتق' کی جمع ہے اور جس کے معنی ہیں 'شیریں' کی جمع یعنی 'شیرینیاں'۔ بائبل کے انگریزی مترجمین نے اس کے لیے (Most sweet) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس طرح یہاں یہ جمع کا صیغہ صفتِ 'شیریں' کی عظمت کا آئینہ دار ہے نہ کہ کثرتِ تعداد کا۔ یہ اس بات کی دلالت کر رہا ہے کہ اُس کے الفاظ میں ہر طرح کی شیرینی اور خوبصورتی' انتہائی کامل صورت میں موجود ہے۔ بائبل میں بعض مقامات کے نام مثلاً 'جیریزیم' اور 'مصریم' وغیرہ بھی اسی کی مثالیں ہیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان مقامات پر الفاظ اگرچہ جمع تعظیمی کے استعمال ہوئے ہیں لیکن اُن کے لیے افعال وضمائر واحد کے صیغے میں لکھے گئے ہیں۔ زیرِ بحث جملے میں بھی یہی صورت حال ہے۔ یہاں 'وہ سراپا عشق انگیز ہیں' کے الفاظ نہیں آئے بلکہ 'وہ سراپا عشق انگیز ہے' کے الفاظ درج ہیں۔ جس کے اصل عبرانی الفاظ کے معنی ہیں 'وہ سراپا محمدِ عظیم ہے' محمد مصطفی ہے'۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے احترام ومحبت کا اظہار ہے کہ وہ آپؐ کے لیے جمع تعظیمی استعمال کرتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگرچہ 'سٹرونگ کے لغت' اندراج ۲۵۳۰ کے تحت اس کا مادہ 'حمد' ہے۔ جس کے لفظی معنی 'تحسین ومحبت کا مرکز ومورد' بنتے ہیں، لیکن یہاں یہ لفظ اسم معرفہ کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ بائبل میں یہ کوئی انوکھی بات نہیں، بلکہ وہاں متعدد اسماے معرفہ بامعنی الفاظ بھی ہوتے ہیں۔ سیاق وسباق اور موقع ومحل ہی سے اس بات کا تعین کیا جا سکتا ہے کہ کسی خاص مقام پر یہ لفظ اسم معرفہ کے طور پر استعمال ہو رہا ہے یا ایک عام بامعنی لفظ کے طور پر۔

زیرِ مطالعہ عبارت میں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے 'محبوب' کی صفات بیان کرتے ہیں: وہ حسین وجمیل ہے، وہ قوت وشوکت والا ہے، دس ہزار پاک باز صحابہؓ کی قیادت کرتے ہوئے اُس کے ہاتھوں مکے کی پرامن اور تاریخ ساز فتح کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام پایا ہے، اس میں یہ اور یہ صفات پائی جاتی ہیں، وہ ملک عرب کا باشندہ ہے، اُس کا کلام ازبس شیریں ہے وغیرہ وغیرہ'۔ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفات کا سننے والا فطری طور پر یہ چاہے گا کہ شخص مذکور کی خصوصی شناخت معلوم کرے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام اُسے بتاتے ہیں: 'وہ سرتاسر اور ہر لحاظ سے محمد عظیم ہیں جن کے متعلق میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں کہ وہ ملک عرب کے باشندے ہیں اور اُن کے اپنے جد اعلیٰ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھائی یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں'۔

چوتھی بات یہ ہے کہ معنوی لحاظ سے بھی محمد رسول اللہ ﷺ سراسر 'محمد' یعنی قابل حمد وستائش ہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ بعض مسیحی مفسرین بائبل 'وہ سراپا عشق انگیز ہے' کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرتے ہیں، مثلاً 'تفسیر پلپٹ'، صفحہ ۱۳۳۔ لیکن یہ سراسر بے بنیاد دعویٰ ہے، جبکہ انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بولے ہوئے الفاظ 'واکلو محمدیم' سے مراد صرف یہی ہو سکتا ہے کہ 'وہ میرا ممدوح ومحبوب بعینہ محمد عظیم ہے'۔ ظاہر ہے کہ کوئی ذی شعور اور منصف مزاج قاری اس کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی پر کرے گا۔ مزید برآں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کھل کر اپنے ممدوح ومحبوب کے اوصاف بھی بڑی وضاحت سے بیان کیے ہیں، جن میں سے کسی کا اطلاق بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں ہوتا، جبکہ یہ تمام اوصاف محمد رسول اللہ ﷺ پر ہُو بہُو پورے اُترتے ہیں۔

چھٹی اور بڑی اہم بات یہ ہے کہ اگرچہ صیغہ جمع میں لفظ 'محمدیم' پوری بائبل میں صرف اسی ایک جگہ پر استعمال ہوا ہے، تاہم اس ایک مقام کو چھوڑ کر صیغہ واحد میں یہ لفظ بائبل میں نو دیگر مقامات پر بھی استعمال ہوا ہے۔ ان تمام ۹ مقامات پر نہ تو یہ صیغہ جمع میں مستعمل ہوا اور نہ اسم معرفہ پر دلالت کرتا ہے، بلکہ اسم یا صفت کے معنی دیتا ہے۔

آیت کا اگلا جملہ ہے 'یہ ہے میرا محبوب، یہ ہے میرا پیارا'۔ 'محبوب' کے لیے عبرانی بائبل میں لفظ 'دود' درج ہے جس کے معنی ہیں 'محبوب اور پیارا چچا'۔ اس کے بارے میں ہم شروع میں وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ لفظ واضح کر دیتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام یہاں اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام کے کسی فرد کا ذکر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہے ہیں۔ جس سے وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ 'میرا یہ محبوب میرے لیے کوئی اجنبی شخص نہیں بلکہ یہ تو میرے ابوالآبا (یعنی حضرت اسحق علیہ السلام) کے بھائی (یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) کی نسل سے ہیں'۔ اگر وہ کسی غیر رشتہ دار 'محبوب' کا ذکر کرنا چاہتے تو اُنھیں اس مفہوم کے لیے عبرانی میں پایا جانے والا موزوں لفظ 'احاب' استعمال کرنا چاہیے تھا۔ پھر اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ 'محبوب' اُن کی اپنی نسل یعنی یہود سے ہوتا تو اُس کے لیے عبرانی میں الگ سے ایک موزوں لفظ 'یدید' موجود ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک شاعر، ادیب اور دانشور کی حیثیت سے معروف تھے۔ الفاظ کا موزوں استعمال اُن کی شناخت تھی۔ اُن پر لازم تھا کہ اگر وہ اپنے کسی ایسے 'محبوب' کا ذکر کرنا چاہتے جو اُن کی اپنی نسل یعنی یہود سے تعلق رکھتا ہوتا، تو اُس کے لیے عبرانی لفظ 'دود' نہیں بلکہ عبرانی لفظ 'یدید' استعمال کرتے۔ اس جملے کا آخری لفظ 'پیارا' (عبرانی = ر+ی+ ع = ریع؛ یا ر+ ع = راع) تو اس پیشین گوئی کے محمد رسول اللہ ﷺ پر اطلاق کی مکمل تصدیق کر دیتا ہے۔ 'سٹرونگ' نے اندراج ۷۴۵۳، ۷۴۶۲ کے تحت اس کے معنی بیان کیے ہیں:

> ایک شریک کاروبار، رفیق شخص، چاہنے والا پڑوسی، چرواہا، اجنبی یا پردیسی۔

جبکہ رچرڈسن کی 'عبرانی اور آرامی لغت' (Lexicon) میں اس کے معنی ہیں:

> ساتھی، شریک کار، پڑوسی، کسی کا ہم پیشہ، مشترکہ سرحد والا پڑوسی، اجنبی و پردیسی۔

اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی اس پیشین گوئی کو مزید واضح کر دیتے ہیں۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ اُن کا یہ دوست کس نوعیت کا ہے:

۱۔ ان کا رفیق کار، ساتھی اور ہم پیشہ (محمدیم) اُنھی کی مانند ایک رسول، ایک نبی اور ایک بادشاہ ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دُنیاوی اصطلاح میں کبھی بادشاہ نہیں رہے بلکہ طُرفہ تماشا یہ ہے کہ اُن کے ماننے والے تو اُن کو رسول یا نبی بھی نہیں مانتے، بلکہ (معاذ اللہ) 'ابن اللہ' اور 'خدا' قرار دیتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اس طرح ان الفاظ کا اُن پر اطلاق بالکل خارج از بحث قرار پاتا ہے۔

۲۔ اُن کا یہ 'محبوب' (محمدیم) حضرت سلیمان علیہ السلام کے اپنے ملک کنعان سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ وہ ایک ایسے پڑوسی ملک یعنی ملک عرب کا باشندہ ہے، جس کی سرحدیں ان کی اپنی سرحد کے ساتھ مشترک ہیں۔ یہ ایک ایسی زمینی حقیقت ہے کہ معمولی علم و بصیرت والا کوئی بھی شخص اس کا انکار نہیں کرسکتا۔اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کے اپنے ہم وطن تھے اور اُن پر لفظ ہمسایہ / پڑوسی کا اطلاق خارج از بحث ہے۔

۳۔ اُن کا یہ 'محبوب' (محمدیم) نبوت میں اُن کا ہم منصب ہے۔

۴۔ اُن کا یہ 'محبوب' (محمدیم) ایک لحاظ سے اجنبی ہے، کیونکہ وہ اولادِ اسمٰعیل سے تعلق رکھتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سراسر اُن کے اپنے قبیلے کے اسرائیلی تھے اور اُن پر اجنبی یا پردیسی کا وصف کسی طرح لاگو نہیں ہوتا تھا۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام یہاں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر کرنا چاہتے تو اُنھیں 'یدید' کا لفظ استعمال کرنا چاہیے تھا۔ یعنی بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والا 'ایک محبوب'۔

اس موضوع پر تفصیلی گفتگو ہماری انگریزی کتاب 'Muhammad (pbAh) Foretold in the Bible by Name' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہاں اس کا صرف خلاصہ پیش کیا گیا ہے، جس سے یہ سمجھنے میں کافی مدد ملے گی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے اس گیت میں واضح طور پر محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی فرمائی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دُوُم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی ﷺ

بائبل کے 'عہد نامۂ قدیم' کی کتاب 'استثنا' میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ 'میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا'۔ جس عبارت سے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں، وہ درج ذیل ہے:

خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اُس کی سُننا۔ یہ تیری اُس درخواست کے مطابق ہوگا جو تُو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سُننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو، تاکہ میں مر نہ جاؤں۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اُن کے لیے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری اُن باتوں کو، جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سُنے گا تو میں ان کا حساب[1] اس سے لوں گا۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا، یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے، تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے۔ تو اس سے خوف نہ کرنا۔[2]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'کنگ جیمز ورژن' (KJV) میں، جسے مستند ترجمہ (AV) بھی کہا جاتا ہے، اس کا انگریزی ترجمہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

The Lord thy God will raise up unto thee a 'Prophet from the midst of thee, of thy brethren, like unto me; unto him ye shall hearken; according to all that thou desiredst of the Lord thy God in Horeb in the day of the assembly, saying, Let me not hear again the voice of the Lord my God, neither let me see this great fire any more, that I die not. And the Lord said unto me, They have well *spoken that* which they have spoken. I will raise them up a Prophet from among their brethren, like unto thee, and will put my words in his mouth; and he shall speak unto them all that I shall command him. And it shall come to pass, that whosoever will not hearken unto my words which he shall speak in my name, I will require it of him. But the prophet, which shall presume to speak a word in my name, which I have not commanded him to speak, or that shall speak in the name of other gods, even that prophet shall die. And if thou say in thine heart, How shall we know the word which the Lord hath not spoken? When a prophet speaketh in the name of the Lord, if the thing follow not, nor come to pass, that is the thing which the Lord hath not spoken, but the prophet hath spoken it presumptuously: thou shalt not be afraid of him.[3]

آئندہ سطور میں اس پیشین گوئی کے اہم نکات کی ایک ایک کر کے وضاحت کی جائے گی۔

۱۔ تیرے ہی درمیان سے[4] 'From the midst of Thee'

'تیرے ہی درمیان سے' (بشرطیکہ یہ 'تیرے ہی درمیان سے' کی ترکیب واقعی اور اصلی ترکیب ہو اور بائبل کے کسی بعد کے مدوّن کی طرف سے الحاق کردہ نہ ہو، حالانکہ لگتا یہی ہے کہ عبارت کا یہ ٹکڑا الحاقی ہے) کے الفاظ کے موجودہ سیاق و سباق میں صریحاً یہ معنی ہیں کہ موعود نبی تمھارے اصل اور مشترکہ بزرگ ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہوگا۔ تاہم یہ بات قابل ملاحظہ ہے کہ یہ پیشین گوئی بائبل کے 'عہد نامۂ قدیم و جدید' میں بعض دیگر مقامات پر بھی نقل کی گئی ہے[5] لیکن یہ ترکیب وہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود نہیں۔ اس سے اس ترکیب کی اصلیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ بائبل کے بعض تراجم میں اِسے 'کسی جگہ' کے مفہوم میں لیا گیا ہے۔ ایک یہودی تفسیر میں وضاحت کی گئی ہے:

from the midst of thee. This implies that the endowment of prophecy can only be exercised in the holy land (N).[۶]

'تیرے درمیان سے': اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ پیشین گوئی کی تفویض صرف ارضِ مقدس ہی میں عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

بائبل کے کچھ تراجم میں سے عبارت کی آیت 15 سے یہ ترکیب حذف کر دی گئی ہے۔ 'دی نیو اوکسفرڈ اینوٹیٹڈ بائبل' نے نہ صرف یہ کہ یہ ترکیب حذف کر دی ہے، بلکہ لفظ 'بھائیوں' کو بھی 'لوگوں' میں تبدیل کر دیا ہے اور اس کا مندرجہ ذیل ترجمہ کیا ہے:

(...) will raise up for you a prophet like me from among your own people, you shall heed such a prophet.[۷]

تمھارے لیے تمھارے اپنے لوگوں میں سے میری مانند ایک نبی مبعوث فرمائے گا۔ تم ایسے نبی کی بات توجہ سے سننا۔

NIV نے آیت 15 سے یہ ترکیب حذف کر کے مندرجہ ذیل ترجمہ کیا ہے۔

(...) will raise up for you a prophet like me from among your own brothers. You must listen to him.[۸]

تمھارے لیے تمھارے اپنے بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تمھیں اس کی بات ضرور سننا ہوگی۔

'گڈ نیوز بائبل' (GNB) اور 'ٹوڈیز انگلش ورشن' (TEV) دونوں نے یہ ترکیب حذف کر دی ہے، اور لفظ 'بھائیوں' کو بدل کر 'لوگوں' بنا دیا ہے:

(...), he will send you a prophet like me from among your own people, and you are to obey him.[۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ تمھارے پاس تمھارے اپنے لوگوں میں سے میری مانند ایک نبی بھیجے گا اور تمھیں اس کی اطاعت کرنا ہوگی۔

'دی نیو جیروسیلم بائبل' (NJB) نے اس کا حسبِ ذیل ترجمہ کیا ہے:

Yahweh your God will raise up a prophet like me; you will listen to him.[10]

تمھارا خداوند یہوہ میری مانند ایک نبی مبعوث کرے گا، تم اس کی بات سنو گے۔

اس طرح یہ بات ملاحظہ کی جا سکتی ہے کہ اس ترجمے میں بھی نہ صرف زیرِ مطالعہ ترکیب حذف کر دی گئی ہے، بلکہ 'تیرے بھائیوں میں سے' والی ترکیب بھی ختم کر دی گئی ہے۔ لیکن 'ان کے اپنے بھائیوں میں سے' والی ترکیب، آیت 18 میں برقرار رکھی گئی ہے۔

'دی ریوائزڈ برکلے ورژن' (RBV) نے بھی آیت 15 کے اپنے ترجمے میں سے 'تیرے درمیان سے' کی ترکیب حذف کر دی ہے۔ اس میں درج ہے:

He will raise up for you a prophet like me, one of your own brothers, and you shall listen to him.[11]

وہ تمھارے لیے میرے مانند ایک نبی مبعوث کرے گا، جو تمھارے اپنے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اور تم اس کی بات سنو گے۔

دیگر متعدد تراجم کا بھی یہی معاملہ ہے (مثلاً 'کنٹیمپریری انگلش ورژن' [CEV]، ۱۹۹۵، صفحہ ۲۱۹؛ 'دی ریڈرز ڈائجسٹ بائبل'، ۱۹۸۳، صفحہ ۹۷؛ 'دی نیو امیریکن ورژن' [NAV]، صفحہ ۱۷۶ وغیرہ)۔ یہ امر ثابت کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ بائبل کے متعدد علما خود بھی اپنی تالیفات میں اس ترکیب کو عبارت کے اصل حصے کے طور پر برقرار رکھنے کے حامی نظر نہیں آتے۔ اُن کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ ترکیب کتاب کے مُدوِّن کی طرف سے بعد میں کیا گیا اضافہ ہے۔

یہاں یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ عبرانی بائبل میں یہ ترکیب اب بھی موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اِسے بلا سوچے سمجھے یکسر مسترد بھی نہیں کر دینا چاہیے۔ اس لیے اصل صورت حال کا کھوج لگانے کے لیے معروضی لغوی تحقیق ضروری ہے۔

یہاں 'درمیان سے' (Midst) کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اس کے لیے عبرانی میں 'قریب' کا لفظ آیا ہے۔ اس فصل کے آغاز میں وضاحت کی جا چکی ہے کہ 'سٹرونگ کی ڈکشنری' کے مطابق اس کے معنی ہیں 'قریب'۔ 'عبرانی و آرامی لغت' (*Lexicon*) میں اس کی وضاحت مندرجہ ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:

(...); the basic meaning of the Semitic root is to be near, approach, to bring near. (....). (*Jean-H. Dictionnaire* 265, *Hoftijzer-Jongeling Dic.* 1031, qrb IX a relative rather than a cousin); (...); in Babylonian it also means a relative.[12]

سامی، مادے کے بنیادی معنی ہیں 'قریب ہونا یا پہنچنا، قریب لانا' (...)، 'کزن' کے بجائے ایک رشتے دار؛ (...)، بابلی زبان میں بھی اس کے معنی ہیں 'ایک رشتہ دار'۔

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ 'Midst' اصل عبرانی لفظ کا موزوں ترجمہ نہیں ہے، بلکہ اس کا موزوں ترجمہ ہونا چاہیے 'رشتہ داروں میں سے'۔ ظاہر ہے کہ یہ بنی اسماعیلؑ کے عربوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

مندرجہ بالا تمام گفتگو سے اس بات کا غالب امکان نظر آتا ہے کہ 'تیرے ہی درمیان سے' کی ترکیب کسی شخص کی طرف سے بعد میں کیا گیا اضافہ ہے اور عبارت کا اصلی حصہ نہیں ہے۔ تاہم اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ یہ بائبل کا اصل جملہ ہے تو اس کا یہ مطلب بنتا ہے کہ یہ نبی تمھارے لیے اجنبی نہیں ہوگا بلکہ وہ تمھارے اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تمھارا اپنا رشتہ دار ہوگا۔

۲۔ تیرے ہی بھائیوں میں سے

اس سلسلے میں بعض مسیحی علما یہ کہتے ہیں کہ 'بھائیوں' سے مراد صرف بنی اسرائیل کے لوگ ہیں اور غیر قبائل کے لوگ اس سے خارج ہیں۔ بظاہر یہ ایک مضبوط دلیل معلوم ہوتی ہے لیکن جب بائبل کا اور اس کے لغات کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے تو اُن کی اس دلیل کی کمزوری واضح ہو جاتی ہے۔ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے عبرانی لغات اور بائبل کی عبارات کے تحقیقی و تقابلی مطالعے کی ضرورت ہے۔

'تیرے ہی بھائیوں' کی ترکیب کے معنی کے تعین کے سلسلے میں ایک مثال تو کتابِ استثنا کے اسی اٹھارھویں باب کے آغاز ہی میں موجود ہے۔ چنانچہ دوسری آیت کے الفاظ ہیں:

Therefore shall they [i.e. 'The priests, the Levites'], have no inheritance among their brethren; the Lord is their inheritance.[۱۳]

اس لیے اُن کے بھائیوں [یعنی حضرت یعقوبؑ کے بیٹے لاوی کو چھوڑ کر اُن کے باقی بیٹوں کی اولادوں] کے ساتھ اُن کو [یعنی 'بنی لاوی کے کاہنوں کو'، جیسا کہ اس باب کی پہلی آیت ہی میں درج ہے] میراث نہ ملے۔ خداوند اُن کی میراث ہے۔[۱۴]

یہاں لفظ 'بھائیوں' کا صریح مطلب ہے 'ان کے جدِ اعلیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے دوسرے قبیلے، نہ کہ ان کے اپنے قبیلے سے تعلق رکھنے والے ان کے بھائی بند یعنی بنی لاوی، کیونکہ ان کے لیے کسی بھی میراث کی ممانعت کر دی گئی ہے'۔

چونکہ یہاں خطاب بنی لاوی سے ہے اس لیے اُن کے 'بھائیوں' سے مراد اُن کے اپنے قبیلے (بنی لاوی) کے افراد نہیں ہو سکتے، بلکہ نسلِ یعقوب علیہ السلام کے (بنی لاوی کے علاوہ) دوسرے قبائل کے بھائی بند (کزنز) ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ بائبل میں اس مضمون کی بعض دوسری مثالیں بھی موجود ہیں، مثلاً:

But the children of Benjamin would not hearken to the voice of their brethren, the children of Israel.[۱۵]

لیکن بنی بن یمین نے اپنے بھائیوں بنی اسرائیل کا کہنا نہ مانا [یہاں بنی بن یمین کو اپنے کزنز یعنی بنی اسرائیل کے 'بھائیوں' کا نام دیا گیا ہے جو کہ دراصل اسرائیل کے بن یمین کے علاوہ دوسرے بیٹوں کی اولادیں۔ اور اسرائیل کے یہ دوسرے بیٹے اپنے جدامجد بن یمین کے بھائی تھے][۱۶]

بائبل کی کتاب گنتی میں بیان ہوا ہے:

They [the Levites] may minister with their brethren [the descendants of the

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

brothers of Levi from his father Israel (Jacob pbAh)] in the tabernacle of meeting, to attend to needs, but they themselves shall do no work.[17]

بلکہ [بنی لاوی] خیمۂ اجتماع میں اپنے بھائیوں [یہاں بھائیوں سے مراد بنی لاوی کو چھوڑ کر اسرائیل یعنی یعقوبؑ کے دوسرے بیٹوں کی اولاد ہے] کے ساتھ نگہبانی کے کام میں مشغول ہوں اور کوئی خدمت نہ کریں۔[18]

بائبل کی کتاب ا۔سلاطین میں درج ہے:

Ye [Rehoboam son of Solomon (pbAh) and the tribe of Judah and Benjamin] shall not go up, nor fight against your brethren the children of Israel.[19]

تم [رحبعام بن سلیمانؑ اور بن یمین اور یہوداہ کے قبائل] چڑھائی نہ کرو، اور نہ اپنے بھائیوں بنی اسرائیل سے لڑو [صاف ظاہر ہے کہ یہاں لفظ 'بھائیوں' سے بن یمین اور یہوداہ کے قبائل کو چھوڑ کر بنی اسرائیل کے دوسرے قبائل مراد ہیں، جو اُن کے کزن بنتے ہیں۔ اِس طرح یہاں 'بھائیوں' سے اُن کے اپنے قبیلے کے لوگ مراد نہیں بلکہ اُن کے کزن قبیلے کے لوگ مراد ہیں]۔[20]

تاہم یہ بات ذہن نشین رہے کہ لفظ 'بھائیوں' ایک عمومی اصطلاح ہے اور اس کا اطلاق حقیقی بھائیوں، حقیقی یا چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد بھائیوں، دور کے کزنوں یا کسی ایرے غیرے پر بھی ہوسکتا ہے۔ یہ اصل عبرانی لفظ 'اخ' کی ایک شکل ہے۔ 'سٹرونگ کی ڈکشنری' میں درج ہے:

A brother (used in the widest sense of literal relationship and metaphorical affinity or resemblance):- another, brother (-ly), kindred, like, other.[21]

ایک بھائی (حقیقی رشتہ داری اور مجازی تعلق یا مشابہت کے وسیع ترین مفہوم میں مستعمل ہے)، کوئی دوسرا، بھائی بند، رشتہ دار، مانند، غیر (دوسرا)۔

بائبل نے بھی یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ اسرائیلیوں کو دی جانے والی لمبی چوڑی ہدایات کے سیاق وسباق میں اللہ تعالیٰ ادومیوں کے بارے میں، جو یعقوب علیہ السلام کے بڑے بھائی عیسو کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسل سے تعلق رکھتے ہیں، حکم دیتا ہے:

Thou shalt not abhor an edomite; for he is thy brother;[22]

تو کسی ادومی سے نفرت نہ رکھنا کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے [ظاہر ہے 'ادومی' بنی اسرائیل سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ وہ تو اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے بڑے بھائی عیسو کی اولاد ہیں۔ اس کے باوجود یہاں اُنھیں بنی اسرائیل کا 'بھائی' کہا گیا ہے۔ اِس طرح یہاں بھی 'بھائی' سے مراد کزن قبیلے کے لوگ ہیں نہ کہ اپنے قبیلے کے لوگ]۔[23]

بائبل میں لفظ 'بھائیوں' خاص بنی اسماعیلؑ کے لیے بھی آیا ہے۔ اس طرح ان کے لیے بنی اسرائیل کے 'بھائیوں' کا لقب استعمال ہوا ہے۔ ہمارے موضوع سے متعلق اس سے بہتر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ بائبل کی کتاب پیدایش میں یہ بات ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

And the angel of the Lord said unto her [Hagar], I will multiply thy seed exceedingly, that it shall not be numbered for multitude. And the angel of the Lord said unto her, Behold, thou art with child, and shalt bear a son, and shalt call his name Ishmael; because the Lord hath heard thy affliction. And he will be a wild man; his hand will be against every man, and every man's hand against him, *and he shall dwell in the presence of all his brethren* [stress added].[24]

اور خداوند کے فرشتے نے اس [ہاجرہ] سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا، یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا۔ اور خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسماعیل [علیہ السلام] رکھنا، اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں[25] کے سامنے[26] بسا رہے گا۔[27]

لفظ 'بھائیوں' بائبل میں ایک مرتبہ اور بھی اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ سیاق و سباق کی رو سے یہاں بھی صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سارہ اور قطورا سے پیدا ہونے والے بیٹے ہی مراد لیے جا سکتے ہیں، جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سوتیلے بھائی تھے۔ دیکھیے مندرجہ ذیل عبارت میں یہی بات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہی گئی ہے:

> یہ اسماعیل [علیہ السلام] کے بیٹے ہیں اور ان ہی کے ناموں سے ان کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ اپنے اپنے قبیلے کے سردار ہوئے۔ اور اسماعیل [علیہ السلام] کی کل عمر ۱۳۷ برس کی ہوئی۔ تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جا ملا اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راستے پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں آباد تھی۔ یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔ [۲۸]

اس عبارت میں بھی 'اپنے سب بھائیوں کے سامنے' سے مراد ہے: 'اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے اُن کی بیوی سارہ سے پیدا ہونے والے اسحاق علیہ السلام اور قطورہ سے پیدا ہونے والے بیٹوں: زمران، یُقسان، مِدان، مدیان، اسباق اور سُوخ (پیدائش ۲:۲۵) کی بستیوں کے جنوب مشرق میں'۔ امر واقعہ بھی یہی ہے کہ بنو اسماعیلؑ اُن کے جنوب مشرق ہی میں آباد تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ بنو اسماعیل کے 'بھائیوں' سے مراد اِن کے اپنے قبیلے کے لوگ نہیں، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ان کے سوتیلے بھائیوں کی اولاد مراد ہے۔ اسی طرح اِس پیشین گوئی میں 'تیرے ہی بھائیوں سے' مراد بھی اسرائیلیوں کے جدِّ امجد حضرت اسحاق علیہ السلام کے سوتیلے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل ہی مراد ہے۔

مندرجہ بالا معروضات کی روشنی میں واضح طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ 'تیرے ہی بھائیوں میں سے' کی ترکیب اولادِ اسماعیلؑ ہی سے متعلق ہے۔ کتاب 'استثنا' کے اسی باب ۱۸ کی آیت ۲ میں یہ جو درج ہے کہ 'اس لیے ان [بنی لاوی] کے بھائیوں کے ساتھ ان کو میراث نہ ملے' تو اس میں لفظ 'بھائیوں' سے مراد بنی لاوی کو چھوڑ کر باقی یہودی قبائل ہی ہو سکتے ہیں، اور یہاں بنی لاوی بالکل واضح طور پر اس لفظ 'بھائیوں' میں شامل نہیں ہیں۔ اسی طرح مندرجہ بالا زیر بحث عبارت سے بنی اسرائیل خارج قرار پاتے ہیں۔ پس 'تیرے ہی بھائیوں میں سے' کی ترکیب سے صرف 'اولادِ اسماعیلؑ میں سے' ہی کوئی مراد ہو سکتا ہے، اور اس کے نتیجے کے طور پر لفظ 'ایک نبی' کا تعلق صرف اولادِ اسماعیلؑ ہی کے نبی سے ہو سکتا ہے۔ جو حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں ایک دلچسپ نکتہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بائبل میں تبدیلیوں، حذف واضافہ اور الحاقات کا عمل بڑی آزادی سے کیا جاتا رہا ہے۔ بائبل کا کوئی معقول عالم اس حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔ یہاں ایک مثال دی جارہی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حرکت نہ صرف ماضی میں کی جاتی رہی ہے، بلکہ آج بھی پوری دیدہ دلیری سے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جاری ہے۔ 'دی لِونگ بائبل' (*The Living Bible*)، بائبل کا ایک نسبتاً جدید ترجمہ ہے۔ یہ 'جملہ حقوق محفوظ' کے ساتھ ۱۹۷۱ء میں Illinois سے شائع ہوا ہے۔ یہ ۱۹۷۲ء میں '*The Way*' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ بعدازاں اس کی سولھویں طباعت مارچ ۱۹۷۶ میں شائع ہوئی، جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس کے سینتیس لاکھ ساٹھ ہزار نسخے چھپ چکے ہیں۔ موجودہ مضمون کے مصنف کے پاس اس کی سولھویں طباعت کا ایک نسخہ ہے۔ اس میں آیت ۱۵ کا ترجمہ یوں بیان کیا گیا ہے:

> Instead he will raise up for you a Prophet like me , *An Israeli* (stress added), a man to whom you must listen and whom you must obey.[۲۹]

> اس کے بجائے وہ تمھارے لیے میری مانند ایک نبی مبعوث فرمائے گا، جو ایک اسرائیلی ہوگا، وہ ایسا شخص ہوگا جس کی بات تمھیں ضرور سننا ہوگی اور جس کی اطاعت تمھیں ضرور کرنا ہوگی۔

۱۹۹۶ء میں مختلف فقہی اور مسلکی پس منظر رکھنے والے انجیل کے ۹۰ علما نے اس پر نظر ثانی کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ انھیں 'دی لونگ بائبل' (*The Living Bible*) پر نظر ثانی کا مشن ۱۹۸۹ء میں تفویض کیا گیا تھا۔ اُنھوں نے اس ترجمے پر اس طرح نظر ثانی فرمائی:

> The LORD your God will raise up from you a Prophet like me *from among your fellow Israelies* [stress added] and you must listen to 'that Prophet.[۳۰]

> خداوند تمھارا خدا تمھارے لیے تمھارے اسرائیلی ساتھیوں میں سے میری مانند ایک نبی مبعوث فرمائے گا۔ تم اس کی بات ضرور سننا۔

کوئی شخص اس کی کیا وضاحت کرسکتا ہے کہ 'ایک اسرائیلی' یا 'اسرائیلی ساتھیوں' کے الفاظ عبارت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کہاں سے در آئے ہیں۔

'دی نیو انگلش بائبل' (بائبل کا یہ ترجمہ مسیحی دنیا کے قریباً تمام اہم کلیساؤں کی مشترکہ کمیٹی نے تیار کیا اور منظور کیا تھا) نے اپنے آیت ۱۵ کے ترجمے میں سے 'تمھارے بھائیوں میں سے' کی انتہائی اہم ترکیب حذف کر دی ہے۔ یہ اس طرح کی تبدیلیوں کی ایک مزید مثال ہے۔ اس میں لکھا ہے:

(..) will raise up a Prophet from among you like myself, and you shall listen to him. [۳۱]

تمھارے درمیان سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا اور تمھیں اس کی بات ضرور سننا ہو گی۔

بعض دوسرے تراجم نے بھی آیت ۱۵ کے ترجمے سے 'تمھارے بھائیوں' کی ترکیب حذف کر دی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ایسے مترجمین نے 'تمھارے بھائیوں کے درمیان سے' کی ترکیب ایسی ادبی جادوگری کے ذریعے سے علمی دُنیا کی کھلی آنکھوں کے سامنے سے غائب کر دی ہے کہ بلاشبہ ان مترجمین کی اس چابک دستی کی داد دی جانی چاہیے۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر اس موعود نبی نے اسرائیلیوں میں سے آنا ہوتا تو پیشین گوئی کی عبارت کچھ اس طرح ہونی چاہیے تھی:

میں اُن کے لیے اُن کے اپنے درمیان ہی میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور وہ ایسی تمام باتیں انھیں بیان کر دے گا جن کا میں اسے حکم دوں گا۔

ہر طرح کے ابہام، غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے یہ بہت ضروری تھا۔ جیسا کہ 'سٹرونگ کے لغات' کے حوالے سے پہلے وضاحت کی جا چکی ہے کہ بھائیوں کا لفظ ایک کثیر المعنی لفظ ہے اور اس سے یقیناً ابہام اور پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ بذاتِ خود ابہام اور پیچیدگی پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کو تو بالکل دوٹوک اور بے لاگ انداز میں بات کو واضح کر دینا چاہیے تھا، لیکن بائبل کے اصل الفاظ یہودی اور نصرانی علما کے اس دعوے سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے کہ موعود نبی کو خود اسرائیلیوں میں سے ہونا چاہیے۔ بائبل کے اصل الفاظ تو یہ ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اُن کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا۔ وہی وہ اُن سے کہے گا۔[۳۲]

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ بغیر سوچے سمجھے اور بے دھیانی میں نہیں استعمال فرمائے ہیں۔ اس نے یہ الفاظ سوچ سمجھ کر اور فیصلہ کُن انداز میں کہے ہیں۔ یہ الفاظ یہود و نصاریٰ کے اس دعوے کا ہر امکان مسترد کر دیتے ہیں کہ 'موعود نبی بنی اسرائیل ہی کے درمیان سے ہوگا'۔

'ان کے بھائیوں کے درمیان سے' کے سلسلے میں ایک اور نکتہ بھی قابل توجہ ہے۔ سابقہ انبیا کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کو متنبہ کیا ہے:

اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم [اس 'قوم' کا بطور واحد استعمال قابل توجہ ہے۔ واضح رہے یہاں صیغہ جمع 'اقوام' استعمال نہیں ہوا۔ KJV, RSV, NWT, NIV, GNB اور NJB میں بھی a nation/ a people بصیغۂ واحد ہی استعمال ہوا ہے] کو جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی۔[۳۳]

اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ خدا کی بادشاہی یا نبوت اب اولادِ اسرائیل سے لی جانے والی ہے اور ان کے بھائیوں (اولادِ اسماعیلؑ) کی طرف منتقل کی جانے والی ہے۔ اس آیت کا سیاق و سباق بالکل واضح کر دیتا ہے کہ اس کا تعلق اسرائیلیوں کے بھائیوں کے علاوہ اور کسی سے نہیں۔ اسی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بات ایک اور جگہ بھی واضح فرمائی ہے:

ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان لگایا اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا۔ اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا۔ اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا [یہودی اپنے انبیائے کرام سے یہی سلوک روا رکھتے رہے]۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو پہلوں سے زیادہ تھے اور اُنھوں نے ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ آخر اُس نے اپنے بیٹے [۳۴] کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا یہی وارث ہے۔ آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کرلیں۔ اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔[۳۵] پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟[۳۶]

اس سوال کا جواب اتنا سادہ اور فطری ہے کہ وہ (سامعین)، کسی بھی ایسے دوسرے شخص کی طرح، جو اِسے سنے گا، بے ساختہ پکار اُٹھیں گے:

> (...) اُن بدکاروں[۳۷] کو بُری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے[۳۸] باغبانوں[۳۹] کو دے گا جو موسم پر اُس کو پھل دیں۔ یسوع نے اُن سے کہا! کیا تم نے کتابِ مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا،[۴۰] وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا، اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔[۴۱] اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اُس قوم کو جو اُس کے پھل لائے، دے دی جائے گی۔[۴۲]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ اِتنے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ ان کی کسی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر کسی نے پہلے سے کسی متعین تشریح کی حمایت کا فیصلہ کیا ہوا ہو، تو اس سلسلے میں کوئی کیا کر سکتا ہے۔

۳۔ ایک نبی (A Prophet)

پیشین گوئی کے بالکل درست اطلاق کے تعین کے لیے 'ایک نبی' ایک اور اہم نکتہ ہے، جس کا پوری توجہ سے تجزیہ ضروری ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ نہیں فرما رہے کہ اللہ تعالیٰ 'انبیا' مبعوث فرمائے گا، بلکہ وہ لفظ 'ایک نبی' فرما رہے ہیں، یعنی آئندہ آنے والا شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا 'ایک اور صرف ایک نبی' ہوگا۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ سلسلۂ اسرائیل (یہود) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد متعدد انبیا آ چکے ہیں۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ موعود نبی صرف 'ایک نبی' ہونا چاہیے، جو صرف ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یکتا ہو۔ جس کے متعلق یہ بھی ضروری ہے کہ وہ 'اُن کے بھائیوں میں سے' ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ 'موسیٰ علیہ السلام کی مانند' ہو۔ اب یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہود کے بھائیوں میں سے 'ایک اور صرف ایک' کی شرط صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہی پر پوری اترتی ہے، جو بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیلؑ میں سے ہیں۔ جہاں تک اسرائیلی انبیا کا تعلق ہے، اُن میں سے کسی ایک کے بارے میں 'ایک ہونے' اور 'صرف ایک ہی ہونے' کے وصف کا دعویٰ کسی طرح بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اولادِ اسحٰقؑ و یعقوبؑ (اسرائیل) میں سے درجنوں انبیاؑ مبعوث ہو چکے ہیں۔ 'ایک نبی' ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے دوسرے تمام انبیاؑ سے ممتاز ہو۔ جو سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کی اس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں، جو اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام بن اسحاق علیہ السلام سے منسوب ہے۔ یہ تو صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں جو نسل ابراہیمؑ سے بھی تعلق رکھتے ہیں، آپ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہیں، مبعوث بھی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوئے ہیں اور جو پوری نسلِ اسمٰعیلؑ میں صرف 'ایک نبی' ہونے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں۔

۴۔ موسیٰ علیہ السلام کی مانند (Like unto Moses)

اس کا مطلب یہ ہے کہ موعود نبی میں کوئی ایسا بے مثال اور خصوصی انبیائی وصف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مشترک ہوگا، جس کا مستقبل میں آنے والا کوئی اور نبی دعویٰ نہ کر سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک ایسی نمایاں اور یکتا و بے مثال خصوصیت ہے، جس کی اپنے اندر موجودگی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا اولادِ اسرائیل کا کوئی دوسرا نبی دعویٰ نہیں کر سکتا اور جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا کوئی اسرائیلی نبی 'اُن کی مانند' نہیں ہو سکتا۔ وہ وصف کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تھے جو لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا قانون لے کر آئے تھے۔ ان کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ پوری انسانی تاریخ میں اولادِ ابراہیمؑ میں سے کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا، جو یہ دعویٰ کر سکے کہ وہ لوگوں کے لیے اصلی اور مکمل خدائی شریعت[۲۳] لے کر آیا ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہو۔ نہ تو کبھی کسی نے اس کا دعویٰ ہی کیا اور نہ یہ بات کسی پر صادق آتی ہے۔ تاریخ میں ایسے کسی مدعی یا اُمیدوار کا وجود ہی نہیں جو اسرائیلیوں کے بھائیوں میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک آتشیں شریعت کے ساتھ مبعوث ہونے کا دعویدار ہو اور جسے بنی اسمٰعیل، جو بنی اسرائیل کے حقیقی طور پر بھائی ہیں، میں سے اس واحد و یکتا نبی کے حریف کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ غیر جانب دار اور غیر متعصب عالم اس کی تردید نہیں کر سکتا۔ اس مضمون کی توضیح کے لیے ذیل میں ایک اقتباس درج ہے:

The Scriptural record of Moses [pbAh] is clear and precise, and he is the dominant character of the books from Exodus to Deuteronomy. (...) He (...) received the education and upbringing of an Egyptian prince. He (...) received from God the Decalogue or Ten Commandments. (...), and that he certainly performed a work which still affects the life and thought of the world. He stands right at the beginning of monotheism-(...), but he is the one who persuaded the Hebrews that there is but one God, and so made it possible for them to produce, and then to reject the Son of God. He is one of the shapers of world thought; he is a religious pioneer. (...). His leadership, and the conquest, are historic. It is worth noting that when the prophets railed against the twists and turns that religion had taken, their accusation was that the nation had fallen away from something old, simple and pure-namely, the faith that had been taught them by Moses [pbAh]. As a statesman and Lawgiver Moses [pbAh] is the creator of the Jewish people. He found a loose conglomeration of Semitic people, none of whom had ever been anything but a slave, and whose ideas of religion were a complete confusion. He held them out and he hammered them into a nation, with a law and a national pride, and a compelling sense of being chosen by a particular God who was supreme. *The only man of history who can be compared even remotely to him is Mahomet* [stress added]. The Scripture account tends to elaborate for the sake of impression, but behind all the elaborations stands a man of tremendous worth and achievement, whose mark upon the life of the world is as important as it is incalculable.[44]

تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ریکارڈ واضح اور جامع ہے۔ کتاب خروج سے کتاب استثنا تک ان کا کردار اور ان کی شخصیت مرکزی اہمیت رکھتی ہے (...)۔ ان کی (...) تعلیم و تربیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مصری شہزادے کے طور پر ہوئی۔ان پر (...) اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکامِ عشرہ یعنی دس احکام نازل فرمائے گئے، (...) اور یہ کہ انھوں نے یقیناً ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو آج تک دُنیا کے افکار وحیات کو متاثر کر رہا ہے۔ وہ عقیدۂ توحید کے بالکل ابتدائی مقام پر فائز ہیں۔(...)، لیکن یہ حضرت موسیٰ ؑ ہی ہیں جنھوں نے اسرائیلیوں (عبرانیوں) کو اس بات پر قائل کیا کہ خدا صرف ایک ہے۔اسی وجہ سے ان (اسرائیلیوں) کے لیے ممکن ہوا کہ وہ پہلے تو ابن اللہ کے تصور کو جنم دیں اور پھر جب وہ آئے تو اسے رد بھی کر دیں۔ وہ عالمی فکر کو تشکیل دینے والوں میں سے ایک ہیں؛ ایک مذہبی نقیب ہیں۔(...)۔ان کی قیادت اور فتح تاریخی ہیں۔ یہ بات انتہائی قابلِ غور ہے کہ جب بھی انبیا نے دین میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور بدعات کے خلاف ملامتی لہجہ اختیار کیا تو انھوں نے الزام یہ لگایا کہ قوم ایک قدیم، سادہ اور خالص شے یعنی اس دین سے جس کی حضرت موسیٰ ؑ نے تعلیم دی تھی، دور جا پڑی ہے۔ایک سیاست دان اور شارع کی حیثیت سے حضرت موسیٰ ؑ یہودی قوم کے بانی ہیں۔آپ ؑ کو سامی النسل لوگوں کی ایک ڈھیلی ڈھالی مخلوط سی ایک بھیڑ ملی تھی، جس کا کوئی فرد بھی ایک غلام کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا اور جس کے مذہبی نظریات ابہام اور منتشر خیالی کی ایک مکمل تصویر تھے۔اس نے لوگوں کی اس غیر منضبط بھیڑ کو ان تمام چیزوں سے نجات دلائی اور اسے ایک باضابطہ قوم کی شکل میں ڈھال دیا۔اس قوم کے پاس اب ایک قانون تھا۔ایک قومی سرمایۂ افتخار تھا اور ایک خاص بلند و برتر خداوند کے منتخب ہونے کا ایک قوی احساس تھا۔صرف **محمد [رسول اللہ ﷺ] ہی تاریخ انسانی کے وہ واحد فرد ہیں جن کا ان [حضرت موسیٰ ؑ] کے ساتھ کوئی دُور پار کا بھی موازنہ کیا جا سکے۔**"[5] بیان میں تاثیر پیدا کرنے کی غرض سے تورات کا رجحان یہ ہے کہ واقعے کو تفصیل سے بیان کیا جائے۔اس تمام تر تفصیل کے تناظر میں ایک ایسا شخص فروکش نظر آتا ہے جس کی قابلیت اور کامرانیاں عظیم ہیں اور جس کی حیاتِ عالم پر چھاپ اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ بے حد و حساب ہے۔

۵۔ حضرت عیسیٰ ؑ کسی بھی لحاظ سے حضرت موسیٰ ؑ کی مانند ایک نبی نہیں

حضرت عیسیٰ ؑ اپنی پیدائش سے لے کر اپنی موت تک اکثر نمایاں پہلوؤں کے لحاظ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہونے کے بجائے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مختلف ہیں۔ اس کے برعکس محمد رسول اللہ ﷺ اکثر و بیشتر نمایاں پہلوؤں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔ کچھ اوصاف تو ایسے ہیں جو اکثر انبیا بشمول حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ میں مشترکہ طور پر موجود ہیں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سلسلے میں استثنائی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلی نمایاں بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، محمد رسول اللہ ﷺ اور قریباً تمام دوسرے انبیا عام انسانوں کی طرح فطری طریقے سے ماں اور باپ کے توسط سے پیدا ہوئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عام معمول کے خلاف بن باپ کے ایک کنواری ماں یعنی حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ دوسری نمایاں بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، محمد رسول اللہ ﷺ اور دوسرے قریباً تمام نبی عام انسانوں کی طرح فوت ہوئے، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات خود مسیحیوں کے نزدیک کچھ مختلف نوعیت کی تھی۔ تیسری نمایاں بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کوہِ سینائی پر عطا ہوئی تھی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کوہِ حرا (جسے آج کل جبلِ نور کہا جاتا ہے) کی ایک غار میں نبوت کے لیے مبعوث فرمایا گیا۔ دونوں کو شہری زندگی سے باہر کسی پہاڑ پر نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ جو کچھ بھی ہو اس سے مختلف ہے۔

دوسری طرف نبوت کا ایک نمایاں پہلو ایسا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور جس میں نسلِ ابراہیمؑ کا کوئی اور نبی بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان دونوں کا شریک نہیں، اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ 'شریعت' صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی گئی۔

معاملے کی جتنی بھی چھان بین کی جائے یہ بات اُجاگر ہوتی جائے گی کہ 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند' ہونے کی خصوصیت صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی میں پائی جاتی ہے، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا اطلاق کسی طرح ممکن نہیں۔ اس سلسلے میں کئی اور پہلوؤں سے بھی بات ہو سکتی ہے، لیکن موجودہ تحریر کی مختصر اور محدود نوعیت کے پیشِ نظر ان سے تعرض نہیں کیا جا رہا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦۔ یہود کا دعویٰ کہ 'حضرت یوشعؑ وہ موعود نبی ہیں'

یہاں ایک اور نکتے پر بھی مختصر گفتگو ضروری ہے۔ بعض یہود کا دعویٰ ہے کہ اس پیشین گوئی کا اطلاق حضرت یوشعؑ[٤٦] بن نون پر ہوتا ہے اور یہ ان کی ذات میں پوری ہوئی ہے، لیکن پیشین گوئی کے الفاظ اور اس کا سیاق وسباق اس کی تائید نہیں کرتے۔ حضرت یوشعؑ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم عصر اور آپ سے چھوٹے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انھیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذاتِ خود اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ وہ بذاتِ خود ایک مستقل بالذات نبی نہ تھے، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد، خادم خاص اور جانشین تھے۔ ان پر کوئی شریعت نازل نہیں کی گئی تھی۔ اس طرح وہ کسی بھی لحاظ سے 'مثیلِ موسیٰ علیہ السلام' نہ تھے۔ پیشین گوئی کے الفاظ 'خداوند تیرا خدا، تیرے لیے، تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا' واضح طور پر اس بات کی دلالت کر رہے ہیں کہ ان کا تعلق کسی مستقبل کے واقعے سے ہے، جبکہ جس وقت یہ پیشین گوئی کی گئی تھی اس وقت حضرت یوشعؑ عملاً وہاں موجود تھے۔ ملاکی (Malachi) کی کتاب بائبل کے 'عہد نامۂ قدیم' کے 'انبیائے صغیرہ' کے سلسلے کی آخری کتاب ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ پیشین گوئی مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہے (جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'عہد کا نبی' ان کے عہد تک ابھی آنا باقی تھا۔ اس طرح حضرت یوشعؑ وہ 'ایک نبی' نہیں ہو سکتے تھے):

> دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا۔ اور خداوند جس کے تم طالب ہو، ناگہاں اپنی ہیکل[٤٧] میں آ موجود[٤٨] ہوگا۔ ہاں عہد کا رسول، جس کے تم آرزومند ہو، آئے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔[٤٩]

جہاں تک ملاکی (Malachi) کی کتاب کی تاریخِ تدوین کا تعلق ہے، میکنزی لکھتا ہے:

> The book is dated by the critics after the rebuilding of the temple in 516 BC, during the Persian period and before the reforms of Nehemiah and Ezra, i.e. berfore 432 BC.[٥٠]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقادوں نے اس کتاب کی تدوین کی تاریخ ہیکل کی ۵۱۶ قبل مسیح میں تعمیر ثانی کے بعد فارسیوں کے عہد کے دوران میں اور نحمیاہ اور عزرا کی اصلاحات سے پہلے، یعنی ۴۳۲ ق م سے پہلے، بتائی ہے۔

اس کتاب (ملاکی) میں 'عہد کے رسول' کے متعلق پیشین گوئی کے اندراج سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۴۳۲ ق م تک بھی اسرائیلی اس نبی کا انتظار کر رہے تھے اور اس کا آنا ابھی باقی تھا۔ مزید برآں بائبل کی 'کتاب استثنا' کے اختتامیہ میں درج ہے:

> اور اس وقت سے اب تک اسرائیل میں کوئی نبی 'موسیٰ' کی مانند' جس سے خداوند نے رُو برو باتیں کیں نہیں اُٹھا۔ [۵۱]

غالب امکان یہ ہے کہ یہ اختتامیہ حضرت عزیر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ، نو سو سال بعد لکھا ہوگا۔ اس طرح یہ پیشین گوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آٹھ، نو سو سال بعد تک پوری نہ ہوئی تھی۔ کسی شخص نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ 'عہد کا رسول' ہے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی شخص اس کی شرائط پر پورا اُترا۔ بائبل کا قریباً ہر عالم سمجھتا ہے کہ یہ پیشین گوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد کے بعد بھی پوری ہوئے بغیر ہی رہی۔ 'بائبل نالج کمنٹری' میں لکھا ہے:

> During the first century A.D. The official leaders of Judaism were still looking for the fulfillment of Moses' [pbAh] prediction (cf. John 1:21) [۵۲]

> پہلی صدی عیسوی کے دوران میں، یہودیت کے سرکاری زعما ابھی تک حضرت موسیٰ کی پیشین گوئی کی تکمیل کے منتظر تھے (انجیل یوحنا ۱:۲۱)۔

اس بات کی تصدیق، کہ یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک میں بھی پوری نہ ہوئی تھی اور یہودی ابھی تک اس پیغمبر کی آمد کے منتظر تھے، 'یوحنا' کی 'انجیل' کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے:

> اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا (....) کہ اگر تو نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟[۵۳]

اوپر کے مندرجات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ 'موسیٰؑ کی مانند رسول' حضرت عیسیٰؑ کے دَور تک مبعوث نہ ہوئے تھے۔

۷۔ مسیحیوں کا دعویٰ: 'حضرت عیسیٰؑ ''وہ عہد کے نبی'' ہیں'

اب مسیحی علما کا صرف یہ دعویٰ توضیح طلب رہ گیا کہ یہ پیشین گوئی حضرت یسوع مسیحؑ کی ذات میں پوری ہوگئی تھی۔ عہد نامۂ جدید کی محفوظ طریقے سے جمع و تدوین اور منتقلی کے سوال کو نظر انداز کر بھی دیا جائے تو بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ پورے 'عہد نامۂ جدید' میں حضرت مسیحؑ نے نہ تو کہیں 'حضرت موسیٰؑ کی مانند ایک موعود نبی' ہونے کا دعویٰ ہی کیا ہے اور نہ اپنے آپ کو اس حیثیت سے پیش ہی کیا ہے: جیسا کہ بپتسمہ دینے والے یوحنا (حضرت یحییٰؑ) اور یہودی نمائندگان کے درمیان ہونے والے مندرجہ بالا مکالمے سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہودی اس وقت تین اشخاص کے منتظر تھے:

(۱) ایلیاہ (۲) مسیح (۳) 'وہ نبی'

ایلیاہ تو خود بپتسمہ دینے والے یوحنا ہی تھے، جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے واضح کر دیا۔ مسیحؑ تمام عیسائیوں کے مطابق خود حضرت عیسیٰؑ ہی تھے۔ اب صرف تیسری شخصیت باقی رہ جاتی ہے، یعنی 'وہ حضرت موسیٰؑ کی مانند والا عہد کا رسول'۔ فطری طور پر حضرت عیسیٰؑ یہ تیسری شخصیت ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ وہ تو پہلے ہی دوسری شخصیت یعنی مسیحؑ ہونے کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ یہود جن تین شخصیتوں کا انتظار کر رہے تھے وہ تین الگ الگ شخصیات تھیں، جن میں سے دو کا تعین پہلے ہی بپتسمہ دینے والے یوحنا (حضرت یحییٰؑ) اور حضرت عیسیٰؑ کی شخصیات میں ہو چکا تھا۔ اب صریحاً صرف تیسری شخصیت کے تعین کا معاملہ باقی رہ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی ذات میں مسیح اور 'وہ نبی' دونوں کی اجتماعی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت اختیار کر لی ہے، تو اسے اپنے دعوے کی تائید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی دوٹوک اور غیر مبہم اعلان پیش کرنا چاہیے، جو رُوئے زمین کا کوئی بھی شخص کبھی پیش نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اس وقت بھی 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ موعود و منتظر نبی' ہونے کا اعلان نہ کیا جب انھیں اپنی پوزیشن واضح کرنے کو کہا گیا۔ بائبل کا بیان ہے:

> اور یوحنا نے قید خانے میں مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت اس سے پچھوا بھیجا۔ کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کر دو۔ کہ اندھے دیکھتے اور لنگڑے چلتے پھرتے ہیں۔ کوڑھی پاک صاف کیے جاتے ہیں اور بہرے سنتے ہیں اور مردے زندہ کیے جاتے ہیں اور غریبوں کو خوش خبری سنائی جاتی ہے۔ اور مبارک وہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔[۵۴]

یہ بات بالکل واضح تو نہیں کہ بپتسمہ دینے والے یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کی اس سوال سے کہ 'کیا تو وہ ہے جس نے آنا ہے یا ہم کسی اور دوسرے کا انتظار کریں؟' کیا مراد ہے۔ 'وہ جسے آنا ہے' سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں: (۱) مسیح علیہ السلام یا (۲) موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی، کیونکہ دونوں کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ یہ بات واضح نہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اشارہ کس کی طرف تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس مبہم سوال کا جواب غیر مبہم انداز میں دینا چاہیے تھا اور اپنی پوزیشن حتمی طور پر واضح کر دینی چاہیے تھی۔ اس کے بجائے روایت یہ ہے کہ انھوں نے ایک عجیب اور غیر واضح اسلوب اختیار کیا۔ وہ ایک ذو معنیین جواب دیتے ہیں۔ اس سے پہلے انھوں نے کہیں بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کیا تھا کہ وہ 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہیں۔ البتہ مسیح کے نام سے انھیں ان کے تمام پیروکار اور شاگرد پکارتے تھے، جیسا کہ 'عہد نامۂ جدید' میں متعدد مرتبہ مذکور ہے۔ انھیں کھول کر یہ بات کہنی چاہیے تھی کہ:

> نہ تو میں نے کبھی 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ یہ بات ہے کہ جو کام میں کر رہا ہوں وہ موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔ پھر تم مجھے 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیسے قرار دے سکتے ہو؟ جہاں تک میرے 'مسیح' ہونے کا تعلق ہے، تو یہ بات ہر کوئی جانتا ہے اور میرے کام بھی میری اس حیثیت کی تصدیق و تائید کرتے ہیں۔

'کتابِ اعمال' میں ایک اور واضح اور دوٹوک عبارت بھی ہے، جس میں پطرس وضاحت کرتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کی مانند 'وہ نبی' نہیں ہیں۔ انھیں تو ہنوز آنا ہے۔ پطرس کہتا ہے:

> پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تا کہ تمھارے گناہ مٹا دیے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں۔ اور وہ اس مسیح کو جو تمھارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمھارے بھائیوں میں سے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔ اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا اُن سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے۔ [55]

اس عبارت کے اہم نِکات مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ پطرس لوگوں کو نصیحت کرتا ہے کہ 'انھیں توبہ کرنی چاہیے اور خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے تا کہ ان کے گناہ دھو دیے جائیں اور تا کہ خداوند تعالیٰ ان کو اپنے حضور سے سہولت و تازگی کے دن عطا فرمائے'۔

۲۔ 'سہولت و تازگی کے دن' سے پطرس کی مراد ہے 'جب خداوند تعالیٰ وہ مسیح بھیجے گا جو پہلے سے مقرر ہے' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ [56]

۳۔ جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ ہو جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے، اس وقت تک مسیح کا آسمان میں رہنا ضروری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ 'سب چیزوں کی بحالی' کا مثال کے طور پر ایک مظہر یہ ہے کہ 'خداوند خدا تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیے مجھ سا [حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند] ایک نبی پیدا کرے گا'۔

۵۔ لوگوں کو وہ سب کچھ سننا چاہیے جو وہ نبی اُن سے کہے، کیونکہ 'جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ لوگوں میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا' (بالکل اسی طرح جیسے ان لوگوں کو، جنھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول نہ کی تھی، نیست و نابود کر دینے کا قرآن کریم کی سُورۂ توبہ میں حکم دیا گیا تھا)۔

۶۔ حقیقت یہ ہے کہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا انھوں نے 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی' کے آنے کی پیشین گوئی کی۔

صورت حال جو کچھ بھی ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حینِ حیات اُس 'عہد کے رسول' کی آمد ہنوز باقی تھی۔ یہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں جو 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند اُس نبی' کی تمام شرائط پر پورا اُترتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ ہی ہیں جو اسرائیل کے بھائیوں میں سے مبعوث ہونے والے 'واحد نبی' ہیں اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے ہیں اور جنھیں خداوند تعالیٰ نے خود بھی 'موسیٰ علیہ السلام کی مانند' قرار دیا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا ○ فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ○ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ○ السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ○ إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا ○ [57]

ہم نے تم لوگوں کے پاس اُسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ فرعون نے اُس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اُس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔ اگر تم (بھی) ماننے سے انکار کرو گے تو اُس دن کیسے بچو گے جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس (دن) کی سختی سے آسمان پھٹا جا رہا ہوگا؟ اللہ کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہنا ہے۔ یہ ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر لے۔

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ 'موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی' بپتسمہ دینے والے یوحنا کے زمانے تک مبعوث نہیں ہوا تھا۔ یہودی علما اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا بپتسمہ دینے والے یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) سے یہ استفسار کہ کیا وہی 'وہ نبی' ہے، اُن کے اس انتظار کا ثبوت ہے۔ بپتسمہ دینے والے یوحنا نے صاف طور پر واضح کر دیا تھا کہ وہ 'وہ نبی' نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام 'کرائسٹ' یعنی 'مسیح' تھے اور اُنھوں نے اس بات کا کبھی کوئی دعویٰ یا اعلان نہیں کیا تھا کہ وہ 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دنیائے یہود و نصاریٰ میں آج تک 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' برپا نہیں ہوا۔ ضروری تھا کہ 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی معقول مدت میں مبعوث ہو گیا ہوتا۔ زمینی حقائق یہ ہیں کہ:

۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ آج تک کسی شخص نے 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

۲۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی شخص 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہونے کی لازمی خصوصیات و شرائط پر پورا نہیں اترتا۔

۳۔ محمد رسول اللہ ﷺ 'اس نبی' کے طور پر مبعوث ہو چکے ہیں اور انھوں نے عملاً بھی 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی' ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جیسا کہ اُوپر واضح کیا جا چکا ہے۔

۴۔ محمد رسول اللہ ﷺ 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہونے کی تمام ضروری شرائط اور خصوصیات پر پورے اُترتے ہیں۔

اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ تسلیم نہ کیا جائے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ بائبل کا یہ بیان سچا نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے (کیونکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی تین ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ میں پوری نہ ہوسکی تو آخر کب پوری ہو پائے گی)۔ اب یہ قاری کا کام ہے کہ وہ احتیاط اور انصاف سے فیصلہ کرے، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اس بارے میں اس پیشین گوئی کے فوراً بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں تنبیہ فرمادی ہے:

> اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔

حاسبوا قبل ان تحاسبوا (حساب لیے جانے سے پہلے خود ہی اپنا محاسبہ کرلو)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی باب دُوُم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی ﷺ

۱۔ یہ لفظ 'حساب لوں گا' کچھ مبہم سا محسوس ہوتا ہے۔ اصل عبرانی عبارت میں اس کے لیے 'درش' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ 'سٹرونگ کی بائبل کے عبرانی الفاظ کی ڈکشنری' میں (اندراج ۱۸۷۵، صفحہ ۳۱ پر) اس کے معانی دیے گئے ہیں: 'دریافت کرنا، سوال کرنا'۔ L.Kochler اور W. Baumgartner کی 'The Heb. & Aramaic Lexicon' (لیڈن، برل: ۲۰۰۱ء) میں صفحہ ۲۳۳ پر اس کے معانی ہیں: 'to enquire about, to investigate, to require account, to avenge upon, etc.' (کے متعلق دریافت کرنا، تفتیش کرنا، حساب طلب کرنا، انتقام لینا، وغیرہ)۔ بائبل کے بعض تراجم نے اس لفظ کی مناسب توضیح کر کے ابہام دور کرنے کی کوشش کی ہے NIV نے اس ترکیب کا ترجمہ کیا ہے: 'I myself will call him to account' یعنی 'میں خود اس کا حساب لوں گا'۔ GNB نے اس کا مطلب بیان کیا ہے: 'and I will punish anyone who refuses to obey him' یعنی 'اور میں ہر اُس شخص کو سزا دوں گا جو اُس کی اطاعت سے انکار کرے گا'۔ 'دی نیو اوکسفرڈ اینوٹیٹڈ بائبل' (NOAB) ایڈیشن سوم نے اس کی تاویل کی ہے: 'I myself will hold accountable' یعنی 'میں خود [اس سے] جواب طلبی کروں گا'۔ ناکس (Knox) نے اپنے تفسیری ترجمے کے صفحہ ۱۶۴، پر اس کا مطلب بیان کیا ہے: 'shall feel my vengeance' یعنی '[وہ] میرا انتقام محسوس کرے گا'۔ 'دی نیو لونگ ٹرانسلیشن' (صفحہ ۱۱۶) پر درج ہے:

> I will personally deal with anyone who will not listen to the messages The Prophet claims on my behalf.
>
> میں ہر اُس شخص سے ساتھ ذاتی طور پر نمٹوں گا جو اس نبی کے ان پیغامات کو نہیں سنے گا جو وہ میری طرف سے پیش کرے گا۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ معاملہ 'اختیاری' نہیں، بلکہ ایک لازمی، بہت اہم اور حسّاس معاملہ ہے۔ جو بھی اس 'نبی' کی، جب وہ آئے گا، سمع و طاعت نہیں کرے گا، اس سے اس کا حساب لیا جائے گا اور اسے اس بے اعتنائی کی مناسب حال سزا دی جائے گی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معاملہ بہت اہم اور سنجیدہ نوعیت کا ہے۔ اور مخاطب سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس کے بارے میں ہشیار، آگاہ اور چوکنا رہے۔

۲۔ 'کتابِ مقدس'، استثنا ۱۸: ۱۵ تا ۲۲۔

3 Deu. 18.15-22, KJV/AV.

۴۔ اس لفظ 'درمیان' کے لیے عبرانی زبان میں 'قریب' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی 'سٹرونگ (Strong) کے لغت'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اندراج ۱۳۰۷، صفحہ ۱۰۵ پر 'قریب ترین حصہ' درج ہیں، اور اندراج ۱۲۶۷ میں ہے 'قرب' جس کے معنی درج کیے گئے ہیں: 'ایک بنیادی مادہ، قریب پہنچنا یا لانا، قریب ہونا'۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'قرب' اس کا بنیادی مفہوم ہے اور اس لحاظ سے 'تیرے درمیان سے' کا مفہوم ہوگا 'تیرے قریبی رشتہ داروں میں سے'۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ 'ایک نبی' اسرائیلیوں کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوگا۔ جو یقینی طور پر نسلِ اسماعیلؑ کے اکلوتے نبی یعنی حضرت محمد ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔

۵۔ (ا) 'کتابِ مقدس'، استثنا ۱۸:۱۸ میں درج ہے: 'میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔'

(ب) 'کتابِ مقدس' اعمال ۳:۲۲ میں درج ہے: 'چونکہ موسیٰ [علیہ السلام] نے کہا کہ خداوند خدا تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔'

(ج) 'کتاب اعمال ۷:۳۷ میں لکھا ہے: 'خدا تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا' (انگریزی بائبل میں مزید درج ہے کہ تم اُس کی بات سننا)۔

6. Dr. A. Cohen, *Soncino Chumash* (Surrey: Hindhead, 1947), 1085.

7. *New Oxf Annotated Bible* (NY: Oxf Univ Press, 1989), 242: OT.

8. N I V (New Jersey: International Bible Society, 1984), 202 f.

9. *Good News Bible* (London: BFBS, 1982), 189; *Today's English Version* (NY American Bible Society, 1978), 192.

کتاب ہذا کے مصنف نے اب اسی کا 'نظر ثانی شدہ ایڈیشن' (منٹو ۲۵۶۶ [Minto 2566]: دی بائبل سوسائٹی ان آسٹریلیا، ۱۹۹۴ء) حاصل کر لیا ہے۔ اس میں بھی کسی ردو بدل کے بغیر صفحہ ۲۱۱ پر یہی ترجمہ برقرار رکھا گیا ہے۔

10. *The New Jerusalem Bible, Pocket Edn.* (London: Darton Longman & Todd, 1990), 180.

۱۱۔ 'دی ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن' (RBV)، دی گڈین انٹرنیشنل ۱۹۷۴ء، استثنا ۱۸:۱۵، صفحہ ۱۵۷۔ اس کے سر ورق پر یہ دعویٰ درج ہے: 'اصل زبانوں سے مکمل طور پر ایک نیا ترجمہ'۔

12. *The Heb. and Aramaic Lexicon*, ed. L. Kochler & W. Baumgartner (Brill, Leiden, 2001), 2:1132-34.

13. Deu. 18: 2 KJV.

۱۴۔ 'کتابِ مقدس'، استثنا ۱۸:۲۔

15. Judges. 20:13 KJV.

۱۶۔ 'کتابِ مقدس'، قضاۃ ۲۰:۱۳۔

17. Num. 8:26 NKJV.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸۔ 'کتابِ مقدس'، گنتی ۸:۲۶۔

19. I-Kings 12:24 KJV.

۲۰۔ 'کتابِ مقدس'، ا۔سلاطین ۱۲:۲۴۔

21 James Strong, *A Concise Dic. of the Words in the Heb. Bible* (NY: The Methodist Book Concern, 1984), entry 251, p. 10.

22 Deu 23.7 KJV.

۲۳۔ 'کتابِ مقدس'، استثنا ۲۳:۷۔

24. Gen 16.9-12 KJV.

۲۵۔صاف ظاہر ہے کہ یہاں 'بھائیوں' سے حضرت اسماعیل ؑ کی اپنی اولاد تو کسی طرح مراد نہیں ہو سکتی۔ پھر لامحالہ یہاں 'بھائیوں' سے مراد حضرت ابراہیم ؑ کی اسماعیل ؑ کے علاوہ دیگر بیٹوں کی نسل ہی مراد ہو سکتی ہے، جن میں بنی اسرائیل بھی شامل ہیں، یعنی یہاں بنی اسماعیل کو بنی اسرائیل کے بھائی کہا جا رہا ہے۔

۲۶۔ 'کے سامنے' (پیدائش ۱۶:۱۲ میں بھی اور ۲۵:۱۸ میں بھی، جسے KJV نے 'in the presence of' لکھا ہے) سے مراد 'مشرق میں' ہے۔ 'اے نیو کمنٹری اون ہولی سکرپچر' (لندن: S.P.C.K.، ۱۹۵۱ء) صفحہ ۵۱ پر درج ہے:

'In the presence of' should be 'to the east of' as R.V. The house of the Ishmaelite tribes was on the S. E. of Israel.

'کے سامنے' کو 'کے مشرق میں' ہونا چاہیے جیسا کہ 'ریوائزڈ ورشن' میں ہے۔ بنی اسماعیل کے قبائل کی سکونت اسرائیل کے جنوب مشرق میں تھی۔

'دی کمپیکٹ NIV سٹڈی بائبل' نے بھی ۱۶:۱۲ کے ضمن میں صفحہ ۳۲ پر اور ۲۵:۱۸ کے ضمن میں صفحہ ۴۵ پر یہی 'to the east of' لکھا ہے۔

۲۷۔ 'کتابِ مقدس'، پیدائش ۱۶:۱۰تا۱۳۔

۲۸۔ 'کتابِ مقدس'، پیدائش ۲۵:۱۶تا۱۸۔

29 *The Way, An Illustrated Edn. of The Living Bible* (Illinois: Tyndale House Publishers, 1976), 174.

30. *Holy Bible, New Living Translation* (Illinoise. Tyndale House Publishers, Inc., Wheaton, USA, 1999), 166

31. *The New English Bible* (Oxford: The Bible Societies in association with Oxford University Press, Cambridge University Press 1985), 136.

۳۲۔ 'کتابِ مقدس'، استثنا ۱۸:۱۸۔

۳۳۔ 'کتابِ مقدس'، متی کی انجیل ۲۱:۴۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۴۔ یہاں 'اپنے بیٹے' سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بیوی سے اُس کے اپنے مادۂ منویہ کے ذریعے سے پیدا ہونے والے کوئی صُلبی بیٹے تھے۔ اُن کے متعلق یہ دعویٰ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ زمین و آسمان کا کوئی آدمی یا کوئی اور مخلوق اللہ تعالیٰ کے کسی عورت (یا مؤنث جوڑے) کے ساتھ کسی جنسی ملاپ کے نتیجے میں کبھی بھی پیدا نہیں ہوئی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تو کوئی بیوی ہی نہیں۔ وہ تو اپنی نوع کا یکتا فرد ہے۔ وہ خداؤں کے کسی نام نہاد خاندان یا جنس کا رُکن نہیں۔ اس طرح کی کسی نوع کا سرے سے وجود ہی ممکن نہیں۔ انسان فانی ہے اور ایک فانی انسان کا باپ بھی لازماً فانی ہونا چاہیے۔ اب بھلا کون یہ سوچ سکتا ہے کہ (معاذ اللہ، خاکم بدہن) اللہ بھی فانی ہو سکتا ہے؟ قرآن کریم کی سورۃ الرحمٰن (۵۵) میں بیان کیا گیا ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ : یعنی 'دُنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور خدائے ذوالجلال والاکرام کا وجود باقی رہے گا۔' بائبل میں انسانوں کے لیے 'خدا کا بیٹا' کے الفاظ کا استعمال اتنا عام ہے کہ اس کا شمار بھی مشکل ہے۔ یہاں پر اگر یہ بعد کے کسی مرتب کا اضافہ نہ ہو تو لفظ 'بیٹا' یہاں اس مفہوم میں استعمال ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں نمایاں طور پر ایک غیر معمولی طریقے سے وجود بخشا تھا، اور انھیں متعدد معجزات عطا فرمائے تھے، تاکہ بنی اسرائیل کے پاس انھیں ردّ کرنے یا ان کا انکار کرنے کا کوئی عذر یا وجہ جواز باقی نہ رہ جائے۔ تاہم یہ بات واضح طور پر ذہن نشین رہے کہ یہ ساری عبارت محض ایک تمثیل ہے نہ کہ اپنے تمام اجزا کے اعتبار سے کوئی بیانِ امر واقعہ۔

۳۵۔ 'انٹرنیشنل بائبل کمنٹری' (ٹی پی آئی بنگلور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۳۷۹) میں اس تمثیل کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> This is an updated version of the Song of the Vineyard in Isa. 5:1-7, where the owner is God and the vineyard is Israel that, in spite of care and cultivation by the owner, produces only wild grapes. In this version tenants are added who are to care for the vineyard and are responsible for producing the fruits for the owner. These tenants are the religious leaders whose responsibility is to nurture spiritual growth and fruitfulness among the people. This is the fruit the owner's servants, the prophets, are sent to collect. The mistreatment of the prophets of the past by beating, killing, and stoning is well attested (Jer. 20:2, 26:21-23; 2Chr. 24:19-21) and was often referred to by Jesus (5:12, 22:6, 23:30-37). Now God has sent God's son, Jesus.

یہ کتاب یسعیاہ ۵: ۱ تا ۷ کے 'تاکستان کے گیت' کی اصلاح شدہ صورت ہے، جہاں مالک اللہ تعالیٰ ہے اور 'تاکستان' اسرائیل ہے، جو مالک کی دیکھ بھال اور کاشت کے باوجود جنگلی انگوروں کے علاوہ کوئی پیداوار نہیں دیتا۔ موجودہ بیان میں 'ٹھیکیدار باغبانوں' کا اضافہ کیا گیا ہے، جنھوں نے تاکستان کی دیکھ بھال کرنا ہے اور جو مالک کے لیے پھل پیدا کرنے کے ذمے دار ہیں۔ یہ ٹھیکیدار مذہبی رہنما ہیں جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کی روحانی نشو و نما اور بار آوری کے لیے کوشش کریں۔ یہ وہ پھل ہے، جسے اکٹھا کرنے کے لیے مالک کے خادموں یعنی انبیا کو بھیجا گیا۔ ماضی کے ان انبیا سے بدسلوکی اور ان کی مار پیٹ، قتل اور سنگساری کے کافی شواہد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہیں (یرمیاہ ۲:۲۰، ۲۱:۲۶ تا ۲:۲۳-تواریخ ۲۴:۱۹ تا ۲۱) اور اس کا حضرت عیسیٰ نے بھی بار بار حوالہ دیا ہے (۵:۱۲؛ ۲۲:۶؛ ۲۳:۳۰ تا ۳۷)۔ اب خداوند نے خدا کا بیٹا عیسیٰ بھیجا ہے۔

۳۶ ۔ 'کتابِ مقدس'، انجیل متی ۲۱:۳۳ تا ۴۰۔

۳۷ ۔ رومی جرنیل ٹائیٹس 'Titus' (جو بعد میں ۷۹ء میں رومن ایمپائر کا شہنشاہ بنا اور ۸۱ء میں اپنی وفات تک شہنشاہ رہا) کے ہاتھوں ۷۰ء میں یروشلم کی تباہی کے موقع پر یہ عملی طور پر سچ ثابت ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہیکل اور یروشلم کی اس تباہی کی پہلے سے پیش گوئی کر دی تھی، جیسا کہ ان کا ارشاد ہے: "تو ان بڑی بڑی عمارتوں کو دیکھتا ہے؟ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا، جو گرایا نہ جائے۔" ('کتابِ مقدس'، مرقس کی انجیل ۱۳:۲)۔

۳۸ ۔ اس لفظ 'دوسرے' کے لیے اصل یونانی لفظ 'ایلوس' (allos) ہے، جس کے معنی ہیں 'کوئی اور' (else) یعنی مختلف (متعدد اطلاقات کے لحاظ سے) ['سٹرونگز ڈکشنری آف دی گریک ٹسٹامنٹ'، اندراج ۲۴۳، صفحہ ۱]۔

۳۹ ۔ 'دوسرے باغبانوں' سے مراد ہے 'ایک مختلف ٹھیکیدار'، جس کا اشارہ اولادِ اسماعیلؑ کی طرف ہے جو ایک 'دوسری قوم' ہیں، جیسا کہ آیت ۴۳ میں درج ہے: 'اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو، جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی۔'

۴۰ ۔ یہ حضرت ہاجرہ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مکے میں آباد کیے جانے کی طرف صریح اشارہ ہے۔ اس حوالے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تمثیل نبوت کے اولادِ اسرائیل سے اولادِ اسماعیل علیہ السلام کی طرف منتقل کیے جانے سے متعلق ہے۔ یہ بھی ایک تمثیلی بیان ہے۔

۴۱ ۔ یہودی اپنے آپ کو 'چنی ہوئی قوم' (Chosen people) سمجھتے ہیں۔ اگر 'خدا کی بادشاہی' یعنی لوگوں کی امامت ان کے قبیلے سے باہر منتقل ہو جائے اور کسی ایسے 'دوسرے' کو تفویض کر دی جائے جو اسرائیلی نہ ہو، حالانکہ یہ ہو بھی 'خدا کا عمل'، تو یہ ان کی نگاہ میں 'عجیب' ہی ہوگا۔

۴۲ ۔ 'کتابِ مقدس'، انجیل متی ۲۱:۴۱ تا ۴۳۔

۴۳ ۔ 'کتابِ مقدس'، استثنا ۳۳:۲ میں درج ہے:

> خداوند سینا میں آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا۔ وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا [اس مقام پر تقسیم بند سے کافی پہلے کے نسخوں میں دس ہزار کا لفظ لکھا ہے جو KJV کا صحیح ترجمہ ہے۔ لیکن بعد میں یہ دیکھ کر کہ اس کا اطلاق تو محمد رسول اللہ ﷺ پر ہوتا ہے، کسی جواز کے بغیر اسے 'لاکھوں قدسیوں' میں بدل دیا گیا]۔ اس کے دہنے ہاتھ پر اُن کے لیے آتشی شریعت تھی۔

یہ پیشین گوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات سے بالکل پہلے بیان فرمائی تھی۔ آیت کے پہلے حصے 'خداوند سینا سے آیا' کا تعلق کوہِ سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ و دعوت کا فریضہ تفویض کرنے سے ہے۔ دوسرے حصے 'اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا' کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شعیر کے خطے میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو پہنچنے سے ہے۔ تیسرے حصے 'وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا' کا تعلق کوہِ فاران پر محمد رسول اللہ ﷺ کو فریضۂ نبوت تفویض کیے جانے سے ہے ('اے سائیکلوپیڈک بائبل کنکارڈینس'، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس NY، صفحہ ۲۱۷ پر 'فاران' کے معنی 'Cavernous' یعنی 'بڑی بڑی غاروں والا علاقہ' درج ہیں۔ مکہ فی الواقع اسی طرح کا خطہ ہے۔ واضح رہے کہ 'فاران' اس پہاڑوں اور غاروں والے خطے کا نام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے اکلوتے اور پہلوٹھے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو آباد کیا تھا، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے انھیں اس کا حکم دیا تھا ('کتابِ مقدس'، پیدائش، ۲۱:۲۱)۔ آیت کے چوتھے حصے 'وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا' کا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ کے دس ہزار قدسی صحابہؓ کے ساتھ مکے کی فتح سے ہے۔ یہ انسانی تاریخ کا ایک نادر اور بے مثال واقعہ ہے، جس میں ٹھیک دس ہزار صحابہ کرامؓ نے حصہ لیا۔ یہاں لفظ 'آیا' کے لیے اصل عبرانی بائبل میں 'اتـــی' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی 'سٹرونگ کے لغت' میں 'To come upon' درج ہیں۔ 'دی اوکسفرڈ ڈکشنری اینڈ تھیسارس'، ۱۹۹۷ء، صفحہ ۲۸۱ پر اس محاورے کے معنی ہیں: 'To attack by surprise'۔ رسول اللہ ﷺ بعینہٖ اسی طرح مکے تشریف لائے تھے تاکہ اہلِ مکہ مسلمانوں کی طاقت دیکھ کر ہتھیار نہ اٹھائیں اور مکہ کا شہرِ حرام بغیر کسی خونریزی کے فتح ہو جائے۔ آیت کے پانچویں حصے 'اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت تھی' کا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ پر نزولِ قرآن سے ہے۔ جو قانونِ خداوندی کا آخری اور مکمل ضابطہ ہے۔

44. Rvd. James L. Dow, *Collins Gem Dic. of the Bible*, Gen. Ed. J. B. Foreman (London: Collins, 1974), s.v. 'Moses', p. 401-403.

۴۵۔ یہاں پر یہ امر ذہن نشین رہے کہ لغت نویس نے اپنا معروضی تبصرہ درج کیا ہے۔ یہ بات بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جمیع اوصاف کا پوری انسانی تاریخ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اور کسی شخصیت کے ساتھ موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تو کسی طرح بھی اطلاق ممکن نہیں، لیکن پھر بھی بہت سے مسیحی علما پوری کاوش سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۴۶۔ میلنری کی لغت بائبل میں حضرت یوشعؑ کے متعلق وضاحت کی گئی ہے۔

Lieutenant and successor of Moses and hero of the book of Joshua. (...); he appears as military leader and as an attendant of Moses who guarded the tabernacle. He was one of the men sent to scout Canaan before the entrance of the Israelites and with Caleb resisted the timidity of the other scouts (...) Joshua was solemnly commissioned to succeed Moses.

حضرت موسیٰؑ کے مقرر کردہ سالار اور جانشین اور بائبل کی کتاب 'یوشعؑ' کے ہیرو۔ (...)؛ وہ حضرت موسیٰؑ کے خادمِ خاص اور سپہ سالار کی حیثیت سے نمایاں ہیں اور خیمۂ عبادت کے بھی سربراہ تھے۔ وہ اُن آدمیوں میں سے ایک تھے جنھیں اسرائیلیوں کے کنعان میں داخلے سے قبل جاسوسی کے لیے بھیجا گیا تھا اور جنھوں نے کالب کے ساتھ ہم زبان ہو کر دوسرے جاسوسوں کی بزدلی کی مخالفت کی۔ (...)۔ یوشعؑ کو باقاعدہ طور پر حضرت موسیٰؑ کی جانشینی کے لیے مقرر کیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۷۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں یہ پیشین گوئی کتنی واضح اور غیر مبہم طور پر پوری اتری۔ وہ فتح مکہ کے موقع پر رازدارانہ طریق سے شہر مکہ میں اپنے ہیکل یعنی کعبہ پر آئے، تا کہ یہ شہر کسی جنگ وجدل اور خونریزی کے بغیر فتح ہو۔ اہل مکہ کو محمد رسول اللہ ﷺ کے دس ہزار پاکبازوں کے سربراہ کی حیثیت سے مکہ پہنچنے کا علم صرف اس وقت ہوا جب آپؐ شہر کے دروازوں پر اچانک نمودار ہوئے اور اس طرح مکہ شہر بغیر کسی خونریزی کے فتح ہوا۔ یہ ہو بہو وہی بات ہے جس کے متعلق حضرت ملاکی نے فرمایا تھا: 'وہ اچانک اپنے ہیکل میں آئے گا'۔

۴۸۔ اس 'آموجود ہوگا' (Shall suddenly come) کے لیے جو عبرانی لفظ استعمال ہوا ہے، اس کا تلفظ ہے 'بو' (bow)۔ 'سٹرونگ کی عبرانی بائبل ڈکشنری' کے اندراج ۹۳۵ صفحہ ۱۹ پر اس کے معنی ہیں:

To go or come (in a wide variety of applications): abide, befall, besiege, go (down, in, to war), [in-] vade, load.

جانا یا آنا (اطلاقات کے ایک وسیع تنوع کے مفہوم میں) ثابت قدمی سے کھڑے رہنا، کوئی ناخوش گوار واقعہ آن پڑنا، محاصرہ کرنا، (جنگ کے لیے) جانا، حملہ کرنا، لادنا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'عہد کا رسول' (یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ نے اپنے حق میں کبھی 'عہد کا رسول' ہونے کا دعویٰ نہیں کیا) اچانک جنگ کو آئے گا، اپنے ہیکل کا محاصرہ کرے گا اور اس پر حملہ آور ہوگا:

Shall suddenly go down to war, besiege, and invade his temple.

یہ بات محمد رسول اللہ ﷺ کی فتح مکہ کے بارے میں بالکل درست ہے اور واقعے کی ہو بہو عکاسی کرتی ہے۔ کوئی اور پیغمبر کبھی اس طرح اچانک فاتحانہ شان کے ساتھ اپنے ہیکل میں نہیں آیا، جس طرح کہ محمد رسول اللہ ﷺ آئے۔

۴۹۔ 'کتابِ مقدس'، ملاکی ۳:۱۔

50. J. L. McKenzie *Dic. of the Bible*, 537.

۵۱۔ 'کتابِ مقدس'، استثنا ۳۴:۱۰۔

52. *The Bible Knowledge Commentary*, ed. John F. Walvoord, & R. B. Zuck (Illinois: SP Publ, Inc., Weaton, 3rd Edn., 1986), p. 297.

۵۳۔ 'کتابِ مقدس'، انجیل یوحنا ۱۹:۱ تا ۲۵۔

۵۴۔ 'کتابِ مقدس'، متی کی انجیل ۱۱:۲ تا ۶۔

۵۵۔ 'کتابِ مقدس'، اعمال ۳:۱۹ تا ۲۴۔

۵۶۔ ظاہر ہے کہ یہاں حضرت مسیح ؑ کی آمدِ ثانی ہی مراد ہو سکتی ہے، کیونکہ ان کی پہلی آمد تو اس وقت تک ہو کر ختم بھی ہو چکی تھی۔

۵۷۔ قرآن کریم، المزمل ۷۳:۱۵ تا ۱۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

فاران سے ظہورِ قدسی

قرآن کریم میں محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے آسمانی کتابوں اور نبیوں کے مُصَدِّق یعنی 'تصدیق کرنے والے' کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔ اس کا ایک عام سا مفہوم تو یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پہلی کتابوں اور رسولوں کو سچ مانتے اور سچا بتاتے ہیں۔ لیکن اس کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلی کتابوں کی وہ پیشین گوئیاں سچ ثابت ہوئیں، جو آپؐ کی آمد کے متعلق ان میں درج ہیں۔ اس مضمون میں ہم 'بائبل' کی ایسی پیشین گوئیوں میں سے ایک پر گفتگو کریں گے، جن کا اطلاق آنحضرت ﷺ کے علاوہ اور کسی ذات پر ممکن نہیں۔

یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ بائبل کے الفاظ وعبارات اس طرح غیر مُبدَّل اور مُستنَد حیثیت کی حامل نہیں، جس طرح قرآن کریم۔ بائبل کے داخلی تضادات وشواہد بھی اس کے غماز ہیں اور مختلف زبانوں میں شائع ہونے والے اس کے ایڈیشنوں اور تراجم کے اختلافات بھی اس میں تحریف وتبدیلی کا منہ بولتا ثبوت ہیں، جس کی چند جھلکیاں آپ آئندہ سطور میں بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ لیکن یہ بھی درست ہے کہ اپنی اس مُحرَّف حالت میں بھی کلامِ الٰہی کے خاصے اَجزا اس میں اب تک موجود ہیں۔

'کتابِ مقدس' میں محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد کے متعلق جو پیشین گوئیاں پائی جاتی ہیں، انھیں مانتے ہوئے اہلِ کتاب اگر محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں تو اس طرح وہ خود اپنے انبیاے کرامؑ اور ان پر نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کریں گے۔ بصورت دیگر یا تو 'بائبل' کی یہ خبریں غلط ثابت ہوتی ہیں یا پھر اہلِ کتاب بھائیوں کا کفر وانکار ثابت ہوتا ہے۔ سچے اور جھوٹے نبی کی پہچان کا معیار 'کتابِ مقدس' نے یہ بیان کیا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کریم کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہنے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے۔[1]

ان آیات کو ذہن میں رکھتے ہوئے 'بائبل' کی محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے بشارتوں کا مطالعہ کیجیے اور پھر غور فرمائیے کہ کیا محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ان کا کوئی مصداق ممکن ہے۔ پھر بھی کوئی شخص اگر حقیقت سے گریز کی راہ اختیار کرتا ہے تو صرف یہی نہیں کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کر رہا ہے بلکہ خود اپنے نبیوں کی بھی تکذیب کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اب ہم سب سے پہلے پروٹسٹنٹ اُردو بائبل کے 'عہد نامۂ قدیم' کی کتابِ اِستثنا سے ایک بشارت نقل کرتے ہیں:

اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مردِ خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لیے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔[2]

عربی بائبل میں یہ عبارت ان الفاظ میں درج کی گئی ہے:

'وهذه هي البركة التي بارك بها موسى رجل الله بني اسرائيلَ قبل موتهِ۔ فقال جاء الرب من سيناء واشرق لهم من سعير وتلألأ من جبل فاران واتى من رِبوات القدس وعن يمينه نارُ شريعةٍ لهم۔ فاحب الشَّعْبَ۔ جميع قِدِّيسِه في يدك وهم جالسون عند قدمِك يتقبلون من اقوالك۔[3]

فارسی میں اِن آیات کا مندرجہ ذیل ترجمہ کیا گیا ہے:

واین است برکتی کہ موسیٰ مردِ خدا قبل از وفاتش بنی اسرائیل برکت داد، گفت یہُوَہ از سینا آمد، واز سعیر برایشان طلوع نمود، واز جبلِ فاران درخشاں گردید، وبا کرورھای مقدسین آمد.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وازدستِ راستِ او برای ایشان شریعتِ آتشیں پدید آمد۔ بدرستیکہ قوم خودرادوست میدارد وجمیع مقدسانش دردستِ تُوھستند، ونزد پایہای تُو نشستہ، ھریکی ازکلامِ تُو بہرہ مند میشوند۴

اب یہی آیات ۱۶۱۱ء والے مُستند انگریزی ترجمے یعنی 'کنگ جیمز ورژن' (KJV) سے بھی نقل کی جاتی ہیں:

1. And this is the blessing, wherewith Moses the man of God blessed the children of Israel before his death.

2. And he said, the Lord came from Sinai, and rose up from Seir unto them, he shined forth from Mount Paran and he came with ten thousands of saints: from his right hand went a fiery law for them

3. Yea, he loved the people, all his saints are in thy hand: and they sat down at thy feet, every one shall receive of thy words.[۵]

اس بشارت کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری دعا اور وصیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر یہ اتنی صراحت اور وضاحت کے ساتھ اور غیر مبہم طور پر محمد رسول اللہ ﷺ پر صادق آتی ہے کہ مسیحی علما بھی اس سے پریشان رہتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ اس کے بارے میں وہ اپنا موقف تبدیل کرتے رہتے ہیں، بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت سے پیچھا چھڑانے کے لیے ان آیات کے ترجمے میں بھی مسلسل ترمیم وتحریف کرتے رہے ہیں۔ اِس کی چند مثالیں اِسی مضمون میں آگے 'دس ہزار'، 'آتشیں شریعت' اور 'اپنے لوگوں سے محبت' پر گفتگو کے سلسلے میں دیکھی جاسکتی ہیں، لیکن یہ اتنا وسیع موضوع ہے کہ موجودہ مضمون میں اِس کا اِحاطہ ممکن نہیں۔ ہماری کتاب '*The Only Son Offered for Sacrifice: Isaac or Ishmael*' کے ضمیمہ دُوم میں 'بائبل کے متن میں تحریف' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ اِس پر ایک مستقل کتاب مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ فی الحال اِس سے قطعِ نظر کرتے ہوئے اس کے چند پہلو پیش خدمت ہیں:

اس سلسلے میں پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ 'اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مردِ خدا نے اپنے مرنے سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ گے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اس نے کہا کہ' کے الفاظ 'کتابِ مقدس' کے اس حصے کے مؤلف کے الفاظ ہیں، خداوند تعالیٰ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ نہ ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ مؤلف کے نزدیک اگلے الفاظ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مرنے سے قبل دعا و برکت کے انداز میں ایک پیشین گوئی کے طور پر ادا کیے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ 'خداوند سینا سے آیا' کا اشارہ بالکل صاف طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے، کیونکہ قریباً ہر پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت، طورِ سینا ہی پر عنایت ہوئی تھی، جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے واضح ہوتا ہے۔ ولیم سمتھ 'سینائی' کے تحت لکھتا ہے:

2. The mountain from which law was given. [۵]

وہ پہاڑ جہاں سے قانون دیا گیا تھا۔

جے ایل میکنزی 'سینائی' پر اپنے مقالے میں لکھتا ہے:

(...), The name given to a mountain and a desert, in the present Pentateuch the scene of the theophany to Israel, revelation of Moses, and the giving of the covenant. [۷]

ایک پہاڑ اور ایک صحرا کو دیا جانے والا نام، موجودہ اسفارِ خمسہ (تورات) میں اسرائیل کو تجلّیِ الٰہی کا، موسیٰؑ کی وحی [کے آغاز] کا، اور میثاق عطا کیے جانے کا مقام و منظر۔

جے ایچ سی ہرٹز لکھتا ہے:

Sinai was the starting-point in the manifestation of Divine glory of Israel. [۸]

سینائی اسرائیل کے لیے خداوند تعالیٰ کی عظمت و شان کے اِظہار کا نقطۂ آغاز تھا۔

ڈاکٹر اے کوہن وضاحت کرتا ہے:

At Sinai God first reveald Himself to Israel and communicated His

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Law to Moses on the mount.[9]

سینائی میں خداوند تعالیٰ نے پہلی مرتبہ اسرائیل پر اپنا آپ ظاہر کیا اور موسیٰؑ کو اس پہاڑ پر اپنا قانون منتقل کیا۔

'انسائیکلوپیڈیا ببلیکا' میں بیان کیا گیا ہے:

Sinai was the usual name of the mountain where (...). Moses received the divine commands. Sinai is, therefore, the mountain of the giving of the Law.[10]

سینائی اس پہاڑ کا عمومی نام تھا جہاں موسیٰؑ نے خدائی احکام وصول کیے۔ اس لیے سینائی وہ پہاڑ ہے جہاں قانون [تورات، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو] دیا گیا۔

'دی جیوئش انسائیکلوپیڈیا' میں وضاحت کی گئی ہے:

Mountain situated in the desert of Sinai, famous for its connection with the promulgation of the Law by God through Moses (Ex. 19.1-20:18)[11]

صحرائے سینائی میں واقع پہاڑ جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے موسیٰؑ کے ذریعے سے قانون کا اعلان کیے جانے کے سلسلے میں مشہور ہے (خروج ۱۹:۱ تا ۲۰:۱۸)۔

'سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ بائبل ڈکشنری' میں واضح کیا گیا ہے:

1. Sinai (...). The mountain from which God spoke the Decalogue; also called Horeb.[12]

سینائی (...)۔ وہ پہاڑ جہاں سے خداوند تعالیٰ نے احکامِ عشرہ بیان کیے، اسے حورب بھی کہا جاتا ہے۔

'ہارپرز بائبل ڈکشنری' میں 'سینائی' کے عنوان کے تحت وضاحت کی گئی ہے:

It was also in the wilderness of Mountain Sinai that Moses encountered the burning bush (Ex. 3:1-2; Act 7:30, 38).

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3. Mount Sinai, the mountain on which the law was delivered to Moses (Ex. 31:18; 34; 29, 32; Lev 26:46; 27:34; Neh 9:13). (...) and its sacred character was magnified when Sinai became the Locus [place, locality] of divine revelation.[۱۳]

یہ [واقعہ] بھی کوہِ سینائی کے بیابان میں ہوا تھا کہ موسیٰؑ کا جلتی ہوئی جھاڑی سے سامنا ہوا (خروج ۳:۱تا۲؛ اعمال ۷:۳۰، ۳۸)۔

۳۔ کوہِ سینائی: وہ پہاڑ جس پر موسیٰؑ کو شریعت عطا کی گئی تھی (خروج ۳۱:۱۸؛ ۳۴:۲۹، ۳۲؛ احبار ۲۶:۴۶؛ ۲۷:۳۴؛ نحمیاہ ۹:۱۳)۔(...) اور اس کی مقدس حیثیت اُس وقت بہت زیادہ بڑھ گئی جب سینائی خداوندی اِلہام کا محلِ نزول بن گیا۔

'نیو بائبل ڈکشنری' میں 'سینائی' کے متعلق بیان کیا گیا ہے:

Mount Sinai is also called Horeb in the OT. (...). The Lord revealed himself to Moses on this mountain and gave the ten Commandments and other laws.[۱۴]

کوہِ سینائی کو عہد نامۂ قدیم میں حورب بھی کہا گیا ہے۔(...)۔خداوند تعالیٰ نے اس پہاڑ پر موسیٰؑ پر اپنا آپ ظاہر کیا اور احکامِ عشرہ اور دوسرے قوانین عطا فرمائے۔

اِس طرح وافر شہادتوں سے یہ بات بغیر کسی شک وشبہ کے ثابت ہوگئی کہ 'سینائی' وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوئی اور وہیں آپؑ کو اِحکامِ عشرہ (دس اِحکام) اور شریعت کے دیگر قوانین عطا کیے گئے۔ چنانچہ 'خداوند سینا سے آیا' کا صریح طور پر یہی مفہوم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہِ سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور اِس جملے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ سینا پر نبوت دیے جانے کا ذکر ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ 'اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا' میں تین الفاظ تشریح طلب ہیں: 'شعیر'، 'اُن پر' اور 'طلوع ہوا'۔ بائبل میں 'شعیر' دو مختلف مقامات کے لیے استعمال ہوا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ بائبل ڈکشنری' میں اس کے دوسرے محلِ وقوع کے متعلق تحریر ہے:

A mountain ridge on the northern border of Judah.[۱۵]

یہودیہ کی شمالی سرحد پر پہاڑی چٹان کا ایک لمبا، کم چوڑا، بالائی کنارہ۔

یہاں ابتدا ہی میں چند باتیں ذہن نشین کرلی جائیں:

۱۔ یہود کی تاریخ کا صد سالہ سنہری دور گیارھویں صدی قبل مسیح کے رُبع اول سے دسویں صدی ق م کے رُبع اول (قریباً ۱۰۲۵ ق م تا ۹۲۵ ق م) پر پھیلا ہوا تھا۔ اِسے سلطنتِ متحدہ (United Kingdom) کہا جاتا ہے۔ یہ ساؤل (طالوت)، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا دورِ حکمرانی تھا۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جانشین اِسے متحد نہ رکھ سکے اور ان کے فوری بعد یہ دو حصوں میں بٹ گئی: شمالی حصہ اسرائیل کہلاتا تھا اور جنوبی حصہ یہودیہ۔ یروشلم یہودیہ کا دارالحکومت تھا۔

۳۔ یروشلم یہودیہ کے وسط میں واقع نہیں تھا بلکہ یہودیہ کی شمالی اور اسرائیل کی جنوبی سرحد کے سنگم پر واقع تھا۔ اِس طرح یہ ایک سرحدی شہر تھا اور اسرائیل کی شمالی سلطنت کی سرحد سے بالکل قریب بلکہ ملحق تھا، دُور ہرگز نہ تھا۔ کسی بائبل اٹلس میں یونائیٹڈ کنگڈم اور ڈیوائیڈڈ کنگڈم کا نقشہ دیکھ لیجیے: بات واضح ہوجائے گی۔

۴۔ بائبل کے علما کا خیال ہے کہ 'شعیر' یہودیہ کی سرحدی چٹانوں ہی پر یروشلم سے چند میل مغرب میں واقع تھا۔ اس طرح وہ اِسے یروشلم کا ایک مضافاتی علاقہ سمجھتے ہیں۔

۵۔ حقیقت یہ ہے کہ 'شعیر' کوئی متعین اور منفرد شہر نہیں، بلکہ یروشلم کے مضافاتی اور قرب وجوار کے علاقے کا ایک مجموعی نام ہے، بلکہ یروشلم بھی 'شعیر' کی پہاڑی سطحِ مرتفع ہی کا حصہ ہے۔

۶۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا' کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور دعوت تبلیغ ہی سے ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولیم سمتھ نے اپنی 'بائبل کی لغت' میں اس کے پہلے محل وقوع پر ایک مختصر مگر واضح شذرہ قلمبند کیا ہے:

It is the original name of the mountain range extending along the east side of the valley of Arabah, from the Dead Sea to the Elanitic Gulf. The Horites [Hurrians] appear to have been the chief of the aboriginal inhabitants, Gen. 36:20; but it was ever afterward the possession of the Edomites, The descendants of Esau. The Mount Seir of the Bible extended much farther south than the modern province, as is shown by the words of Deut. 2:1-8. It had the Arabah on the west, vs.1 & 8: it extended as far south as the head of the Gulf of Akabah, ver. 8; its eastern border ran along the base of the mountain range where the plateau of Arabia begins. Its northern border is not so accurately determined.[16]

یہ وادیٔ عربہ کی مشرقی سمت کے ساتھ ساتھ بحیرۂ مردار سے خلیج عقبہ تک پھیلے ہوئے پہاڑی سلسلے کا ابتدائی نام ہے۔ لگتا یہ ہے کہ اس کے ابتدائی اور اصلی باشندے حوری (Horites) تھے، کتاب پیدائش ۳۶:۲۰؛ لیکن اس کے بعد یہ ہمیشہ عیسو کی نسل کے ادومیوں ہی کے قبضے میں رہا۔ بائبل کا 'کوہِ شعیر' جدید صوبے کے جنوب میں بہت دُور تک پھیلا ہوا تھا، جیسا کہ استثنا ۲:۱ تا ۸ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ عربہ اس کے مغرب میں واقع تھا۔ آیات ۱، ۸؛ جنوب میں یہ خلیج عقبہ کے اُوپر والے سرے تک پھیلا ہوا تھا، آیت ۸؛ اس کی مشرقی سرحد اس پہاڑی سلسلے کے ساتھ ساتھ چلتی ہے جہاں سطح مرتفع عرب شروع ہوتی ہے۔ اس کی شمالی سرحد اتنی درست طور پر متعین نہیں ہے۔

جہاں تک مذکورہ بالا ادومیہ اور بحیرۂ مردار والے 'شعیر' کا معاملہ ہے اس کا قانون (شریعت) عطا کیے جانے سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس طرح ہمارے موجودہ سیاق و سباق پر اس کا اطلاق خارج از بحث ہے۔ جہاں تک دوسرے 'شعیر' کا تعلق ہے، تو یہ یروشلم سے بالکل ملحق صرف چند میل کے فاصلے پر پہاڑی سطح مرتفع کا ایک سلسلہ ہے، جس کے متعلق ولیم سمتھ لکھتا ہے:

2. Mount Seir, an entirely different place from the foregoing; one of the landmarks on the north boundry of the territory of Judah.[17]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ 'کوہِ شعیر': اول الذکر سے ایک بالکل مختلف مقام؛ یہودیہ کے علاقے کی شمالی سرحد کا ایک رہنما نشان۔

'دی انٹرپریٹرز ڈکشنری آف دی بائبل' میں لکھا ہے:

A mountain forming part of Judah's N. border (Josh 15:10): usually identified with Saris near Kesla (Chesalon), ca. nine miles W. of Jerusalam. [۱۸]

ایک پہاڑ جو جزوی طور پر یہودیہ کی شمالی سرحد بناتا ہے (یشوع ۱۵:۱۰)۔ بالعموم اِسے 'ساریس' کے طور پر پہچانا جاتا ہے جو 'کسلہ' کے قریب، یروشلم کے قریباً ۹ میل مغرب میں، [واقع] ہے۔

یہ بات ایک معروف حقیقت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز یروشلم اور اُس کے گردونواح کا علاقہ تھا۔ مندرجہ بالا سطور میں اِس امر کی کافی شہادت پیش کی گئی ہے کہ 'شعیر' یروشلم کے قُرب و جوار کا علاقہ تھا۔ بائبل سے متعلقہ لٹریچر میں اِس بات کے وافر شواہد دستیاب ہیں، لیکن موجودہ مضمون کی ضخامت میں اِس کی گنجایش نہیں۔ کسی اور مقام پر اِن شاء اللہ اِس پر سیر حاصل بحث کی جائے گی۔ تاہم موجودہ گفتگو یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ 'اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا' میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اِس خطے میں مبعوث ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔

عبارت کے اس ٹکڑے کا دوسرا اہم لفظ 'طلوع ہوا' ہے۔ اِس کے لیے KJV میں 'rose up' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ عبرانی میں یہاں 'زارخ' (zarach) کا لفظ آیا ہے۔

'سٹرونگ کے لغت' کے مطابق اِس کے معنی ہیں:

to irradiate (or shoot forth beams), i.e. to rise (as the sun); spec. to appear. [۱۹]

روشنی پھیلانا یا شعاعیں پھینکنا، یعنی (سورج کی طرح) اُبھرنا، خصوصاً نمودار ہونا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سینائی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خداوند تعالیٰ کی تجلی کے لیے 'آیا' کا لفظ استعمال ہوا تھا۔ اس سے قانون کا 'ابتدائی تعارف' مراد ہے۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے 'روشنی پھیلانا، شعاعیں پھینکنا یا چمکنا' کے الفاظ آئے ہیں۔ اس سے مراد ہے قانون کی کیفیت بہتر کر کے اس میں حقیقی روح اُجاگر کرنا اور اِسے پھیلانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو شریعت کو منسوخ کرنے آئے تھے نہ کوئی نئی شریعت لانے کے لیے۔ وہ تو اس کی مقصدیت اور اس کی روح کو کمال تک پہنچانے کے لیے آئے تھے، جیسا کہ آپؑ نے خود فرمایا:

> اِس طرح تمھاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمھارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمھارے باپ کی جو آسمان پر ہے تمجید کریں۔ یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔[20]

اِس جملے کا تیسرا اہم لفظ 'اُن پر' ہے جس سے مراد ہے کہ آپؑ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ بائبل کی کتاب 'انجیل متی' میں درج ہے:

> ان بارہ [حواریوں] کو یسوعؑ نے بھیجا اور اِن کو حکم دے کر کہا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی [عہد رسالت محمدی ﷺ] نزدیک آ گئی ہے۔[21]

'کتابِ مقدس'، انجیل متی ہی میں درج ہے:

> اِس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔[22]

بائبل کے بعض مفسرین کا دعویٰ ہے کہ یہ جملہ بھی اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی سرگرمیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جس طرح پچھلا سینائی والا جملہ۔ لیکن یہ ایک بالکل بے بنیاد دعویٰ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں 'شعیروں' میں سے کسی بھی 'شعیر' پر کبھی نہیں گئے۔ جہاں تک پہلے (ادوم والے) 'شعیر' کا تعلق ہے وہ اس کے پاس سے تو ضرور گزرے تھے، لیکن نہ تو اس میں داخل ہو سکے اور نہ اسے اپنے نورِ نبوت سے فیض یاب فرما سکے۔ جیسا کہ بائبل میں درج ہے:

اور [حضرت] موسیٰ [علیہ السلام] نے قادس سے ادوم کے بادشاہ کے پاس ایلچی روانہ کیے اور کہلا بھیجا کہ تیرا بھائی اسرائیل یہ عرض کرتا ہے کہ تو ہماری سب مصیبتوں سے جو ہم پر آئیں واقف ہے۔(...)، اور اب ہم قادس شہر میں ہیں جو تیری سرحد کے آخر میں واقع ہے۔ سو ہم کو اپنے ملک سے ہو کر جانے کی اجازت دے۔ ہم کھیتوں اور تاکستانوں میں سے ہو کر نہیں گزریں گے اور نہ کنوؤں کا پانی پییں گے۔ ہم شاہراہ پر چل کر جائیں گے اور دہنے یا بائیں ہاتھ نہیں مڑیں گے جب تک تیری سرحد سے باہر نہ نکل جائیں، پر شاہ ادوم نے کہلا بھیجا کہ تو میرے ملک سے ہو کر جانے نہیں پائے گا ورنہ میں تلوار لے کر تیرا مقابلہ کروں گا۔ بنی اسرائیل نے اُسے پھر کہلا بھیجا کہ ہم سڑک ہی سڑک جائیں گے اور اگر ہم یا ہمارے چوپائے تیرا پانی بھی پییں تو اُس کا دام دیں گے۔ ہم کو اور کچھ نہیں چاہیے سوا اس کے کہ ہم کو پاؤں پاؤں چل کر نکل جانے دے۔ پر اُس نے کہا تُو ہرگز نکلنے نہیں پائے گا اور ادوم اُس کے مقابلے کے لیے بہت سے آدمی اور ہتھیار لے کر نکل آیا۔ یوں ادوم نے اسرائیل کو اپنی حدود سے گزرنے کا راستہ دینے سے انکار کیا اس لیے اسرائیل اس کی طرف سے مڑ گیا۔[۲۳]

جہاں تک دوسرے 'شعیر' کا تعلق ہے، تو یہ جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی زندگی کے آخری ایام میں خداوند کی طرف سے موآب کے نزدیک کوہِ نبُو (Nebu) سے دکھائی تو ضرور گئی تھی، لیکن انھیں یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ وہ اِس میں داخل نہ ہو سکیں گے:

اور موسیٰ موآب کے میدانوں سے کوہِ نبُو کے اُوپر پسگہ کی چوٹی پر جو یریحو کے مقابل ہے چڑھ گیا اور خداوند نے جِلعاد کا سارا ملک دان تک اور نفتالی کا سارا ملک۔(...) اس کو دِکھایا۔ اور خداوند نے اُس سے کہا یہی وہ ملک ہے جس کی بابت میں نے ابرہام اور اِضحاق اور یعقوب سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اِسے میں تمھاری نسل کو دُوں گا۔ سو میں نے ایسا کیا کہ تو اِسے اپنی آنکھوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دیکھ لے پر تُو اُس پار وہاں جانے نہ پائے گا۔ پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی۔ اور اُس نے اُسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا۔ پر آج تک کسی آدمی کو اُس کی قبر معلوم نہیں۔[۲۴]

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی بھی 'شعیر' کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے کوئی تعلق نہ تھا، بلکہ ان میں سے یروشلم کے ساتھ والا 'شعیر' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ نبوت کا مرکز و محور تھا۔ چنانچہ آیت زیر بحث کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت عطا فرمانے کا پہلا مرحلہ 'سینائی' میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت تفویض کیے جانے کے ذریعے انجام پایا اور بنی اسرائیل کے لیے اس شریعت کی روح کی تکمیل کرنے کا دوسرا مرحلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو 'شعیر' کے مقام پر نبوت سے سرفراز فرما کر طے کیا جانا تھا۔ لیکن کیونکہ بنی اسرائیل اس سے مسلسل رُوگردانی اور بے اعتنائی اختیار کریں گے اس لیے ایک عالم گیر اور ابدی شریعت 'کوہِ فاران' پر جلوہ گر فرمادی جائے گی۔

چوتھی بات یہ کہ 'فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا' میں جس شخصیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام تو بہر حال نہیں ہیں، کیونکہ ان دونوں کی طرف اوپر کی عبارت میں واضح اشارات کے فوراً بعد اس تکرار کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ علاوہ ازیں عملی اعتبار سے بھی ان دونوں میں سے کوئی بھی بزرگ 'فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر' نہیں ہوا۔ اور آگے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر کسی طرح صادق نہیں آتے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ بشارت کی ترتیب کے اعتبار سے پہلے نمبر پر 'سینائی' سے آنے والے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کا ذکر ہے، دوسرے نمبر پر 'شعیر' سے طلوع ہونے والے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا ذکر ہے اور تیسرے نمبر پر 'فاران' کے پہاڑ سے جلوہ گر ہونے والے کا۔ جب واقعہ یہ ہے کہ پہلے دو نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کی ترتیب کے عین مطابق آئے ہیں، تو پھر تیسرے نبی کا زمانہ فطری طور پر ان کے بعد ہی کا ہونا چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی بات یہ ہے کہ 'کوہِ فاران' کا محلِ وقوع معلوم کرنے کے لیے بھی 'کتابِ مقدس' کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ چنانچہ کتابِ پیدائش میں ہے:

(۱۴) تب ابراہم نے صبح سویرے اُٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اس کے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اُس کے حوالے کر کے اُسے رخصت کر دیا۔ سو وہ چلی گئی اور بیرسبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اُس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا۔ اور آپ اُس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اِس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔ سو وہ اُس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلّا چلّا کر رونے لگی۔[۲۵]

(۱۷) تب خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا کہ اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا، مت ڈر کہ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ (۱۸) اٹھ اور لڑکے کو اٹھا۔ اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ (...)۔ (۲۰) اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا۔ اور بیابان میں رہا کیا اور تیر انداز ہو گیا۔ (۲۱) اور فاران کے بیاباں میں رہا۔[۲۶]

ذیل میں 'فاران' کے سلسلے میں کچھ مزید مختصر شذرات سلسلہ وار درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ 'تب ابرہام نے (...) اسے رخصت کر دیا، سو وہ چلی گئی اور بیرسبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی' میں 'بیرسبع کے بیابان' کے الفاظ کا مصداق تلاش اور متعین کرنا نہایت ضروری ہے۔ 'بیرسبع' کے عبرانی اور عربی دونوں زبانوں میں یکساں معنی ہیں، یعنی 'سات کا کنواں'۔ اس میں ہاجرہ کے اُن سات چکروں کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے صفا اور مروہ کے درمیان خوراک اور پانی کی تلاش میں لگائے تھے اور جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ایک غیر معمولی طریقے سے 'زمزم کا کنواں' ظاہر فرمایا تھا۔ اس کی یاد تازہ رکھنے کے لیے اہلِ اسلام، اور ان سے پہلے اہلِ عرب، صفا و مروہ کے درمیان سعی کے سلسلے میں ہمیشہ سات چکر لگاتے آئے ہیں۔ بائبل میں اس کے لیے 'بیرسبع' کا لفظ آیا ہے اور اسلامی روایت میں اسے 'زمزم' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر ہم نے اپنی کتاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(The Only Son Offered for Sacrifice: Isaac or Ishmael) کے ضمیمہ اول میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

جملۂ معترضہ کے طور پر یہاں ایک بات ذہن نشین کرانا ضروری ہے۔ اس عبارت کا بغور تنقیدی مطالعہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ واقعے کا مکمل، مربوط اور منطقی بیان نہیں ہے۔ اس کے برعکس اسلامی روایت میں اس کے متعلق بخاری کی ایک تشفی بخش، جامع اور مربوط تفصیل موجود ہے۔ پھر اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس طرح ایک بے رحم باپ اور خاوند کے روپ میں پیش کیا گیا ہے، اسے کیسے درست تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ 'اور آپ اس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے [27] پر دُور جا بیٹھی' میں صفا اور مروہ کے درمیان والے 'مسعیٰ' کی کتنی درست عکاسی کی گئی ہے۔ جن لوگوں کو حج یا عمرہ پر جانے کا موقع ملا ہو وہ اس بات کی تصدیق کریں گے کہ یہ فاصلہ بعینہٖ اتنا ہے۔

۳۔ 'اور بیابان میں رہا کیا' بھی اس دَور کے مکے کی ہو بہو عکاسی ہے جس کے لیے قرآنِ کریم میں 'وادی غیر ذی زرع' کے الفاظ آئے ہیں۔

۴۔ 'اور فاران کے بیابان میں رہا' کے الفاظ تو متعلقہ مقام کے نام کی صاف نشاندہی کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند نِکات پیش خدمت ہیں:

(الف) حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کا فاران اور مکے سے اتنا مضبوط اور غیر منقطع تعلق ہے کہ اس کے لیے بظاہر کسی دلیل کی ضرورت نہیں، لیکن علمائے بائبل نے اسے اتنا مبہم بنانے کی کوشش کی ہے کہ اِس سادہ سی حقیقت پر گفتگو کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

(ب) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کو کسی صحرائے سینائی میں واقع فاران میں جا بسایا ہوتا تو وہاں بنو اسماعیلؑ کی آبادیاں ہونا چاہیے تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ تھا کہ میں اسماعیلؑ کو بڑی قوم بناؤں گا (پیدائش ۱۷:۲۰)۔ اب سینائی میں تو اس بڑی قوم کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ دوسری طرف مکہ اور اس کے ارد گرد، دُور و نزدیک لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں آلِ اسماعیلؑ آباد ہے۔ یہ ایک ایسی زمینی حقیقت ہے کہ اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکار ممکن نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 'فاران' سے مراد 'مکہ' ہی کی سرزمین ہے۔

(ج) حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ مکے ہی میں فوت ہوئے تھے اور کعبے کے اس حصے میں جسے 'حطیم' کہتے ہیں، انھیں دفن کیا گیا تھا۔ یہ ایک ایسی نا قابلِ تردید مُسلّمہ حقیقت ہے کہ اس موضوع سے متعلقہ ہر کتاب اور انسائیکلو پیڈیاز نے اسے تسلیم کیا ہے۔ اس کے برعکس دنیا کے کسی کونے یا کسی نام نہاد 'فاران' میں ان کا مدفن تلاش کرنا ایک سعی لا حاصل ہے۔

(د) بائبل ہی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے فرزند کی قربانی 'مروَہ' کے ملک (جس سے مراد ہے 'مروَہ' کی پہاڑی کے اردگرد والی سرزمین) میں پیش فرمائی تھی (تُو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا[28] ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے، ساتھ لے کر موریا[29] کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا)۔[30] یہ مروَہ بھی مکے میں حرم شریف سے متصل ہی واقع ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے اور اس کی ماں ہاجرہ کو مکے ہی میں آباد کیا تھا کسی اور جگہ نہیں۔

(ہ) خانہ کعبہ میں اس مینڈھے کے سینگ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے فرزند کے بدلے میں ذبح کیا تھا، حجاج بن یوسف کے مکے پر سنگ باری کے وقت تک محفوظ تھے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ 'فاران' یہیں واقع تھا، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے فرزند اور اُس کی والدہ ہاجرہ کو آباد کیا تھا اور اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کے لیے پیش کیا تھا۔

(و) اہل عرب میں ہزاروں سال سے یہ روایت چلی آرہی تھی کہ خانہ کعبہ یا بیت اللہ شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے تعمیر کیا تھا۔ حج کا فریضہ ایام جاہلیت ہی سے غیر منقطع طور پر جاری تھا، اور اس پر مکے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کے قیام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موقع بہ موقع آمد کے متعدد شواہد موجود تھے۔ حج کے مناسک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کی یاد تازہ کرنے والے متعدد امور شامل ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس 'فاران' کے بیابان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اپنے اکلوتے بیٹے کو چھوڑ کر گئے تھے، وہ مکے ہی سے متعلق تھا۔

(ز) مکے سے متعلقہ 'فاران' کے علاوہ دنیا کے تختے پر کوئی ایسا 'فاران' موجود نہیں جو ان روایات اور تاریخی و زمینی حقایق کی رُو سے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ سے متعلق قرار دیا جا سکے۔

ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ سرزمین مکہ ہی 'فاران' ہے اور زیرِ تحقیق پیشین گوئی میں یہاں سے جلوہ گر ہونے والی ہستی محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی ذاتِ بابرکات ہے۔

اس طرح بائبل کے مطابق 'فاران' کا محلِ وقوع خود بائبل کی زبان میں 'وہ بیابان' اور قرآن کے الفاظ میں وہ 'وادی غیر ذی زرع' ہے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ آ کر قیام پذیر ہوئے تھے۔ اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ وہ جگہ حجاز کی سرزمین میں مکے کا شہر ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ 'فاران' کے لغوی معنی ہیں 'غاروں والی (Cavernous) سرزمین'۔ [1] مکے میں متعدد غاریں موجود تھیں، مثلاً غارِ حرا، غارِ ثور وغیرہ، اور یہ علاقہ ویران و بیابان بھی تھا، جس کی قرآن کے الفاظ 'وادیٔ غیر ذی زرع' میں عکاسی کی گئی ہے۔ محوّلہ بالا آیت میں بھی اس کے لیے 'بیابان' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس طرح دُعائے موسوی کی اس بشارت کا اطلاق حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات پر ہرگز ممکن نہیں، کیونکہ وہ کسی صحرا یا بیابان میں نہیں، بلکہ فلسطین کے سرسبز و شاداب علاقے میں رونق افروز ہوئے تھے۔

جو کچھ اب تک بیان ہوا، اس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مرنے سے پہلے ایک اہم بشارت دی تھی کہ ان کے بعد کوہِ شعیر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام طلوع ہوں گے، جن کے بعد مکے کے بیابان میں 'کوہِ فاران' پر نبوتِ خداوندی جلوہ گر ہوگی۔ ظاہر ہے کہ مکے کے پہاڑوں پر اب تک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی ذات جلوہ گر نہیں ہوئی۔ اب ہم بشارت کے بقیہ اوصاف پر گفتگو کریں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائبل کی محولہ بالا عبارتِ بشارت میں، 'فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا' سے بالکل متصل آگے ارشاد ہے: 'دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا'۔

تاریخ شاہد ہے کہ فتح مکہ کے وقت حضرت محمد ﷺ دس ہزار پاک باز (قدسی: یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ رمضان کے مہینے کی وجہ سے ان میں سے روزہ دار بھی تھے۔ روزے کی حالت میں تقویٰ و پاک بازی کا وصف انسان میں بتدرجۂ اَتم موجود ہوتا ہے) صحابہؓ کے ساتھ مکے کے پہاڑوں پر جلوہ گر ہوئے تھے اور آپؐ نے وہاں پر اپنے ساتھیوں کو اپنے اپنے خیموں کے ساتھ آگ روشن کرنے کا حکم دیا تھا، تاکہ اہلِ مکہ کو مسلمانوں کی قوت و تعداد کا اندازہ ہو جائے، وہ اس لشکر جرار سے ہیبت زدہ ہو کر مقابلے میں آنے کی جرأت نہ کر سکیں اور حرمِ مکہ بغیر کسی خونریزی کے فتح ہو سکے۔ اس طرح 'دس ہزار قدسیوں کے ساتھ فاران کے پہاڑ پر جلوہ گر ہونے' کی پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کی ذات پر پوری طرح صادق آتی ہے اور تاریخِ عالم میں محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور شخصیت پر اس کا ذرا بھی اطلاق نہیں ہوتا۔

'دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا' (He came with ten thousands of saints...KJV) کے الفاظ اس پیشین گوئی کے تعین کے سلسلے میں بالکل ناطق اور فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے انھیں ابہامات اور تحریفات کا خوب تختۂ مشق بنایا گیا ہے۔ اسی مضمون میں آگے اس کی کچھ مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ 'دس ہزار' کا عدد بائبل میں دو طرح سے آیا ہے: ایک تو 'دس x ہزار' کے مرکب کے طور پر، اور دوسرے 'دس ہزار' بطور گنتی کی ایک مستقل اکائی کے طور پر۔ پہلے مفہوم کے لحاظ سے عبرانی (عہد نامۂ قدیم) میں اس کے لیے 'عشر x الاف' کے دو الگ الگ الفاظ آئے ہیں اور یونانی (عہد نامۂ جدید) میں 'ڈیکا x خلیاڈ' کے۔ اس پہلی شکل میں یہ بائبل میں متعدد مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ دوسری صورت میں (بطور واحد اکائی) عبرانی (عہد نامۂ قدیم) میں اس کے لیے 'ربوبہ'[۳۲] کا لفظ 'دس ہزار' کے لیے ایک مستقل اکائی کے طور پر آیا ہے اور یونانی (عہد نامۂ جدید) میں بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'دس ہزار' کے لیے 'مُریاس' یا 'مُریاڈ' (Myriad) کا لفظ ایک مستقل اکائی کے طور پر آیا ہے۔ اس صورت میں یہ پوری بائبل میں کل بائیس مرتبہ (عبرانی زبان کے 'عہد نامۂ قدیم' میں سترہ مرتبہ اور یونانی زبان کے 'عہد نامۂ جدید' میں پانچ مرتبہ) آیا ہے۔ 'عہد نامۂ جدید' کے پانچ مواقع میں سے چار میں یہ عام انسانوں یا سکّوں وغیرہ کی گنتی کے لیے استعمال ہوا ہے اور ایک مرتبہ 'یہوداہ کے عام خط' (آیت ۱۴) میں حضرت حنوک کی پیشین گوئی کے طور پر:

> And Enoch also, the seventh from Adam, prophesied of these, saying, Behold, the Lord Cometh with ten thousands of his saints, to execute judgement upon all (...).[۳۳]

> ان کے بارے میں حنوک نے بھی 'جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا' یہ پیشین گوئی کی تھی کہ دیکھو، خداوند اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آیا۔[۳۴]

اور اس جگہ یہ اس زیرِ بحث پیشین گوئی ہی کا ایک الگ بیان ہے۔ جہاں تک 'عہد نامۂ قدیم' کے سترہ مقامات کا تعلق ہے تو وہاں پندرہ مقامات پر تو یہ عام گنتی کے لیے استعمال ہوا ہے اور دو مرتبہ محمد رسول اللہ ﷺ کی فتح مکہ کی اسی پیشین گوئی کے بیان میں مذکور ہے: ایک تو یہی 'استثنا' ۳۳:۲ میں اور دوسری مرتبہ 'غزل الغزلات' ۵:۱۰ میں۔ یہودی اور مسیحی علما اور مفسرین نے ان تینوں مقامات پر تحریفات، تاویلات اور ابہامات کی خوب آری چلائی ہے، مگر تحقیق و تلاش کے نتیجے میں حقیقتِ حال بے نقاب ہو ہی جاتی ہے (اس موضوع کی تفصیلی تحقیق ان شاء اللہ الگ سے پیش کی جائے گی، بیدہ التوفیق)۔

اس جملے میں لفظ 'آیا' بھی انتہائی اہم ہے۔ یہ لفظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی آیا ہے: 'سینا سے آیا'۔ وہاں اس کے لیے اصل عبرانی لفظ ہے: 'ب+و+ا=بوا'۔ 'سٹرونگ کے عبرانی لغت' کے اندراج ۹۳۵ صفحہ ۱۹ کے تحت اس کے معنی ہیں:

> to go or come (in a variety of applications); abide.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہاں اس کے لیے اصل عبرانی لفظ 'ا+ت+ہ=اتی' یا اتاہ' ہے۔ 'سٹرونگ کے بائبل کے عبرانی الفاظ کے لغت' کے اندراج ۸۵۷ صفحہ ۱۸ کے مطابق اس کے معنی ہیں:

Arrive; come (upon); bring

'اوکسفر ڈ انگلش ڈکشنری وتھیسارس' کے مطابق come upon کے معنی ہیں 'اچانک حملہ آور ہونا' اس طرح یہاں لفظ 'آیا' کے معنی ہوئے 'چڑھالانا، اچانک بے خبری میں حملہ آور ہونا' اور یہ مسلمانوں کی محمد رسول اللہ ﷺ کے تحت فتح مکہ کے موقع پر آمد کی ہو بہو عکاسی ہے۔ 'قدسیوں' کا لفظ بھی رمضان کی وجہ سے صحابہؓ کے روزے کی حالت میں ہونے کی عکاسی ہے۔ اس طرح یہ آیت فتح مکہ پر مکمل طور پر منطبق ہے۔

'اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشیں شریعت ان کے لیے تھی' سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'فاران سے دس ہزار قدسیوں کے ساتھ' جلوہ گر ہونے والا یہ نبی صاحبِ شریعت بھی ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی اسرائیلی نبی صاحبِ شریعت نہیں ہوا، تورات کے بعد کے دوسرے صحیفے، جن میں زبور اور انجیل بھی شامل ہیں، زیادہ تر امثال وحکم اور مواعظ ومناجات ہی پر مشتمل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ ہی صاحبِ شریعت نبی ہیں اور شریعتِ محمدی ہی پر 'آتشیں شریعت' کا اطلاق ہوسکتا ہے کہ یہ ایک واضح، روشن اور محکم شریعت ہے۔ [۳۵]

پیشین گوئی کا آخری حصہ ہے: 'ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے، اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے'۔

قرآنِ کریم میں محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ٥ [۳۶]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمھارے پاس تم ہی لوگوں میں سے ایک رسول آ گیا ہے۔ جو بات تمھیں نقصان اور رنج میں مبتلا کرے وہ اس پر بڑی شاق ہے۔ تمھاری ہدایت و فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔

اور صرف اہل ایمان ہی پر رحیم و شفیق ہونے پر موقوف نہیں، محمد رسول اللہ ﷺ تو 'وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین' (ہم نے تجھے سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے) کے بھی مصداق ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار پر یہ پیشین گوئی پوری طرح صادق آتی ہے کہ 'ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے'۔

اس کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے مقدس ساتھیوں کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں وہ اس پیشین گوئی کو اور زیادہ واضح طور پر محمد رسول اللہ ﷺ سے متعلق کر دیتے ہیں، اور کسی نبی کو ایسے پاکباز فرماں بردار اور وفا شعار ساتھی میسر نہیں ہوئے ہیں جنھوں نے اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنی جان و مال بھی اللہ اور اُس کے رسول کی نذر کر دیے ہوں، اور جو دن رات بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز رہتے ہوں (اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے تیار رہتے ہوں (اور تیری باتوں کو مانیں گے)۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں اِرشاد ہے:

(...) وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ۔ [37]

(...) اور جو لوگ اس [محمد رسول اللہ ﷺ] کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔ تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔ (کثرتِ) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں بھی (مرقوم) ہیں۔

اِس کے برعکس حضرت موسیٰ ؑ کی قوم کا حال یہ تھا کہ وہ ہر حکم کو ٹالنے اور اس کی تعمیل سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے بناتی تھی۔ بلکہ یہود تو جہاد کے حکم پر یہاں تک کہہ دینے سے بھی باز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ رہے کہ اذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون [38] ([اے موسیٰ] تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں)۔ جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا تعلق ہے تو انھوں نے تو مصیبت کے وقت آپؑ کو پہچاننے اور واقف بننے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

اس طرح اس پیشین گوئی کا ایک ایک لفظ اپنی ترجمہ در ترجمہ اور تحریف شدہ حالت میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی اتنی واضح شہادت دے رہا ہے کہ کوئی صاحبِ انصاف اس کا انکار نہیں کر سکتا، اور خود عیسائی علما کے پاس بھی کتابِ 'استثنا' کی مندرجہ بالا آیات کی موجودگی میں محمد رسول اللہ ﷺ کے انکار کے لیے کوئی دلیل باقی نہیں رہتی۔ اس لیے انھوں نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے ان آیات میں پے در پے تحریف و ترمیم کی ہے۔ مقالے کی ابتدا میں بائبل کی اس پیشین گوئی کا عربی اور فارسی کے علاوہ ایک اردو اور ایک انگریزی ترجمہ دیا گیا تھا۔ ناظرین ان کا موازنہ کریں تو اس میں بھی وہ Tenses، ضمائر اور کچھ دوسری باتوں میں کچھ نہ کچھ اختلاف محسوس کر سکیں گے۔ اُردو بائبل کے موجودہ ایڈیشن میں ان آیات کا مندرجہ ذیل ترجمہ کیا گیا ہے:

> اور مردِ خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے۔ اور اس نے کہا: خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا۔ وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور 'لاکھوں' قدسیوں میں سے آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشیں شریعت تھی۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔ اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ہیں۔ ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا۔ [39]

'دس ہزار قدسیوں کے ساتھ کوہِ فاران پر طلوع ہونے' کی پیشین گوئی چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے فتح مکہ پر حرف بہ حرف پوری اُترتی ہے اور کسی دوسرے نبی پر اس کا ذرہ برابر بھی اطلاق نہیں ہوتا، اس لیے یہاں 'دس ہزار' کو 'لاکھوں' میں بدل دیا گیا، اور 'کے ساتھ آیا' کو 'میں سے آیا' میں۔ 'ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے'، سے چونکہ 'بالمومنین رؤف رحیم' کی حقیقت درست ثابت ہوتی تھی اس لیے اسے بھی 'وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے' میں بدل دیا گیا۔ حالانکہ یہ ترجمہ بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'رحمة للعلمین' کی حقیقت کا غماز بن گیا ہے۔اس تحریف سے بھی تسلی نہ ہوئی تو ایک گروہ (رومن کیتھولک) نے ان آیات کا ترجمہ اس طرح کر دیا:

موسیٰ کی برکت: یہ وہ برکت ہے جس سے مردِ خدا موسیٰ نے اپنی وفات سے پیشتر بنی اسرائیل کو دعا دی۔ اس نے کہا: خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اپنی قوم پر طلوع ہوا۔ وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اور مریبہ قادیش میں آیا، اس کے داہنے ہاتھ سے شعلہ زن آتش پھوٹ نکلی۔ اس کے قہر نے اقوام کو تباہ کر دیا۔ اس کے تمام مقدسین تیرے ہاتھ میں تھے اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ہیں۔ انھوں نے اس کی باتوں سے روشنی پائی۔ [۲۸]

ایک ترجمے میں تو 'دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا' کے محمد رسول اللہ ﷺ پر اطلاق سے بچنے کے لیے اسے 'لاکھوں قدسیوں میں سے آیا' میں بدل دیا گیا۔ لیکن جب دیکھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے آخری حج کے موقعے پر سوا یا ڈیڑھ لاکھ مسلمان مکے میں آپؐ کے ساتھ تھے اور جن مسلمانوں' میں سے' یہ لوگ حج کرنے آئے تھے، اُن کی تعداد اُس وقت تک بہر حال لاکھوں تک پہنچ چکی تھی، تو ذہین مسیحی علما نے اسے مزید تحریف کا تختۂ مشق بنایا۔ ترجمہ اب 'دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا' سے بدل کر نظر ثانی شدہ اردو پروٹسٹنٹ ترجمے 'کتابِ مقدس' میں 'دس ہزار' سے 'لاکھوں' تک پہنچ گیا اور پھر بھی تسلی نہ ہوئی تو فارسی ترجمے میں اسے 'کرورہا' بنا دیا گیا اور کیتھولک اردو ترجمے 'کلامِ مقدس' میں 'مریبہ قادیش میں آیا' بن گیا۔ کمال چابک دستی اور ہوشیاری سے ترجمے میں سے مفہوم یوں غائب کیا ہے کہ لاکھ سر پٹختے رہیے، آپ جملے کا کوئی واضح اور متعین مطلب نہیں نکال سکیں گے۔ عربی میں اسے 'ربوات' بنا دیا گیا، جس کا مطلب ہے 'دسیوں ہزار'۔ آگے 'اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لیے تھی' بھی چونکہ بالبداہت محمد رسول اللہ ﷺ پر صادق آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا کوئی نبی بھی صاحبِ شریعت نہیں تھا، اس لیے بڑی صفائی کے ساتھ 'شریعت' بھی یہاں سے اڑا دی اور ترجمہ یوں بنا دیا 'اس کے داہنے ہاتھ سے شعلہ زن آتش پھوٹ نکلی'۔ پرانے ترجمے 'ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے' اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۴۳ء کے ایڈیشن والے ترجمے 'وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے' کو ایک طرف رکھیے اور آیت کے اِسی ٹکڑے کا ۱۹۵۸ء والے رومن کیتھولک ایڈیشن کا ترجمہ 'اس کے قہر نے اقوام کو تباہ کر دیا' دوسری طرف رکھیے اور پھر سر دُھنیے کہ رؤف و رحیم اور رحمت للعلمین کے خصائلِ محمدی پر آیت کے اس حصے کو منطبق دیکھ کر کس ڈھٹائی سے ترجمہ بالکل الٹ دیا گیا اور 'محبت' کو 'قہر' میں تبدیل کر دیا گیا، اور اس بات کا بھی خیال نہ کیا گیا کہ اس طرح خود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حرف آتا ہے کہ وہ کیسی عجیب برکت دے رہے ہیں، جو کسی قہر و غضب سے بھرے ہوئے شخص کے ہاتھوں قوموں کی تباہی و بربادی کا سامان ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی برکت ہے اور اللہ کے مقدس نبی ایسی دُعائیں بھی کیا کرتے ہیں۔ آخر میں ۱۶۱۱ء کے معیاری انگریزی ترجمے کا ایک تازہ 'نظر ثانی شدہ ایڈیشن' ملاحظہ فرمایئے کہ وہاں یہ آیات کیا روپ دھارتی ہیں:

> This is the blessing with which Moses the man of God blessed the children of Israil before his death. He said, 'The Lord came from Sinai, and dawned from Seir upon us; he shone forth from Mount Paran, he came from the ten thousands of holy ones with flaming fire at his right hand. Yea, he loved his people; all those consecrated to him were in his hand: so they followed in thy steps, receiving direction from thee'.[41]

اس ترجمے کے مترجمین کچھ محتاط اور دُور اندیش معلوم ہوتے ہیں، تاہم 'دس ہزار قدسیوں کے ساتھ' والا ترجمہ یہ بھی گوارا نہ کر سکے، اور 'دس ہزار' کا 'دسیوں ہزار' اور 'ساتھ' (with) ہٹا کر محمد رسول اللہ ﷺ پر اس کے اطلاق سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کا صاحبِ شریعت ہونا بھی چونکہ اس بشارت کے عین مطابق پڑتا ہے اور پرانے ترجمے کی رُو سے محمد رسول اللہ ﷺ کو ماننے بغیر چارۂ کار ممکن نہیں، اس لیے 'آتشیں شریعت' کا ترجمہ بھی غتر بود کر دیا گیا ہے۔ اور پرانے ایڈیشن کے ترجمے 'from his right hand went a fiery law for them' میں تحریف و ترمیم کر کے اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان سے دامن بچانے اور معترضین کے لاجواب کر دینے والے اعتراضات سے پہلو تہی کی خاطر 'شریعت' کا چکر ہی اڑا دیا اور وہاں اب یہ لکھ دیا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'with flaming fire at his right hand.' اب اگر ان کے ذہن میں یہ بات آ جائے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر جب آپؐ 'دس ہزار قدسیوں' کے ساتھ کوہِ فاران پر جلوہ گر ہوئے اور آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو اپنے اپنے خیموں کے پاس آگ روشن کرنے کے لیے کہا تھا، جس کے نتیجے میں اس وقت آپؐ کے داہنے ہاتھ لشکرِ اسلام کے الاؤ روشن ہو گئے تھے، تو آپ دیکھیں گے کہ یہاں بھی 'مریبہ قادیش' جیسا کوئی لفظ لا کر معاملہ گول کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ محولہ بالا آیات کو بار بار کیوں ترمیم و تحریف کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ ان آیات میں ایک خاص مقصد کے تحت اور ایک خاص نہج پر تحریف کی گئی ہے۔ اگر عیسائی علما ان آیات کے بعثتِ محمدیؐ پر منطبق ہونے سے خوف زدہ نہ ہوتے تو انھیں اس تحریف و ترمیم کی آخر کیا ضرورت تھی۔ یہ تحریف و تبدیلی دراصل ان کے دل کے چور کی ناقابلِ تردید شہادت ہے۔

عین ممکن ہے کہ کوئی صاحب اس تدریجی تحریفی عمل کو اختلافِ تراجم کا نام دے کر اس کی مدافعت کی کوشش کریں۔ 'کتابِ مقدس' کی استنادی حیثیت اور اس میں ترمیم و تحریف ایک مستقل موضوع ہے۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب '*The only Son Offered for Sacrifice: Isaac or Ishmaeal?*' کے ستر صفحات پر مشتمل ضمیمہ دُوم 'بائبل کا متن اور اس میں تحریف و تخریب کی بعض صورتیں' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہوئی تو شاید اس پر ایک مستقل کتاب میں گفتگو کی جائے۔ یہاں اس سلسلے میں نہایت اختصار سے چند معروضات پیش کی جاتی ہیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کسی زبان کی ایک خاص عبارت کا ترجمہ مقصود ہو اور وہ عبارت اپنی اصلی اور غیر مُبدَّل حالت میں سامنے موجود ہو اور اس عبارت کی زبان کے لغت و قواعد دستیاب ہوں، تو یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ اس کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ ایک جگہ 'دس ہزار' ہو، دوسری جگہ 'لاکھوں' ہو، تیسری جگہ 'دسیوں ہزار' ہو اور چوتھی جگہ 'مریبہ قادیش' بن جائے۔ فارسی ترجمے میں 'کرور ہا'[42] یعنی کروڑوں ہو، اور عربی ترجمے میں 'رِبوات القدس' بن جائے،[43] یا ایک فقرے کا ترجمہ ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب' ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے' قرار دیں اور دوسرے صاحب نے اس کا ترجمہ 'اس کے قہر نے اقوام کو تباہ کر دیا' جیسی بالکل ہی مختلف عبارت سے کر دیا ہو؛ یا پھر اس کے ایک فقرے کا ترجمہ ایک مترجم 'اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشیں شریعت اُن کے لیے تھی' قرار دیں اور دوسرے مترجم قانون وشریعت کے اِنطباق سے پیچھا چھڑانے کے لیے اس کا حلیہ بگاڑ کر' اس کے داہنے ہاتھ سے شعلہ زن آتش پھوٹ نکلی' کے الفاظ اس فقرے کے ترجمے کے طور پر پیش کریں۔ آخر اختلافِ تراجم کی کوئی حد ہوتی ہے۔ اگر کلام الٰہی کے ساتھ یہ تمسخر واستہزا اور ایسی مشقِ ستم اختلافِ تراجم کے ذیل میں آتی ہے تو تحریف کے الفاظ لغت سے نکالنے پڑیں گے۔

آخر میں اہم نکات الگ الگ بیان کر کے پورے مضمون کا مختصر اعادہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید میں انبیا اور ان کی تعلیمات کا مُصدِق کہا گیا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے ان کی تصدیق فرمائی ہے اور چونکہ اِن کے ذریعے سے آنحضرت ﷺ کی آمد کی اطلاع دی گئی ہے، اِس لیے آپؐ کی آمد سے اِن کی یہ پیشین گوئیاں سچی ثابت ہوئیں۔ چنانچہ اِس لحاظ سے بھی آپؐ اِن انبیا اور اِن کی کتابوں کے مُصدِق قرار پاتے ہیں۔

۲۔ بائبل میں مختلف انبیا کے ذریعے سے لوگوں تک تعلیماتِ الٰہی منتقل کی گئی ہیں۔ لیکن فنِ تحریر اور سامانِ تحریر کی عدم دستیابی کی وجہ سے وہ اپنی اصلی حالت میں برقرار نہ رہ سکیں اور اِن میں تحریف وترمیم کی جاتی رہی۔ تاہم کلامِ الٰہی کی خدمت وحفاظت کے سلسلے میں ان کے بعض متقی ربیوں نے جس احتیاط واعتنا سے کام لیا، اس کی وجہ سے کلامِ الٰہی کے الفاظ کی ایک بڑی مقدار اب بھی اِس میں موجود ہے۔

۳۔ بائبل میں مستقبل میں پیش آنے والے بعض واقعات اور بعض انبیا کی آمد کی پیشین گوئیاں بھی درج ہیں۔ اگر یہ واقعات فی الحقیقت عمل میں آتے ہیں اور بیان کردہ انبیا تشریف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائے ہیں، تو یہ بائبل اور اِس کی اِن پیشین گوئیوں کے سچ ہونے کی دلیل ہے۔

۴۔ من جملہ اِن پیشین گوئیوں کے بائبل کی کتاب استثنا کے باب ۳۳ کے آغاز کی چند آیات بھی ہیں، جن میں حضرت موسیٰ ؑ، حضرت عیسیٰ ؑ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ترتیب وار آمد کی خبر دی گئی۔

۵۔ اِن آیات کے ترجمے میں اہلِ کتاب نے حسبِ عادت کتر بیونت اور تحریف و ترمیم کا عمل بھی سرانجام دیا ہے۔

۶۔ پہلی تمہیدی آیت کے بعد دوسری آیت میں پہلے حضرت موسیٰ ؑ کو 'سینائی' پر شریعت دیے جانے کا ذکر ہے۔

۷۔ دوسری آیت کے دوسرے جملے میں حضرت عیسیٰ ؑ کو 'شعیر' کے مقام پر نبوت عطا کیے جانے کا ذکر ہے۔

۸۔ اِسی دوسری آیت کے تیسرے جملے میں محمد رسول اللہ ﷺ کو 'فاران' پر شریعت دیے جانے کا ذکر ہے۔

۹۔ بائبل کے مطابق 'فاران' وہی جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم ؑ اپنے کم سن بیٹے حضرت اسماعیل ؑ اور اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ کو چھوڑ کر گئے تھے۔ مکے میں اس کی تمام نشانیاں بطور زمینی حقائق کے ٹھوس اور عملی حالت میں موجود ہیں۔

۱۰۔ پیشین گوئی میں 'دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا' صریح طور پر اور بغیر کسی شک وشبہ کے فتح مکہ کا ذکر ہے۔

۱۱۔ 'اُس کے داہنے ہاتھ اُن کے لیے ایک آتشیں شریعت تھی' میں محمد رسول اللہ ﷺ کو شریعت دیے جانے کا ذکر ہے۔ کیتھولک 'کلامِ مقدس' نے کتابِ استثنا کو نام ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'تثنیۂ شرع' کا دیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پوری کتابِ 'استثنا' کا مرکزی مضمون ہی 'دوسری شریعت' ہے۔ اس کتاب کا انگریزی نام 'Deuteronomy' بھی اسی بات کی دلالت کرتا ہے۔

۱۲۔ پیشین گوئی کے آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کا ذکر ہے، جو اُن کی منہ بولتی تصویر ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی اِن کے یہی اوصاف بیان ہوئے ہیں، جیسا کہ اِرشاد ہے:

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ (القرآن، الفتح ۴۸:۲۹)۔

اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل، (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔ (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں۔

اِن نکات کی روشنی میں ثابت ہو جاتا ہے کہ مندرجہ بالا مضمون میں محمد رسول اللہ ﷺ کے 'فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہونے' والی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سامنے آنے والی پیشین گوئی حرف بہ حرف سچی ثابت ہوتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی باب سوم

فاران سے ظُہورِ قدسی

ا۔ 'کتابِ مقدس'، استثنا ۱۸: ۲۰ تا ۲۲ (لاہور: برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی، انارکلی، ۱۹۴۳ء)۔

۲۔ 'کتابِ مقدس'، استثنا ۳۳: ۱ تا ۲ (لاہور: برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی، پنجاب ایگزلری، سن طباعت ندارد)، صفحہ ۲۲۰۔

۳۔ 'الکتاب المقدس'، دار الکتاب المقدس فی العالم العربی، صفحہ ۳۳۴۔

۴۔ 'کتابِ مقدس'، 'دی ہولی بائبل اِن پرشین'، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۳۲۹۔

5. Deuteronomy, 33:1-3, KJV.

6. William Smith, *A Dic. of Bible, Revised* (Michigan: Regency Reference Lib., Zondervan Publishing House, Grand Rapids, 1948), s. v. 'Sinai', p. 634.

7. J. L. McKenzie, *Dic. of the Bible* (London: Geoffrey Chapman, 1984). 'Sinai', p. 821.

8. *The Pentateuch and Haftorah*, ed., J. H. Hertz (London: Soncino Press, 1979), 909.

9. Dr. A. Cohen, *The Soncino Chumash* (Hindhead, Surrey: the Soncino Press, 1947), 1176.

10. *Enc. Biblica*, ed. T. K. Cheyne (London: Watts and Co., 1902), s. v. 'Sinai', 4:4629.

11. *The Jewish Enc.*, 11:381-82.

12. Siegfried H. Horn, *7th Day Adventist Bible Dic.*, ed. Don F. Neufeld (Washington DC : Review and Herald Pblg. Association, 1979), s. v. 'Sinai', p. 1043.

13. *The Harper's B. D.*, ed. Paul J. Achtemeier (Bangalore: TPI, 1994), sv. 'Sinai', 957.

14. *New Bible Dic., Second Edn.*, ed. J. D. Douglas, et. al. (Leicester, UK: Inter-Varsity Press; Illinois, USA: Tyndale House Publishers, Inc., Wheaton, 1977), sv. 'Sinai', 1120.

15. *7th Day Adventist Bible Dic.*, s. v. 'Seir', p. 1001.

16. W. Smith, *A Dic. of Bible, Revised*, s. v. 'Seir', p. 602.

17. W. Smith, *A Dic. of Bible, Revised*, s. v. 'Seir', p. 602.

18. *The Interpreter's Dic. of the Bible*, ed. George Aurthur Buttrick, et. al. (NY: Abingdon Press, Nashville, 1962), sv. 'Seir', 4:262

19. *Strong's Dic. of the Heb. Words of the Bible*, entry 2224.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ 'کتاب مقدس'، انجیل متی ۵:۱۶ تا ۱۷۔

۲۱۔ 'کتاب مقدس'، انجیل متی ۱۵:۲۴۔

۲۲۔ 'کتاب مقدس'، انجیل متی ۱۰:۵ تا ۶۔

۲۳۔ 'کتاب مقدس'، گنتی ۲۰:۱۴، ۱۶ تا ۲۱۔

۲۴۔ 'کتاب مقدس'، استثنا ۳۴:۱ تا ۶۔

۲۵۔ 'کتاب مقدس، ریوائزڈ ورژن' (لاہور: پاکستان بائبل سوسائٹی، ۲۰۰۲ء)، پیدائش ۲۱:۱۴ تا ۱۶۔

۲۶۔ 'کتاب مقدس' (لاہور: برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی، انارکلی، ۱۹۴۳ء)، پیدایش ۲۱:۱۷ تا ۲۱۔

۲۷۔ کنگ جیمز ورژن نے 'ٹپے' کے لیے Bowshot کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بابائے اردو نے 'دی سٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری' (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان: ۱۹۸۵ء)، صفحہ ۱۱۶ پر Bowshot کے معنی 'تیر کی زد کا فاصلہ' لکھے ہیں۔

۲۸۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام اُس وقت پیدا ہوئے جب یہ چودہ سال کے ہو گئے تھے اس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام چودہ سال تک 'اکلوتے فرزند' رہے، جبکہ حضرت اسحاق علیہ السلام اپنی زندگی میں کسی وقت بھی 'اکلوتے فرزند' نہ رہے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری کتاب '*The Only Son Offered for Sacrifice: Isaac or Ishmael*'۔

۲۹۔ اس موضوع پر ہماری کتاب '*The Only Son Offered for Sacrifice: Isaac or Ishmael*' میں 'موریاہ' پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، جسے وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔

۳۰۔ 'کتاب مقدس'، پیدایش ۲۲:۲۔

۳۱۔ ملاحظہ کیجیے 'اے سائیکلو پیڈک بائبل کنکورڈنس' (نیویارک: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس)، صفحہ ۲۱۷۔

۳۲۔ 'سٹرونگ کے بائبل کے عبرانی الفاظ کے لغت' میں اندراج ۷۲۳۳، صفحہ ۱۰۶ کے مطابق اس کے یہ معنی بیان ہوئے ہیں:

> from 7231; abundance (in number), ie (spec) a myriad (whether definite or indefinite); ten thousand.

33. Jude: 14 KJV.

۳۴۔ 'کتاب مقدس'، یہوداہ کا عام خط: ۱۴۔ یہاں بھی بائبل کے اُردو مترجمین کی 'دیانتداری' ملاحظہ فرمائیے کہ 'ten thousands' کا اُردو ترجمہ 'لاکھوں' کر دیا ہے۔ ذیل میں '*The Apocrypha and*

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی *Pseudepigrapha of the OT.*, ed. R. H. Charles (Oxf. at the Clarenden Press, 1979)'.

'Book of Enoch' 1:9 صفحہ ۱۸۹ سے 'کتابِ حنوک' کی اصل عبارت درج کی جاتی ہے:

> And behold! He cometh with ten thousands of 'His' holy ones to excute judgement upon all, and to destroy all the ungodly. And to convict all flesh of all the works 'of their ungodliness' which they have ungodly committed, 'And of all the hard things which' ungodly sinners 'have spoken' against Him.

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ بائبل کا 'کنگ جیمز ورژن' یا مستند ترجمہ (Authorised Version) کسی ایک شخص کی محنت کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس کی تیاری کے عمل میں چالیس سے زیادہ علما شامل تھے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اس کے الگ الگ اجزا کا ترجمہ الگ الگ علما نے کیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ پہلے سب مل کر ایک آیت یا کتاب کا ترجمہ کریں پھر اگلی آیت کا۔ وعلیٰ ہذا القیاس سب نے مل کر پوری کتاب کا ترجمہ کیا ہو اور ہر آیت کے ترجمے میں ٹیم کے تمام علما شامل ہوں۔ گڈیز میک گریگر (Geddes MacGregor) 'دی بائبل ان دی میکنگ' (لندن: جان مرے، ۱۹۶۱ء) میں صفحہ ۱۷۱ پر لکھتا ہے:

> ان سینتالیس مترجموں کو چھ گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دو گروپ اوکسفرڈ میں میٹنگ کرتے تھے، دو کیمبرج میں اور دو ویسٹ منسٹر میں۔ ہر گروہ کو ترجمے کے کام کا ایک حصہ تفویض کیا گیا تھا۔

اس لیے 'دس ہزار' (ربوبہ یا مریاڈ) کا ترجمہ کسی نے ten thousand کر دیا اور کسی نے ten thousands۔ مراد دونوں تراجم میں 'دس ہزار' کا عدد تھا نہ کہ دسیوں ہزار (tens of thousands)۔ اس دور کی (آج سے چار سو سال پہلے کی) انگریزی میں دس ہزار کے لیے 'ten thousand' بھی استعمال ہوتا تھا اور 'ten thousands' بھی۔ البتہ اگر 'دسیوں ہزار' کہنا مراد ہوتا تو اس کے لیے 'many ten thousands' یا 'tens of thousands' لکھا جاتا۔ یہاں 'لاکھوں' لکھنا کسی طرح درست نہیں۔

۳۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے جو احکام وقوانین (شریعت) تورات کی شکل میں عنایت فرمائے تھے، بعد کے اسرائیلی انبیا اسی کے تابع اور اسی شریعت کے مجدد تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی نہ کوئی مستقل شریعت عطا فرمائی اور نہ اپنے صاحبِ شریعت ہونے کا کہیں دعویٰ کیا، بلکہ اس کے برعکس شریعتِ موسوی پر خود بھی عمل کیا اور اسی کے اتباع کی اپنے متبعین کو بھی ہدایت کی۔ یہاں کوئی صاحب حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحبِ کتاب ہونے سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ دونوں کتابیں شریعت کی کتابیں نہیں۔ امام راغب اصفہانی نے 'زبور' کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'ہر وہ کتاب جو جلی اور گاڑھے خط میں لکھی ہوئی ہو' ('المفردات' ترجمہ محمد عبدہ، لاہور: اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۴۳۰، زیرِ لفظ زبور زبر)۔ 'دی جیوئش انسائیکلو پیڈیا' (۲۴۱: ۱۰) میں اس کی جو وضاحت کی گئی ہے اس کا مفہوم درج ذیل ہے:

عبرانی میں اس کتاب کا عنوان ہے 'تحِلّیم'، جس کا واحد 'تحِلّہ' (Tehillah) ہے۔ اس کے معنی ہیں 'حمدیہ گیت' (song of praise)۔ اس کا انگریزی نام 'Psalms' ایک یونانی لفظ سے ماخوذ ہے، جس کے ابتدائی معنی ہیں 'تار والے آلاتِ موسیقی بجانا' اور اس کے دوسرے معنی ہیں 'ان آلات کی دُھنوں کے ساتھ گایا ہوا گیت'۔

بعض کے نزدیک اس کا نام 'زبور' رکھا ہی اس لیے گیا ہے کہ یہ احکامِ شرعیہ کی تفصیل کے بجائے دین کے بنیادی عقائد اور ادعیہ و مناجات کا مجموعہ ہے۔ باقی رہا انجیل کا معاملہ، تو جن لوگوں نے انجیل کا مطالعہ فرمایا ہے وہ جانتے ہیں کہ انجیل احکامِ شریعت کی کتاب نہیں، بلکہ محض وعظ و نصیحت اور اصلاحِ نفس کی تلقین کا مجموعہ ہے۔ اس میں جہاں کہیں احکامِ شرعیہ بیان ہوئے بھی ہیں وہ شریعتِ موسوی کے احکام ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کے ظاہر کے بجائے ان کی روح کو بطور آئیڈیل واعظانہ انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ایک زانیہ کا مسئلہ آپ کو آزمائش میں ڈالنے کے لیے جب آپ کے سامنے فیصلے کے لیے پیش کیا گیا تو آپ نے اسے شریعتِ موسوی کے مطابق سنگسار کیے جانے کا فیصلہ دیا (انجیلِ یوحنا ۸:۷)۔ انجیلِ یوحنا ۱:۱۷ میں ہے: 'شریعت تو موسیٰ کی معرفت دی گئی مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح کی معرفت پہنچی' یعنی خود انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت نبی نہ تھے۔ انجیلِ یوحنا ۷:۱۹ میں ہے: 'کیا موسیٰ علیہ السلام نے تمھیں شریعت نہیں دی؟' پیرویٔ شریعتِ موسوی کی تلقین کی چند اور مثالیں بطور مشتے نمونہ ملاحظہ فرمالیجیے:

(۱) 'اور جو نذر موسیٰ [علیہ السلام] نے مقرر کی ہے اسے گزران' (متی ۸:۴)۔

(۲) 'ان چیزوں کو جو موسیٰ [علیہ السلام] نے مقرر کیں نذر گزران' (مرقس ۱:۴۴)۔

(۳) 'فقیہ اور فریسی موسیٰ [علیہ السلام] کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمھیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو: لیکن ان کے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں' (متی ۲۳:۳)۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا: 'یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ (...)، جو ان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا' (انجیل متی ۵:۱۷ تا ۱۹)۔ لیکن افسوسناک بات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ مسیحیوں کے نزدیک آپ شریعت دینے نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی لعنت سے چھڑانے کے لیے آئے تھے: 'مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا، اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا، کیونکہ لکھا ہے کہ جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے' (گلیتیون ۳:۱۳)۔

۳۶۔ القرآن، سورۃ توبہ ۹:۱۲۸۔

۳۷۔ القرآن، الفتح ۴۸:۲۹۔

۳۸۔ القرآن، المائدہ ۵:۲۴۔

۳۹۔ 'کتابِ مقدس'، استثنا ۳۳:۱ تا ۳، ۱۹۴۳ء۔

۴۰۔ 'کلامِ مقدس'، تثنیۂ شرع ۳۳:۱ تا ۳، سوسائٹی آف سینٹ پال، روما، ۱۹۵۸ء۔

41. Deu. 33 1-3 The Bible, *Revised Standard Version* (RSV).

۴۲۔ 'کرور' کے معنی حسن عمید نے 'پانصد ہزار' لکھے ہیں، جس کا مطلب بنتا ہے: 'پانچ لاکھ' (حسن عمید، 'فرہنگِ عمید' [انتشاراتِ جاویدان علمی، ۱۳۴۴ خورشیدی])۔ ڈاکٹر سٹائن گاس نے اس کے معنی A' crore (in Persian= 500,000)' لکھے ہیں۔

(F. Steingass, Ph.D., *A Comprehensive Persian-Eng. Dic.* [London: Kegan Paul, Trench, Trubner & Co. Ltd, Broadway House, Carter Lane, E.C, 1947]), 1025.

۴۳۔ ایک فاضل بزرگ نے پانچی زادہ کے حوالے سے 'ربوات' کے معنی 'ٹیلے' بیان کیے ہیں۔ 'ربوہ' کا لفظ قرآن کریم میں بھی آیا ہے، اور وہاں اُس کے یہی معنی مراد ہیں، کیونکہ عربی میں اِس کے معروف و متداول معنی یہی ہیں، لیکن وہاں یہ 'ر' پر زبر کے ساتھ آیا ہے۔ عربی بائبل میں یہ لفظ 'ر' پر زبر کے بجائے اس کے نیچے زیر کے ساتھ آیا ہے، جس کے معنی عبرانی کی طرح عربی میں بھی 'دس ہزار' ہیں۔ عربی لغت 'لا روش' میں بھی یہی معنی درج ہیں۔ مشہور عربی لغت 'المنجد' مطبوعہ دارالمشرق، بیروت، ۱۹۹۷ء کے صفحہ ۲۴۷ پر بھی یہی معنی درج ہیں۔ 'اے ڈکشنری آف ماڈرن رٹن عربیک' میں لکھا ہے:

Ribwa pl. -at: ten thousands, myriad. (Hans Wehr, *A Dic. of Modern Written Arabic*, ed. J. Milton Cowan [NY: Spoken Language Services, Inc. 1976] sv. 'Ribwa' p. 324.

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک واضح، غیر مبہم اور دوٹوک پیشین گوئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غلط طور پر منسوب 'صعودِ موسیٰ' (*Assumption of Moses*)[1] نامی ایک کتاب میں محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایک عجیب و غریب پیشین گوئی بیان کی گئی ہے۔ میرے ایک فاضل دوست جناب محمد فاروق کمال[2] نے مجھے اس کتاب سے متعارف کرایا تھا۔ 'صعودِ موسیٰ' (*Assumption of Moses*) نامی یہ کتاب ابتداءً گیارہ سو سطور پر مشتمل تھی، جس کا قریباً نصف حصہ دریافت ہو چکا ہے۔ یہ 'صعودِ موسیٰ' آر ایچ چارلز کی تالیف '*The Apocrypha and Pseudepigrapha of the Old Testament in English*' میں شامل ہے۔ اس کتاب کے ایڈیٹر نے کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے کہ ابتداءً یہ کتاب ۷ء تا ۲۹ء کے درمیان کسی وقت عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی۔ پہلی صدی عیسوی میں اِس کا یونانی زبان میں ترجمہ مَنصّہ شہود پر آ گیا تھا۔ پانچویں صدی تک اِس کتاب کے یونانی ترجمے کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہو گیا تھا۔ اس ترجمے کا ایک بڑا حصہ کریانی (Ceriani) نے شہر میلان کی ایمبروشین لائبریری کے چھٹی صدی کے ایک مسودے کی صورت میں دریافت کیا تھا۔ اُس نے ۱۸۶۱ء میں اسے شائع کرایا تھا۔ یہ مسودہ چھٹی صدی کا ایک 'Palimpsest'[3] ہے۔[4] جناب ایڈیٹر لکھتے ہیں:

> It is not, as scholars have supposed, the actual work of the original Latin translator, but only a fragmentary copy of that version; for our text contains duplicate renderings and attempts at a better translation, which were primarily marginal glosses, but afterwards introduced by a copyist into the text.[5]

یہ ابتدائی لاطینی مترجم کا اپنا کام نہیں ہے، جیسا کہ بعض علما کا خیال ہے، بلکہ یہ اُس ترجمے کے صرف کچھ حصے کی نقل ہے؛ کیونکہ ہمارا یہ متن دُہرے اور بہتر ترجمے کی کوششوں پر مشتمل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جو ابتداءً حاشیے میں دی گئی توضیحات تھیں، لیکن بعد میں کسی نقل نویس نے انھیں اصل متن میں شامل کر دیا تھا۔

موجودہ کتاب اس لاطینی ورشن کا، جو یونانی ورشن سے لاطینی میں ترجمہ کیا گیا تھا، انگریزی ترجمہ ہے، لیکن یونانی ورشن اس کی اصل صورت نہیں۔ ممکن ہے کہ اصلاً یہ عبرانی زبان میں ترتیب دیا گیا ہو اور بعد میں اس کا یونانی ترجمہ کیا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب کے ایڈیٹر کا خیال ہے:

In some cases we must translate, not the Latin, but the Hebrew presupposed by it; (…). Frequently it is only through retranslation that we can understand the source of the corruptions in the text.[7]

بعض حالتوں میں ہمیں لاطینی سے نہیں بلکہ اس عبرانی سے ترجمہ کرنا چاہیے جس کے متعلق فرض کیا جاتا ہے کہ وہ اس سے پہلے موجود تھا؛ (...)۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب ہم (فرضی طور پر) ترجمے سے ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو متن میں تحریف کا ماخذ دریافت کر لیتے ہیں۔

اس کتاب کا مصنف نہ تو صدوقی (Sadducee)[8] تھا، نہ اس زمانے کے کٹر یہودیوں کے گروہ (Zealots)[9] کا فرد یا ایسینی (Essene)[10] بلکہ فریسیوں[11] کے ایک درویش صفت[11] گروہ (Pharisaic Quietist) کا فرد تھا۔

'صعودِ موسیٰ' نامی زیرِ مطالعہ کتابچہ بارہ ابواب، جنھیں پیراگراف کہنا زیادہ مناسب لگتا ہے، پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں کم و بیش بیس سطور ہیں۔ آغاز ہی میں پہلے باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یوشعؑ بن نون کو اپنے پاس بلاتے اور فرماتے ہیں:

That the time of the years of my life is fulfilled and I am passing away to sleep with my fathers even in the presence of all the people. And receive thou this writing that thou mayst know how to preserve the books which I shall deliver unto thee.[12]

میرا جامِ عمر لبریز ہو چکا ہے اور میں سب لوگوں کی موجودگی ہی میں اپنے آباؤ اجداد کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ابدی نیند سونے جا رہا ہوں۔ اب تم یہ تحریر سنبھال رکھو تا کہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ جو کتابیں میں تمھارے حوالے کروں، ان کی حفاظت کیسے کی جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام، یوشع کو مزید بتاتے ہیں:

That he might be the minister of the people (...), and that he might bring the people into the land given to their fathers, that it should be given to them according to the covenant and the oath.[14]

تا کہ وہ لوگوں کا خادم و ناظم ہو سکے (...)، اور تا کہ وہ لوگوں کو اس ملک میں لے جا سکے جو ان کے آباؤ اجداد کو دیا گیا تھا۔ اور تا کہ یہ ملک میثاق اور قسم کے مطابق ان کے حوالے کیا جائے۔

ان سطور سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابچہ کچھ ایسی اطلاعات پر مشتمل ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک نہایت اہم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسے اپنی مُہلتِ حیات پوری ہونے پر اپنی وصیت یا 'عہد'[14] کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ یہ جاننے کے لیے کہ مضمون کس طرح آگے بڑھ رہا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر باب کے مشمولات کے خاکے کا ایک مختصر سا مطالعہ کر لیا جائے۔

دوسرے باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع کو بتاتے ہیں:

Thou shalt bless and give to them individually and confirm unto them their inheritance in me.[15]

تم انھیں برکت دینا اور انھیں فرداً فرداً عطا کرنا اور انھیں اس بات کی یقین دہانی کرانا کہ انھیں میرے وجود میں وراثت حاصل ہے۔

وہ اسے (یوشع کو) علاقائی انداز میں نبوکدنضر[16] کی فتح تک کی تاریخ کے اہم نکات اور نمایاں خدوخال سے بھی مختصراً آگاہ کرتے ہیں۔ تیسرے باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوکدنضر کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی کے مختصر حالات بیان کرتے ہیں۔ چوتھے باب میں دانیال کی آمد، ان کی اسیری سے رہائی اور ان کی بابل کی جلاوطنی سے اپنے وطن یروشلم[17] واپسی کے لیے دعا کے بارے میں اطلاع دیتے ہیں۔ پانچویں باب میں سلوسی (Seleucidae)، یونانی بادشاہوں اور جرنیلوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبضے کا ذکر ہے۔ بعد ازاں مرتد یہودی قوم کو انٹیوکس کی ذات کی صورت میں سزا دی گئی۔ چھٹے باب میں نام لیے بغیر تباہیوں کا بیان ہے۔

چھٹے باب کے خاتمے کے بعد مصنف کا اپنا دور زندگی شروع ہوتا ہے۔ اب وہ ماضی کے واقعات اور مستقبل کی پیشین گوئیاں بیان نہیں کر سکتے تھے۔ اب وہ صرف چند مبہم سی پیشین گوئیاں اور معمائی علامات ہی بیان کر سکتے تھے۔ ساتویں باب کے غدار، صرف ذاتی مفادات اور خوشیوں کے طالب، پیٹو اور دھوکے باز لوگوں کا اطلاق صدوقیوں ہی پر کیا جا سکتا ہے۔ ایڈیٹر کے خیال کے مطابق عذاب الٰہی کا دوسرا دور انٹیوکس اپی فینز[18] کی تعذیب[19] کا ٹھیک ٹھیک بیان ہے۔

جہاں تک نویں باب کا تعلق ہے، اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام یا الہام سے سرشار جو بھی ولی یا نقل نویس اس کتاب کے مصنف ہوں، سات خوابیدگان (یعنی اصحابِ کہف) کے رومی حکمران دقیانوس[20] (Decius) کی تعذیب سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ایک غار میں پناہ لینے کے واقعے کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ یہ واقعہ قرآن کریم کی اٹھارھویں سورت (سورۃ الکہف، یعنی غار) میں بھی درج ہے۔ اگرچہ کتاب کا ایڈیٹر باب نہم میں مذکور اس واقعے کو ۲۔ مکابیون ۵:۱۸ میں مذکور کسی دوسرے الیعزر نامی غیر متعلقہ شخص سے منسلک کرتا ہے، جس کا نام یہاں Taxo درج ہے، جو سردار نقل نویسوں میں سے ایک تھا اور ۴۔ مکابیون ۵:۳ کے مطابق ایک کاہن تھا، لیکن اس واقعے کا شہر افسوس (Ephesus) کے ساتھ سونے والوں کے واقعے پر اطلاق زیادہ بامعنی ہے۔ اس باب کے چند اقتباسات سے اس کی وضاحت ہو جائے گی:

> Then in that day there shall be a man of the tribe of Levi, whose name shall be Taxo, who having seven sons shall speak to them exhorting (them): 'Observe, my sons, behold a second ruthless (and) unclean visitation [trouble or disaster considered as a punishment from God (Oxf. *Adv. Learner's Encyclopedic Dic.*, p. 1010)] has come upon the people, and a punishment merciless and far exceeding the first. (...). Now, therefore, my sons, hear me (...). Let us fast for the space of three days and on the fourth let us go into a cave which is in the field, and let

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

us die rather than transgress the commands of the Lord of Lords, the God of our fathers. For if we do this and die, our blood shall be avenged before the Lord.[21]

تب ان دنوں میں وہاں قبیلۂ لاوی کا ایک شخص ہوگا جس کا نام Taxo ہوگا۔ اس کے سات بیٹے ہوں گے جنھیں وہ نہایت سنجیدگی سے تنبیہ کرتے ہوئے کہے گا: 'میرے بیٹو! توجہ کرو، دیکھو لوگوں پر ایک بے رحم اور ناپاک عذاب الٰہی نازل ہو چکا ہے، جو ایک ایسی سزا ہے جو پہلی سے کہیں زیادہ اور بے رحمانہ ہے۔ (...)۔ لہٰذا میرے بیٹو! اب میری بات سنو۔ (...)۔ آؤ پہلے تو ہم تین دن کے روزے رکھیں۔ چوتھے دن ہم ایک غار میں چلے جائیں جو میدان میں واقع ہے۔ اگر ہم یہ کر کے مریں گے تو خداوند کے حضور ہمارا خون رائیگاں نہیں جائے گا اور اس کا بدلہ لیا جائے گا'۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اُفسس کے سات خوابیدگان کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیانی عرصے کی مذہبی دنیا کا بہت بڑا اور نہایت اہم واقعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ واقعہ حضرت یوشعؑ سے بیان کرنا ضروری سمجھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ کتاب 'صعودِ موسیٰ' پہلی صدی عیسوی کی پہلی چوتھائی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے لکھی گئی تھی۔ اس طرح یہ کتاب 'اصحاب کہف' کا واقعہ اس کے وقوع سے دو سو سال قبل بیان کر رہی ہے۔ اس لحاظ سے یہ اس واقعے اور بذات خود اس کتاب کی صحت و صداقت کی نہایت واضح شہادت ہے۔

اب اس عہد نامے کے سب سے زیادہ اہم باب، یعنی دسویں باب کی باری آتی ہے، جو اس کے اہم ترین اور مرکزی مضمون کے بیان پر مشتمل ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد کے واقعے سے متعلق ہے۔ اس کی چند سطور ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

And then His kingdom shall appear throughout all His creation,
(...)
And He will appear to punish the Gentiles,
And He will destroy all their idols.
(...).

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

And do thou, Joshua (the son of) Nun, keep these words and this book;
For from my death [assumption] until His advent there shall be CCL times.
And this is the course of the times which they shall pursue till they are consummated.
And I shall go to sleep with my fathers.
Wherefore, Joshua thou (son of) Nun, (be strong and) be of good courage; (for) God hath chosen (thee) to be minister in the same covenant.[22]

اور تب اس کی بادشاہت[23] اس کی تمام مخلوق میں رونما ہوگی[24]

(...)۔

اور وہ غیر یہودی اقوام[25] کو سزا دینے کے لیے ظاہر ہوگا۔

اور وہ ان کے تمام بت[26] تباہ کردے گا۔

(...)۔[27]

اور نون (کے بیٹے) یوشع، تم یہ کرو کہ ان الفاظ اور اس کتاب پر قائم اور ان سے وابستہ رہو۔ کیونکہ میری موت (صعود) سے لے کر اس کی آمد[28] تک سی سی ایل ٹائمز[29] (CCLTimes) کا عرصہ ہوگا۔

اور ان کے اوقات و حالات یہی رخ اختیار کریں گے، حتیٰ کہ وہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائیں (یا وہ ختم ہو جائیں) اور میں اپنے آباؤاجداد کے ساتھ ابدی نیند سونے چلا جاؤں گا۔

اس لیے اے نون (کے بیٹے) یوشع، تم (مضبوط ہو جاؤ اور) خوب حوصلہ پیدا کرو، (کیونکہ) خداوند تعالیٰ نے (تمھیں) اسی میثاق میں خادم و منتظم ہونے کے لیے چن لیا ہے۔

باب گیارہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام زور دے کر حضرت یوشعؑ کو ان کی ذمہ داریوں کی یاد دہانی کراتے ہیں۔ حضرت یوشعؑ اپنے ذمے ڈالے گئے کام سے افسردہ بھی ہیں اور خوف زدہ بھی۔ بالآخر باب بارہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشعؑ کی ہمت افزائی کرتے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ وہ انھیں یقین دلاتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی مرضی پوری ہوگی، اور غالب ہوگی، اور ان کی تفویض شدہ ذمے داری کی تکمیل میں اللہ کی مدد ان کے شامل حال رہے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی ہمارا یہ کتابچہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختتام کو پہنچتا ہے۔

جیسا کہ بآسانی سمجھا جاسکتا ہے، دسواں باب کتاب کا سب سے اہم حصہ ہے، کیونکہ یہ 'خدا کی اس بادشاہت' کے آغاز کی پیشین گوئی کرتا ہے جو حضرت موسیٰ ؑ کی وفات سے ۱۷۵۰ سال بعد قائم ہونا تھی۔ جس شخصیت کے ہاتھوں 'خدا کی بادشاہت' کے قیام کی یہ پیشین گوئی پوری ہونا تھی، اس کے تعین کے لیے سب سے پہلے تو ہمیں تاریخِ عالَم میں وہ نقطہ تلاش کرنا ہوگا جو حضرت موسیٰ ؑ کی وفات کے ۱۷۵۰ سال بعد رونما ہوا ہو۔ اگرچہ حضرت موسیٰ ؑ کی وفات کی تاریخ کی ٹھیک ٹھیک نشان دہی تو نہیں کی جاسکتی، تاہم علما نے تاریخِ عالَم کے ماہ وسنین کے دستیاب مواد کی مدد سے اس واقعے کے وقت کے ٹھیک ٹھیک تعین کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

'دی اوکسفرڈ بائبل اٹلس' کا دعویٰ ہے کہ اسرائیلیوں کا حضرت موسیٰ ؑ کی نگرانی میں مصر سے خروج انیسویں خاندان کے اس مصری فرعون رعمسیس دوم (Rameses II) کے دور میں ہوا جو ۱۲۹۰ ق م سے ۱۲۲۴ ق م تک حکمران رہا:

The oppression of Israel and the Exodus from Egypt took place most probably under Rameses II (1290-24).[۳۰]

اسرائیل پر ظلم وستم اور ان کا مصر سے خروج غالباً رعمسیس دوم (۱۲۹۰ ق م سے ۱۲۲۴ ق م) کے تحت ہوا تھا۔

برنارڈ ڈبلیو اینڈرسن[۳۱] اور جان برائٹ[۳۲] نے بھی یہی (۱۲۹۰ ق م تا ۱۲۲۴ ق م) تواریخ تجویز کی ہیں۔

جے اے ولسن نے 'انٹرپریٹرز ڈکشنری آف دی بائبل' میں درج کیا ہے کہ رعمسیس دوم کا عہدِ حکمرانی ۱۲۹۰ ق م سے ۱۲۲۴ ق م پر محیط رہا:

The long reign of Rameses II (1290-24) left an indelible mark upon Egypt. (...), he is the traditional Pharaoh of Oppression. (...) Rameses II was succeeded by his son Merneptah.[۳۳]

رعمسیس دوم کے طویل عہدِ حکمرانی (۱۲۹۰ تا ۱۲۲۴ ق م) نے مصر پر انمٹ نقش چھوڑا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(...)، وہ اسرائیلیوں پر ظلم وستم کرنے والا روایتی فرعون ہے۔(...)۔ رعمسیس دوم کا بیٹا مرنفتاح اس کا جانشین بنا۔

پال جانسن کا دعویٰ ہے:

Indeed there is pretty convincing evidence that the period of Egyptian oppression, which finally drove the Israelites to revolt and escape, occurred towards the last quarter of the second millennium BC, and almost certainly in the reign of the famous Rameses II (...). This [the victory stele of Pharaoh Memeptah, who was the son and successor of Rameses II, which has been dated 1220 BC] is the first non-Biblical reference to Israel. Taken in conjunction with other evidence, such as calculations based on I Kings 6:1 and Judges 11:26, we can reasonably be sure that the Exodus occurred in the thirteenth century BC and had been completed by about 1225 BC.[۳۳]

حقیقت یہ ہے کہ اس بات کی کافی حد تک اطمینان بخش شہادت موجود ہے کہ مصریوں کے اس ظلم وستم کا زمانہ، جس کے نتیجے میں اسرائیلی بالآخر بغاوت اور فرار پر مجبور ہوئے، دوسرے ہزارے ق م کی آخری چوتھائی کے قریب اور قریباً یقینی طور پر مشہور رعمسیس دوم کا دورِ حکومت ہی تھا(...)۔ یہ (یعنی اس فرعون مرنفتاح کی فتح کا کتبہ جو رعمسیس دوم کا بیٹا اور اس کا جانشین تھا، اور جس کتبے کا زمانہ ۱۲۲۰ق م شمار کیا جاتا ہے) اسرائیل کا پہلا خارج از بائبل حوالہ ہے۔ دوسری شہادتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، جیسے کہ وہ اعداد وشمار ہیں جو سلاطین ۶:۱ اور قضاۃ ۱۱:۲۶ پر مبنی ہیں، ہم معقول حد تک اس بات پر یقین کر سکتے ہیں کہ خروج تیرھویں صدی ق م میں وقوع پذیر ہوا اور قریباً ۱۲۲۵ق م تک مکمل ہو چکا تھا۔

'نیو بائبل اٹلس' آثار قدیمہ کی تحقیق کی بنیاد پر اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ خروج کا واقعہ قریباً ۱۲۳۰ سے ۱۲۲۰ کے زمانے سے متعلق ہے:

Among the L. B. [Late Bronze Age: 1550-1200 BC] towns destroyed at the end of the period are some listed among Israel's conquest: Lachish (Tell ed-Duweir), Eglon (Tell el-Hesi), Debir (Tell-el-Beit Mirsim) and Hazor. Many scholars have therefore interpreted these destructions as the archaeological evidence for Israel's entry into Canaan, dating the event c. 1230/20 BC. The relatively poor Iron Age I

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[1200-330 BC] culture which followed has therefore been labelled 'Israelite'. (....). It appears from the latest evidence that Lachish was also destroyed c. 1175 BC rather than 1230/20 BC.[35]

کانسی کے عہد آخر (۱۵۵۰ تا ۱۲۰۰ ق م) کے دوران میں اس دور کے خاتمے کے قریب تباہ کردہ شہروں میں سے بعض کی فہرست فتح اسرائیل میں درج ہے: لاکیش (تل الدویر) عجلون (تل الحسیی) دبیر (تل البیت مرصیم) اور حیضر۔ اس لیے بہت سے علما نے ان تباہیوں کو اسرائیل کے کنعان میں داخلے کی آثار قدیمہ کی شہادت سے تعبیر کیا ہے اور اس واقعے کی تاریخ ۱۲۳۰ تا ۱۲۲۰ ق م بتائی ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ پتھر کے زمانۂ اول (۱۲۰۰ تا ۳۳۰ ق م) کی نسبتاً اس کم مایہ تہذیب کو جو اس کے بعد میں آئی 'اسرائیلی تہذیب' کہا گیا ہے۔ (....)۔ تازہ ترین شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاکیش بھی ۱۲۳۰ تا ۱۲۲۰ ق م کے بجائے قریباً ۱۱۷۵ ق م میں تباہ ہو گیا تھا۔

'پکٹوریل ببلیکل انسائیکلوپیڈیا' کا بیان ہے:

The work was begun by Seti I (1312-1289 BCE) and continued by his son, Rameses II (1289-1224 BCE), using the forced labour of the Delta's nomadic population.[36]

یہ کام سیتی اول (۱۳۱۲ تا ۱۲۸۹ ق م) نے شروع کروایا تھا اور اس کے بیٹے رعمسیس دوم (۱۲۸۹ تا ۱۲۲۴ ق م) نے ڈیلٹا کی خانہ بدوش آبادی کی جبری مشقت استعمال کر کے اسے جاری رکھا۔

'دی نیو جیروسلم بائبل' میں لکھا ہے:

The reference indicates Rameses II (1290-1224) as the oppressive Pharaoh and gives an approximate date for the Exodus.[37]

ظالم فرعون کی حیثیت سے یہ حوالہ رعمسیس دوم (۱۲۹۰ تا ۱۲۲۴ ق م) کی طرف اشارہ کرتا ہے اور خروج کی ایک تخمینی تاریخ دیتا ہے۔

'دی نیو جیروسلم بائبل پاکٹ ایڈیشن' مطبوعہ ۱۹۹۰ء نے کتاب کے آخر میں کرونولوجیکل ٹیبل دیا ہے، اس میں رعمسیس دوم کا عہد ۱۲۹۰ سے ۱۲۲۴ ق م لکھا ہے۔[38]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'دی جیوئش پیپل' نامی کتاب نے بھی یہی تاریخ درج کی ہے۔[۳۹]

کے اے کچن اور ٹی سی مچل نے بھی اپنے مقالے 'کرانولوجی آف دی او ٹی' میں رعمسیس دوم کا یہی زمانہ (۱۲۹۰ تا ۱۲۲۴ ق م) تجویز کیا ہے، انھوں نے متبادل کے طور پر ۱۲۷۹ تا ۱۲۱۳ ق م بھی ذکر کیا ہے۔[۴۰]

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل مستند علما و مآخذ نے فرعون رعمسیس دوم کا عہدِ حکومت ۱۲۹۰ تا ۱۲۲۴ ق م قرار دیا ہے، جس سے یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد کی تاریخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے ٹھیک 'سی سی ایل ٹائمز' (۱۷۵۰ سال) بعد ہے:

1. *Understanding the OT by Bernard W. Anderson.*
2. *A History of Israel by John Bright.*
3. *New Bible Dic. 2nd Edition*
4. *Interpreter's Dic. of the Bible, Vol. IV.*
5. *The New Jerusalem Bible.*
6. *The New Jerusalem Bible Pocket Edn., 1990.*
7. *Pictorial Biblical Enc.*
8. *Oxford Bible Atlas*
9. *New Bible Dic.*
10. *The Jewish People.*

اب اگر یہ فرعون رعمسیس دوم (۱۲۹۰ تا ۱۲۲۴ ق م) وہی فرعون ہو جس کے دور میں بائبل کے علما کے اتفاقِ رائے کے مطابق اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں مصر سے ہجرت کی تھی، تو وہ اسرائیلیوں کے تعاقب کے دوران میں لازماً ڈوب گیا ہوگا اور یہی اس کی تاریخ وفات ہوگی۔ بائبل میں یہ واقعہ قدرے تفصیل سے مندرج ہے:

> جب مصر کے بادشاہ کو خبر ملی کہ وہ لوگ چل دیے تو فرعون اور اُس کے خادموں کا دل اُن لوگوں کی طرف سے پھر گیا اور وہ کہنے لگے کہ ہم نے کیا کیا کہ اسرائیلیوں کو اپنی خدمت سے چھٹی دے کر اُن کو جانے دیا۔ تب اُس نے اپنا رتھ تیار کروایا اور اپنی قوم کے لوگوں کو ساتھ لیا۔ اور اُس نے ۶۰۰ چُنے ہوئے رتھ بلکہ مصر کے سب رتھ لیے اور اُن سبھوں میں سرداروں کو بٹھایا۔ اور خداوند نے مصر کے بادشاہ فرعون کے دل کو سخت کر دیا اور اُس نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا کیونکہ بنی اسرائیل بڑے فخر سے نکلے تھے۔ اور مصری فوج نے فرعون کے سب گھوڑوں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رتھوں اور سواروں سمیت اُن کا پیچھا کیا اور اُن کو سمندر کے کنارے فی ہخیروت (Pihahiroth) کے پاس بعل صفون کے سامنے ڈیرا لگا رہے تھے جا لیا۔ اور جب فرعون نزدیک آ گیا تب بنی اسرائیل نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا کہ مصری اُن کا پیچھا کیے چلے آتے ہیں اور وہ نہایت خوف زدہ ہو گئے۔ تب بنی اسرائیل نے خداوند سے فریاد کی۔ اور موسیٰ سے کہنے لگے کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تُو ہم کو وہاں سے مرنے کے لیے بیابان میں لے آیا ہے؟ تُو نے ہم سے کیا کِیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا؟ کیا ہم تجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں؟ کیونکہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرنا بیابان میں مرنے سے بہتر ہوتا۔ تب موسیٰ نے لوگوں سے کہا! ڈرو مت۔ چپ چاپ کھڑے ہو کر خداوند کی نجات کے کام کو دیکھو جو وہ آج تمھارے لیے کرے گا کیونکہ جن مصریوں کو تم آج دیکھتے ہو اُن کو پھر کبھی ابد تک نہ دیکھو گے۔ خداوند تمھاری طرف سے جنگ کرے گا اور تم خاموش رہو گے۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو کیوں مجھ سے فریاد کر رہا ہے؟ بنی اسرائیل سے کہہ کہ وہ آگے بڑھیں۔ اور تُو اپنی لاٹھی اُٹھا کر اپنا ہاتھ سمندر کے اُوپر بڑھا اور اُسے دو حصے کر اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل جائیں گے۔ اور دیکھ میں مصریوں کے دل سخت کر دوں گا اور وہ اُن کا پیچھا کریں گے اور میں فرعون اور اُس کی سپاہ اور اُس کے رتھوں اور سواروں پر ممتاز ہوں گا۔ اور جب میں فرعون اور اُس کے رتھوں اور سواروں پر ممتاز ہو جاؤں گا تو مصری جان لیں گے کہ میں ہی خداوند ہوں۔

(....)۔ پھر موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور خداوند نے رات بھر تُند پُوربی آندھی چلا کر سمندر کو پیچھے ہٹا کر اُسے خشک زمین بنا دیا اور پانی دو حصے ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور اُن کے داہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا۔ اور مصریوں نے تعاقب کیا اور فرعون کے سب گھوڑے اور رتھ اور سوار اُن کے پیچھے پیچھے سمندر کے بیچ میں چلے گئے۔

(....)۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا اپنا ہاتھ سمندر کے اُوپر بڑھا تا کہ پانی مصریوں اور اُن کے رتھوں اور سواروں پر پھر بہنے لگے۔ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اُوپر بڑھایا اور صبح ہوتے ہوتے سمندر پھر اپنی اصلی قوت پر آ گیا اور مصری اُلٹے بھاگنے لگے اور خداوند نے سمندر کے بیچ ہی میں مصریوں کو تہ و بالا کر دیا۔ اور پانی پلٹ کر آیا اور اُس نے رتھوں اور سواروں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرعون کے سارے لشکر کو جو اسرائیلیوں کا پیچھا کرتا ہوا سمندر میں گیا تھا غرق کر دیا اور ایک بھی اُن میں سے باقی نہ چھوٹا۔[1]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس فرعون نے سمندر کی خشک تہ پر اسرائیلیوں کا تعاقب کیا تھا، وہ بھی ڈوب گیا تھا، اور بچایا نہیں گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں اسرائیلی جزیرہ نمائے سینائی میں داخل ہوئے۔ اس طرح یہ خروج ۱۲۲۴ ق م میں عمل میں آیا اور یہی وہ سال بھی ہے جس میں فرعون رعمسیس دوم بھی اسرائیلیوں کے بچ نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے گروہ کے سرگرم تعاقب میں ڈوب کر مرا تھا۔ فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کی تباہی کے بعد اسرائیلی جزیرہ نمائے سینائی میں داخل ہوئے۔ مصر میں طویل عرصہ غلامی میں گزارنے کے بعد غلامی اُن کے مزاج میں کچھ ایسی رچ بس گئی تھی کہ آزادی کی فضا انھیں راس نہ آئی۔ وہ مسلسل خداوند تعالیٰ کے خلاف شکوہ و شکایت کرتے اور بڑبڑاتے رہتے تھے۔ بائبل کی کتاب خروج، احبار اور گنتی میں ان کے اس دَور کے حالات کافی تفصیل سے درج ہیں۔ اس دَور میں جزیرہ نمائے سینائی میں ان کا خانہ بدوشانہ سفر بھی جاری رہا۔ کچھ عرصہ ایک جگہ گزارنے کے بعد کسی دوسری جگہ چل پڑتے اور کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے کسی اور طرف چل دیتے۔ ان کی تعداد بھی لاکھوں میں تھی، اس لیے سفر کے آغاز، اختتام اور دَورانِ سفر میں انھیں کافی وقت لگتا تھا۔ اس پورے عرصے میں ان کا رویہ زیادہ تر ایک نافرمان اور ناشکری قوم کا رہا، یہاں تک کہ وہ واقعہ پیش آیا جس کا کتاب خروج کے باب ۱۳، ۱۴ میں ذکر ہے اور جس کے نتیجے میں انھیں چالیس سالہ صحرانوردی کی سزا دی گئی۔ ذیل میں بائبل سے اس کے متعلق ایک اقتباس درج ہے:

اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا۔ میں کب تک اس خبیث گروہ کی جو میری شکایت کرتی رہتی ہے برداشت کروں؟ بنی اسرائیل جو میرے برخلاف شکایتیں کرتے رہتے ہیں میں نے وہ سب شکایتیں سُنی ہیں۔ سو تم اُن سے کہہ دو خداوند کہتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم ہے کہ جیسا تم نے میرے سُنتے کہا ہے میں تم سے ضرور ویسا ہی کروں گا۔ تمھاری لاشیں اسی بیابان میں پڑی رہیں گی اور تمھاری ساری تعداد میں سے یعنی ۲۰ برس سے لے کر اُس سے اُوپر اُوپر کی عمر کے تم سب جتنے گنے گئے اور مجھ پر شکایتیں کرتے رہے، ان میں سے کوئی اُس ملک میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی بابت میں نے قسم کھائی تھی کہ تم کو وہاں بساؤں گا جانے نہ پائے گا سوا یفُنّہ کے بیٹے کالب اور نون کے بیٹے یشوع کے۔ اور تمھارے بال بچے جن کی بابت تم نے یہ کہا کہ وہ تو لوٹ کا مال ٹھہریں گے اُن کو میں وہاں پہنچاؤں گا اور جس ملک کو تم نے حقیر جانا وہ اُس کی حقیقت پہچانیں گے اور تمھارا یہ حال ہو گا کہ تمھاری لاشیں اسی بیابان میں پڑی رہیں گی۔ اور تمھارے لڑکے بالے ۴۰ برس تک بیابان میں آوارہ پھرتے اور تمھاری زناکاریوں کا پھل پاتے رہیں گے جب تک کہ تمھاری لاشیں بیابان میں گل نہ جائیں۔ اُن ۴۰ دنوں کے حساب سے جن میں تم اُس ملک کا حال دریافت کرتے رہے تھے۔ اب دن پیچھے ایک ایک برس یعنی ۴۰ برس تک تم اپنے گناہوں کا پھل پاتے رہو گے تب تم میرے مخالف ہو جانے کو سمجھو گے۔ میں خداوند یہ کہہ چکا ہوں کہ میں اس پوری [یا 'پورے'؟] خبیث گروہ سے جو میری مخالفت پر متفق ہے قطعی ایسا ہی کروں گا۔ ان کا خاتمہ اسی بیابان میں ہو گا اور وہ یہیں مریں گے۔[۴۲]

چالیس سالہ صحرانوردی کی یہ سزا اسرائیلیوں کے جزیرہ نما سینائی میں داخل ہونے کے فوری بعد ہی شروع نہیں ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ایک قدرے طویل عرصے پر پھیلے ہوئے اسرائیلیوں کی ناشکری، نافرمانی، اور بدکاریوں کے متعدد واقعات رونما ہو چکے تھے۔ جو اس بھاری سزا کی وجہِ جواز بنے۔ اس عرصے کے واقعات کا بیان بائبل میں کتاب خروج کے چھبیس ابواب، احبار کی پوری کتاب (ستائیس ابواب) اور کتاب گنتی کے چودہ ابواب، یعنی کل سڑسٹھ ابواب پر محیط ہے۔ اسرائیلیوں کی ان گناہ آلود سرگرمیوں کے نتیجے میں صحرائے سینائی کی چالیس سالہ صحرانوردی کی سزا کے اعلان کے لیے کم از کم چار سال کا عرصہ تو لازماً لگا ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ چالیس سالہ صحرانوردی کی سزا فرعون رعمسیس دوم کے غرق ہونے سے چار سال بعد شروع ہوئی ہو گی۔ رعمسیس دوم ۱۲۲۴ ق م میں غرقاب ہوا تھا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اسرائیلیوں کے چالیس سالہ صحرانوردی کا آغاز ۱۲۲۰ ق م میں ہوا تھا۔ اس کا یہ مطلب بھی ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون رعمسیس دوم کے مرنے سے جو ۱۲۲۴ ق م میں مرا تھا چوالیس سال بعد فوت ہوئے۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سال وفات ۱۱۸۰ ق م بنتا ہے (۱۲۲۴-۴۴=۱۱۸۰)۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے درمیان ۱۱۸۰ سال کا وقفہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات قریباً متفق علیہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ جارج ڈبلیو گلمور اپنے مقالے 'محمد اور محمدیت' میں لکھتا ہے:

Mohammed[pbAh], 'The Praised.' the posthumous son of Abdu Allah, a member of the Koraish tribe, by Aminah, was born at Mecca Aug. 20, 570, and died at Medina June 8, 632.[۴۳]

محمد [ﷺ] جس کے معنی ہیں 'جس کی تعریف کی گئی ہو' آمنہ کے بطن سے قبیلۂ قریش کے ایک فرد عبداللہ کے ہاں ان کی وفات کے بعد مکے میں ۲۰ اگست ۵۷۰ء کو پیدا ہوئے اور مدینے میں ۸ جون ۶۳۲ء کو فوت ہوئے۔

مائیکل ایچ ہارٹ رقم طراز ہیں:

The majority of the persons in this book had the advantage of being born and raised in centers of civilization, highly cultured or politically pivotal nations. Muhammad [pbAh], however, was born in the year 570, in the city of Mecca, in southern Arabia, at that time a backward area of the world, far from the centers of trade, art, and learning.[۴۴]

اس کتاب میں مذکور اشخاص کی اکثریت کو تہذیب و تمدن کے مراکز اور انتہائی متمدن یا سیاسی لحاظ سے مرکزی حیثیت کی حامل اقوام میں پیدا ہونے اور نشو و نما پانے کا شرف حاصل تھا۔ لیکن محمد [ﷺ] ۵۷۰ء میں جنوبی عرب کے شہر مکہ میں پیدا ہوئے، جو اس زمانے میں دنیا کا ایک پس ماندہ علاقہ تھا اور تجارت اور علوم و فنون کے مراکز سے الگ تھلگ اور دُور تھا۔

اس طرح یہ بات بآسانی سمجھی جا سکتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش تک ۱۱۸۰ سال کا عرصہ بنتا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش تک ۵۷۰ سال کا عرصہ بنتا ہے۔ ۱۱۸۰ کو ۵۷۰ میں جمع کیا جائے تو ۱۷۵۰ بنتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے 'صعودِ موسیٰ' میں درج شدہ اپنی پیشین گوئی میں محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگی خبر دی ہے، یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ 'صعودِ موسیٰ' کی یہ پیشین گوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ کے ماہ و سال کی صرف ایک ہی نمایاں شخصیت کی ذات پر حرف بہ حرف پوری اترتی ہے اور وہ شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ٹھیک ۱۷۵۰ سال بعد پیدا ہوئے۔ اس طرح کسی دیانت دار، غیر جانب دار اور غیر متعصب شخص کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے انکار کی کوئی وجۂ جواز باقی نہیں رہتی۔

اس مضمون کے بعض اہم نکات بطور یاد دہانی ذیل میں دہرائے جاتے ہیں:

۱۔ 'صعودِ موسیٰ' یا 'میثاقِ موسیٰ' نامی کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے شاگرد اور خلیفہ حضرت یوشع بن نون کو تاریخِ انسانی میں رونما ہونے والے پہلے اور بعد کے اہم واقعات سے روشناس کراتے ہیں۔

۲۔ کتاب کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بالکل غیر مبہم، دوٹوک اور متعین الفاظ میں اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کی وفات سے ٹھیک ۱۷۵۰ سال بعد 'خدا کی بادشاہت' پوری مخلوقِ الٰہی پر نمودار ہوگی اور 'خدا کی بادشاہت' کا یہ علم بردار غیر یہودی اقوام کو سزا دے گا اور ان کے تمام بت تباہ و برباد کرے گا۔ یہ تمام باتیں محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں حرف بہ حرف پوری ہوئی ہیں اور دنیا بھر کی تاریخ کی کوئی شخصیت اس کی مصداق نہیں۔

۳۔ جس فرعون مصر کے عہد میں بنی اسرائیل مصر کی غلامی سے چھٹکارا پانے اور مصر سے نکلنے میں کامیاب ہوئے، اس کا نام رعمسیس دوم ہے۔ وہ ۱۲۲۴ ق م میں اسرائیلیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ڈوب کر مر گیا، اس کے چند سال بعد تک اسرائیلی جزیرہ نمائے سینائی میں کسی مناسب ٹھکانے کی تلاش میں گھومتے رہے۔ یہ عرصہ غالباً چار سال پر پھیلا ہوا تھا۔

۴۔ اس عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں کنعان فتح کرنے کا اشارہ دیا۔ ان کی نافرمانی پر انھیں چالیس سال کی صحرا نوردی کی سزا دی گئی۔ چالیس سالہ صحرا نوردی کے اختتام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے۔ اس طرح ان کی وفات فرعون رعمسیس دوم کے مرنے سے چوالیس سال بعد ہوئی۔ ۱۲۲۴ میں سے چوالیس نفی کرنے پر ۱۱۸۰ سال باقی بچے، یعنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ۱۱۸۰ سال پہلے واقع ہوئی۔

۵۔ مستند تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رعمسیس دوم کی موت ۱۲۲۴ ق م میں واقع ہوئی تھی۔

۶۔ کتاب 'صعودِ موسیٰ' کے ایڈیٹر نے واضح کیا ہے کہ اس کتاب کا اصل نسخہ عبرانی زبان میں ۷ء تا ۲۹ء کے درمیان لکھا گیا تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ یا آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص اپنی پیدائش سے پانچ چھ سو سال سے بھی زیادہ پہلے اس کتاب میں اپنی مرضی کی کوئی چیز شامل نہیں کرسکتا تھا۔

۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات اور اس موعود شخص کی پیدائش کے درمیان 'سی سی ایل ٹائمز' کا وقفہ بتایا ہے۔ زیر بحث کتاب کے ایڈیٹر نے واضح کیا ہے کہ اس سے ۲۵۰ ہفت سالے (۲۵۰x۷=۱۷۵۰) یعنی ۱۷۵۰ سال مراد ہیں۔

۸۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ۵۷۰ء میں ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ۱۱۸۰ ق م میں۔ ان دونوں اعداد کو جمع کیا جائے تو مجموعہ ۱۷۵۰ بنتا ہے۔

۹۔ اس تمام تحقیقی مواد سے ثابت ہو گیا کہ موعود شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ۱۷۵۰ سال بعد پیدا ہونا ہے۔ اور تاریخ انسانی میں محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ متعلقہ اوصاف کا کوئی قابلِ ذکر شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے ۱۷۵۰ بعد پیدا نہیں ہوا۔ چنانچہ واضح دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اس آخری وصیت اور پیغام میں محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد ہی کی اطلاع دی ہے۔

فبأيّ حديثٍ بعدهٗ يؤمنون.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی باب چہارم

محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک واضح، غیر مبہم اور دوٹوک پیشین گوئی

۱۔ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۱۳ء میں شائع شدہ کتاب The Apocrypha and Pseudepigrapha of the O.T. in English', ed. by R. H. Charles with many scholars, (Oxf. Univ. Press, 1979). کے صفحات ۴۱۴ تا ۴۲۴ پر شائع ہوئی تھی۔ اس کے صفحات ۴۰۷ تا ۴۱۳ پر اس کتاب 'صعودِ موسیٰ' کا تعارف دیا گیا ہے۔

۲۔ مسٹر محمد فاروق کمال ایک معروف اسکالر ہیں۔ وہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ اُن کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں: (i) *Vindication of the Crescent,* (ii) *Crescent Versus the Cross,* (iii) *Islā m for the West,* (iv) *Muḥ ammad (pbAh), Rasū lullā h (Urdū).*
اُن کی یہ کتابیں ڈیفینڈرز آف اسلام ٹرسٹ، 28، ایمپریس روڈ، لاہور سے دستیاب ہیں۔ اُنھوں نے علمی دُنیا میں پہلی دفعہ اپنی کتابوں میں اس پیشین گوئی کا حوالہ دیا ہے۔ جہاں تک میرے مطالعے کا تعلق ہے، میں نے جناب محمد فاروق کمال کے علاوہ اور کسی مسلمان عالم کی طرف سے اس کتاب کا کوئی حوالہ یا ذکر نہیں دیکھا۔

۳۔ 'Palimpsest' سے مراد کسی تحریری مواد یا مسودے کا ایسا ٹکڑا ہوتا ہے جس پر لکھی ہوئی ابتدائی تحریر مٹا دی گئی ہوتا کہ اس پر کوئی دوسری تحریر لکھی جا سکے۔ تحریری مواد کا یہ ٹکڑا بالعموم ہرن یا کسی ایسے ہی جانور کی کھال یا پیپائرس پر لکھا ہوتا ہے۔

۴۔ ملاحظہ کیجیے: *'The Apocrypha and Pseudepigrapha of the Old Testament in English',* Vol. II, ed. R.H. Charles in conjunction with many scholars, (The Oxf. Univ. Press, 1979), 407, 8.

5. *The Apocrypha and Pseudepigrapha of the OT*, 409.

6. *The Apocrypha and Pseudepigrapha of the OT*, 410.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ صدوقی (Sadducee): یہ دوسرے ہیکل کے دور کا ایک یہودی فرقہ ہے۔ اہم کاہن اور طبقۂ اُمرا (اشرافیہ) کے ارکان صدوقی فرقے سے تعلق رکھتے تھے، جنھیں سیاسی اور معاشی زندگی میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا۔ ان کے نزدیک مذہب بنیادی طور پر ہیکل کی رسوم عبادت اور قربانی سے تعلق رکھتا تھا اور مجرد ایمان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اُن کے نقطۂ نظر کے مطابق فرد اور گروہ کو آخرت میں جزا اور سزا کی توقع رکھے بغیر اس دُنیا میں اپنی بہتری کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔ صدوقیوں کا مستقبل کی زندگی (آخرت)، قیامت یا روح کی ابدیت پر کوئی ایمان نہ تھا۔ وہ روحوں اور فرشتوں کے وجود سے بھی انکاری تھے۔ صدوقیوں کی ساری قوت اور وجود کا رشتہ ہیکل کی رسوم اور عبادات سے وابستہ تھا، اور ہیکل کی تباہی کے بعد وہ بھی ختم ہو گئے۔ (See *The Standard Jewish Enc.*, ed. Cecil Roth [London. W. H. Allen, 1959], P. 1639; and *Enc. of The DSS*, ed. L. S. Schiffman, J. C. Vanderkam [Oxford Univ. Press, 2000], 2:812).

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اور دوسرے ہیکل کا بھی قارئین سے تعارف کرا دیا جائے۔ پہلا ہیکل یا ہیکلِ سلیمانی [Soloman's Temple] تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ۹۵۰ ق م کے لگ بھگ بنوایا تھا جو ۵۸۶ ق م میں بابل کے بادشاہ نبوکدنضر (جسے اُردو میں عام طور پر 'بخت نصر' کہا جاتا ہے) کے ہاتھوں تباہ و برباد کر کے بنیادوں سے اُکھاڑ دیا گیا تھا۔ دوسرا ہیکل زَرُبّابل کا ہیکل [Zerubbabel's Temple] کہلاتا ہے۔ یہ سلطنت بابل کے ۵۳۹ ق م میں سائرس ایرانی کے ہاتھوں خاتمے کے بعد قریباً ۵۱۵ ق م میں مکمل ہوا۔ ۲۰ ق م میں بادشاہ ہیرودِ اعظم نے اسے تھوڑا تھوڑا گرا کر دوبارہ بنوانا شروع کیا۔ تعمیر کا یہ کام ۶۴ء تک وقفے وقفے سے جاری رہا۔ ۷۰ء میں رومی جرنیل ٹائیٹس [Titus] نے یروشلم فتح کر کے اسے جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ بعد میں اس کا نام و نشان ختم کر دینے کے لیے اس جگہ ہل چلوا کر اس کی بنیادیں بھی اُکھڑوا دیں۔ اس کے بعد پچھلے دو ہزار سال سے اب تک اس ہیکل کا صفحۂ ہستی پر کوئی وجود نہیں۔ صرف ایک 'دیوارِ گریہ' باقی رہ گئی تھی جو اب تک موجود ہے۔ بادشاہ ہیرودِ اعظم کے ہاتھوں دوسرے ہیکل کو گرا کر تعمیر کرائے جانے والے ہیکل کو تیسرا ہیکل یا ہیرود کا ہیکل بھی کہا جاتا ہے، لیکن یہود کو تیسرے ہیکل والی بات زیادہ پسند نہیں، بلکہ وہ اسے دوسرے ہیکل ہی کا تسلسل سمجھتے ہیں۔

۸۔ زیلوٹ (Zealot): یہ دوسرے ہیکل کے زمانے کی بنیادی طور پر ایک سیاسی پارٹی تھی۔ اس کی بنیاد ۶ء میں یہوداہ گیلیلین (Judah Galilean) اور صدوق کاہن (Zadoc the Priest) نے رکھی تھی۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ خداوند تعالیٰ صرف یہودی قوم کا حاکم ہے۔ اُن کی جدوجہد ایک تو غیر ملکی حکومت کے خلاف تھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے اُن یہودیوں کے خلاف جنھوں نے اس غیر ملکی حکومت کو تسلیم کیا تھا۔ جب ۷۰ء میں یروشلم کا آخری محاصرہ ہوا تو اس پر اُن کا کنٹرول تھا۔ (ملاحظہ کیجیے: The *Standard Jewish Enc.*, p. 1955-56; and *Enc. of The DSS*, 2:1007)

۹۔ ایسین (Essene): یہ فلسطین کا دوسرے ہیکل کے زمانے کے اختتام کے وقت کا ایک مذہبی فرقہ تھا۔ یہ فریسیوں سے قریب تھے۔ وہ روح کی لافانیت اور جزا و سزا پر ایمان رکھتے تھے، لیکن جسمانی طور پر دوبارہ اُٹھائے جانے کو نہیں مانتے تھے۔ وہ غلامی اور ذاتی ملکیت کے بھی خلاف تھے۔ وہ عام طور پر مجرد رہتے تھے، لیکن انسانیت کی بقا کے لیے کچھ لوگ شادی بھی کر لیتے تھے۔ وہ جانوروں کی قربانی کے خلاف تھے۔ اس فرقے میں داخل ہونے والوں کے لیے شروع میں ۳ سالہ آزمائشی دور پورا کرنا ضروری تھا۔ اس کے بعد انھیں بطور مکمل رُکن کے، گروہ میں شامل کر لیا جاتا تھا، لیکن اس سے پہلے انھیں فرقے کے راز ظاہر نہ کرنے کا حلف اُٹھانا پڑتا تھا۔ فیلو کے زمانے میں اُن کی تعداد ۴ ہزار تھی۔ دوسرے ہیکل کی تباہی کے بعد اُن کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ ایسینیوں کے بارے میں معلومات زیادہ تر فیلو اور جوزیفس کے ذریعے ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔ بحیرۂ مردار کے طوامیر کی دریافت سے ایسینیوں کے اعتقادات، اُن کی نوعیت اور شاید اُن کے ابتدائی مسیحیت سے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے، جنھوں نے ان سے بہت کچھ لیا ہے۔ (ملاحظہ کیجیے: *The Standard Jewish Enc.*, p. 639-40; and *Enc. of The DSS*, 1:262)

۱۰۔ فریسی (Pharisee): فریسی کے معنی غالباً 'جدا کرنا' ہے، یعنی دوسروں سے میل جول سے گریز کرنا، تا کہ قربانی اور عبادت کے رسوم خالص رہیں اور اِن میں کوئی بگاڑ پیدا نہ ہو۔ یہ فلسطین کے دوسرے ہیکل کے زمانے کے دوران کا ایک یہودی مذہبی اور سیاسی گروہ تھا۔ وہ قومی زندگی کو اُس زبانی قانون میں بیان کیے گئے شرعی فریم ورک ہی کے دائرۂ کار میں رکھنا پسند کرتے تھے، جسے وہ تحریری قانون، یعنی بائبل سے کم اہم نہیں سمجھتے تھے۔ وہ خدائی تقدیر کو تو مانتے تھے، لیکن انسان کو بھی اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار دیتے تھے۔ صدوقیوں کے برعکس وہ زندگی بعد موت، مُردوں کے دوبارہ اُٹھائے جانے، مسیحا کی آمد اور جزا و سزا کے دن پر ایمان رکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ فریسیت نے یہودیوں کی اخلاقی حالت مضبوط کرنے اور اُن میں لچک پیدا کرنے کے سلسلے میں بنیادی کردار ادا کیا، جس کے ذریعے سے یہودیت بعد میں آنے والے مصائب کو برداشت کرنے کے قابل ہو سکی۔ یہ تحریک تاریخی یہودیت کے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ (ملاحظہ کیجیے: *The Standard Jewish Enc.*, p. 1497-98; and *Enc. of The DSS*, 2:657)

۱۱۔ عقیدۂ تسلیم و رضا اور توکل (Quietism): یہ ایک ایسا مذہبی نظام ہے جو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کو تمام خواہشات ترک کر دینا چاہیے اور خداوند تعالیٰ اور اُس کی پیدا کی ہوئی چیزوں پر غور و فکر کر کے امن حاصل کرنا چاہیے۔

12. *The Apocrypha and Pseudepigrapha of the OT*, 415.

13. *The Apocrypha and Pseudepigrapha of the OT*, 414.

۱۴ اصل میں اس کتابچے کا نام 'عہد نامہ موسیٰ' (*Testament of Moses*) ہے، نہ کہ 'صعود موسیٰ' (*The Assumption of Moses*)۔ ایڈیٹر نے اپنے مقدمے میں حوالہ نمبر ۲ کے عنوان کے تحت ان الفاظ میں اس کی نشاندہی کی ہے کہ 'موجودہ کتاب حقیقت میں ''عہد نامہ موسیٰ'' ہے نہ کہ ''صعود موسیٰ'' جو صرف چند یونانی اقتباسات میں محفوظ ہے'۔

15. *The Apocrypha and Pseudepigrapha of the OT*, 415 f.

۱۶ نبوکدنضر (جسے اُردو میں عام طور پر 'بخت نصر' کہا جاتا ہے) ۶۰۵ ق م سے ۵۶۲ تک بابل کا بادشاہ رہا، اس کے باپ کا نام نابوپلسر (Nabupolassar) تھا (جو ایک کلدانی سردار تھا)۔ اسے اشوریوں نے میسوپوٹیمیا (عراق) کے انتہائی جنوب میں سمندری علاقوں کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اشوریا، جو اس وقت زوال پذیر تھا، کی کمزوری نے نابوپلسر کو ۶۲۶ ق م میں اس بات کی جرأت دلائی کہ وہ بغاوت کر کے اپنے طور پر بابل کا بادشاہ ہونے کا اعلان کر دے۔ اس کے بیٹے نبوکدنضر نے ۵۸۷ تا ۵۸۶ ق م میں ایک طویل اور تکلیف دہ محاصرے کے بعد یروشلم کو فتح کر کے تاخت و تاراج کر دیا۔

۱۷ ملاحظہ فرمائیے: *The Apocrypha and Pseudepigrapha of the OT, 417.*

۱۸ اینٹیوکس اپی فینز (Antiochus Epiphanes) ۱۷۵ سے ۱۶۳ ق م تک شام کا بادشاہ رہا، 'اپی فینز' کا مطلب ہے: عظیم یا ممتاز، اس کی یونانی تہذیب و ثقافت کے پرچار کے ذریعے سے سیاسی استحکام و اتحاد حاصل کرنے کی پالیسی کی یہودیوں نے پُر تشدد مزاحمت کی۔ اس نے ۱۶۹ ق م میں یروشلم پر حملہ کر کے ہیکل کو تباہ و برباد کر دیا اور ۱۶۷ ق م میں یہودیت کا مکمل قلع قمع کرنے کا عزم لے کر نئی اور نہایت شدید چڑھائی کر دی۔ یہودی رسوم عبادت کو ممنوع قرار دے کر ان کے لیے موت کی سزا مقرر کی۔ ہیکل کا تقدس پامال کیا اور مشرکانہ رسومِ عبادت نافذ کیں۔ اس کے نتیجے میں مکابیوں کی بغاوت شروع ہوئی۔ جس کے بعد اینٹیوکس ایران کی طرف پسپا ہو گیا۔ وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

۱۹ ملاحظہ فرمائیے: *The Apocrypha and Pseudepigrapha of the OT, 420.*

۲۰ سی میسیئس کوئنٹس ڈیسیس (C. Messius Quintus Decius) ۲۴۹ ق م سے ۲۵۱ ق م تک روم کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکمران رہا۔' دی اوکسفرڈ ڈکشنری آف دی کرسچین چرچ' ایڈیشن دوم (لندن :اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۷۴ء) کے صفحہ ۳۸۴ پر درج ہے:

After Emp. Philip's defeat and death near Verona, Decius was accepted by the Senate. In the next year he undertook the first systematic persecution of the Christians, beginning with the execution of Fabian, Bishop. of Rome, in Jan. 250. In June all citizens were required to furnish proof of having offered sacrifice to the Emperor: and, though many gave way or escaped through bribery, thousands were put to death. (...) The persecution, which was probably initiated to combat the allegedly fissiparous [reproducing with fission] influence of Christianity, was ended by the death of Decius in June 251.

شاہ فلپ کی ویرونا کے قریب شکست اور وفات کے بعد سینیٹ نے ڈیسیس کو حکمران تسلیم کرلیا۔ اگلے سال ہی اس نے مسیحیوں کی منظم تعذیب کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس نے اس کا آغاز جنوری ۲۵۰ء میں روم کے بشپ فیبین (Fabian) کی سزائے موت سے کیا۔ جون میں تمام شہریوں سے کہا گیا کہ وہ حکمران کے نام پر قربانی پیش کیے جانے کا ثبوت فراہم کریں۔ اگر چہ بہت سے لوگوں نے رشوت دے کر جان بچائی یا راہِ فرار اختیار کی تاہم ہزاروں لوگوں کو قتل کر دیا گیا۔ (...) یہ تعذیب، جو غالباً اس لیے شروع کی گئی تھی کہ مسیحیت کے اثر و رسوخ کو، جو ایک دھماکے کی صورت میں پھیل رہا تھا روکا جاسکے، جون ۲۵۱ء میں ڈیسیس کی موت کے ساتھ ختم ہوگئی۔

سات خوابیدگان، یعنی 'Seven Sleepers' (قرآن کے اصحاب کہف) کا واقعہ قریباً ۲۵۰ء سے ۴۴۷ء تک کے عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔ انھوں نے مسیحی مذہب قبول کرلیا تھا۔ اس وقت کا رومی حکمران ڈیسیس (Decius) مسیحیت اور مسیحیوں کے سخت خلاف تھا۔ جب وہ اس کے سامنے لائے گئے تو اس نے انھیں تین دن کی مہلت دی کہ وہ اپنے موقف پر نظر ثانی کرلیں اور اپنے بت پرستی کے پرانے مذہب کی طرف لوٹ آئیں، ورنہ انھیں قتل کر دیا جائے گا۔ وہ فرار ہو گئے۔ اور شہر افسس (Ephesus)، جو عام طور پر شہر افسوس کے نام سے مشہور ہے، کے باہر ایک غار میں روپوش ہو گئے۔ وہاں وہ رومی شہنشاہ ڈیسیس (Decius) کے عہدِ حکومت میں قریباً ۲۵۰ء میں اس پُر اَسرار غار میں ایک معجزانہ نیند میں سو گئے۔ وہ ۴۴۷ء میں رومی شہنشاہ تھیوڈوسیس دوم (Theodosius II) کے دور میں بیدار ہوئے۔ رومی سلطنت پہلے ہی مسیحی مذہب قبول اور اختیار کر چکی تھی۔

یہ ایک اہم واقعہ تھا جو تیسری سے پانچویں صدی پر پھیلا ہوا تھا۔ 'صعودِ موسیٰ' پہلی صدی عیسوی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پہلے اور تیسرے عشرے کے دوران میں کسی وقت عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اس کا ایک ایسے واقعے کا حقیقی بیان، جو اس کی تدوین کے صدیوں بعد رونما ہونا تھا، اس کی صحت وصداقت کی تصدیق کرتا ہے۔

21. *The Apocrypha and Pseudepigrapha of the OT*, 421.

22. *The Apocrypha and Pseudepigrapha of the OT*, 421-3.

۲۳ ظاہر بات ہے کہ اس کی بادشاہت سے وہ 'قانون الٰہی' مراد ہے جو اس کے پیغمبر کے ذریعے سے ظاہر ہوا۔

۲۴ جہاں تک اسرائیلیوں کا تعلق ہے، تو ان کے ہاتھوں 'خدا کی بادشاہت' کبھی 'اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق پر ظاہر' نہیں ہوئی۔ انھیں اپنی پوری تاریخ میں کبھی یہ توفیق نصیب نہ ہوئی کہ وہ 'قانون الٰہی' جیسا کیسا بھی وہ ہو، کنعان سے باہر، اسرائیلیوں کے علاوہ دوسری اقوام پر (یعنی Gentiles پر) نافذ اور قائم کرسکیں۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں جن کے ذریعے سے خدا کی بادشاہت اس کی تمام مخلوق پر نمودار ہوئی، یعنی جغرافیائی یا نسلی شناخت سے قطع نظر کلام الٰہی اس دور کے لوگوں پر روشن ہوا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بائبل میں یہ بات عام ہے کہ لفظ 'تمام' کثرت تعداد کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بائبل میں مبالغہ آرائی کا استعمال بہت زیادہ ہے، ہر صاحبِ علم جانتا ہے کہ اگرچہ طوفان نوحؑ بہت بڑے رقبے پر محیط تھا، تاہم یہ تمام روئے زمین پر محیط نہ تھا۔ لیکن بائبل نے اسے ایک عالمی معاملے کے طور پر پیش کیا ہے۔ بائبل میں درج ہے:

اور پانی زمین پر بہت ہی زیادہ چڑھا۔ اور سب اونچے پہاڑ، جو دنیا میں ہیں چھپ گئے (پیدائش ۷:۱۹)۔

انگریزی کے 'کنگ جیمز ورشن' کے متن میں اس کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں:

And the waters prevailed exceedingly upon the earth; and all the high hills, that were under the whole heaven, were covered. (Gen. 7:19 KJV)

اور بھی متعدد مثالیں ہیں جن میں 'تمام' بڑی آزادی سے ایک بڑی مقدار یا تعداد کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی 'جو دنیا میں ہیں' یا 'Upon the earth under the whole heaven' کے الفاظ بھی صرف 'ایک بڑے حصے' کے مفہوم کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔

۲۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی، کہ صرف اسی کے ذریعے سے 'وہ (خداوند تعالیٰ) غیر اقوام کو سزا دینے کے لیے نمودار ہوگا'، بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پر صادق آتی ہے۔ یہودی پوری تاریخ میں اس طرح کا کوئی کام نہیں ہوا۔

۲۶ یہ بات بھی کہ وہ ان کے تمام بت تباہ وبرباد کردے گا، صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی کے ذریعے سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری ہوئی۔ اے گیوم Guillaume 'لائف آف محمدؐ' مطبوعہ کراچی ۲ا، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۷۴ کے صفحہ ۵۵۲ پر لکھتا ہے:

The apostle entered Mecca on the day of the conquest and it contained 360 idols which Iblīs had strengthened with lead. The apostle was standing by them with a stick in his hand, saying, 'The truth has come and falsehood has passed away, verily falsehood is sure to pass away' (al-Isrā 17.82). Then he pointed at them with his stick and they collapsed on their backs one after the other.

When the apostle prayed the noon prayer on the day of the conquest he ordered that all the idols which were round the Ka'ba should be collected and burned with fire and broken up. Faḍāla b. al-Mulawwih al-Laythī, a poet commemorating the day of the conquest, said:

Had you seen Muhammad [pbAh] and his troops

The day the idols were smashed when he entered,

You would have seen God's light become manifest

And darkness covering the face of idolatry

فتح کے روز رسول اللہ [ﷺ] مکے میں داخل ہوئے اور اس میں تین سو ساٹھ بت تھے، جنھیں ابلیس نے سیسے کے ذریعے سے مضبوطی کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ رسول اللہ [ﷺ] اپنے ہاتھ میں ایک چھڑی لیے ان کے پاس کھڑے تھے اور فرما رہے تھے: 'حق آ گیا اور باطل ختم ہو گیا، بے شک باطل تو ہے ہی ختم ہونے والا۔ (الاسراء ۱۷:۸۲)۔ پھر آپؐ ان کی طرف اپنی چھڑی سے اشارہ کرتے اور وہ یکے بعد دیگرے پیٹھ کے بل گر کر ڈھیر ہوتے گئے۔

فتح کے دن جب رسول اللہ [ﷺ] نے ظہر کی نماز پڑھی تو آپؐ نے حکم دیا کہ کعبے کے گرد و نواح میں جتنے بت ہیں، انھیں اکٹھے کر کے آگ سے جلا دیا جائے اور توڑ دیا جائے۔ فتح کے دن کی یاد میں فضالہ بن ملوح اللیثی نامی شاعر کہتا ہے:

اگر تم محمد اور ان کی فوجوں کو اس دن دیکھتے جس دن اس کی آمد پر بتوں کو توڑا گیا تو تم دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا نور نمودار ہے اور بت پرستی کے چہرے پر تاریکی چھا گئی ہے۔

سر ولیم میور نے 'دی لائف آف محمدؐ [ﷺ]' (مطبوعہ ایڈنبرا جون گرانٹ ۳۱ جارج چہارم پل ۱۹۲۳ء) میں صفحہ ۴۰۸ پر یہ واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے:

The abused, rejected, exiled Prophet now had the rebellious city at his feet.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Mohammad [pbAh] was Lord of Mecca. (...). Then, pointing with his staff to the idols one by one that stood around, he commanded them to be hewn down. 'Truth hath come,' he cried in the words of the Kor'ān, as the great image of Hubal, reared in front of the Ka'ba, fell with a crash:-*'Truth hath come, and falsehood gone, for falsehood verily vanisheth away.'*

مکے کا سرکش و باغی شہر جہاں رسول اللہ [ﷺ] کے ساتھ بدسلوکی اور بدزبانی کی گئی، آپ کو مسترد کیا گیا، اور جلاوطن کیا گیا، آج آپ کے قدموں میں تھا، محمد رسول اللہ [ﷺ] آج مکے کے حاکم و آقا تھے۔ (...)۔ پھر ان بتوں کی طرف جو آپ کے اردگرد کھڑے تھے، ایک ایک کر کے اپنی چھڑی کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے آپ نے حکم دیا کہ انھیں توڑ کر پیوندِ خاک کر دیا جائے۔ جب ہبل کا وہ عظیم بت جو کعبے کے سامنے تعمیر کیا گیا تھا، ایک دھماکے کے ساتھ گرا، تو آپ نے قرآن کے الفاظ 'حق آ گیا' بلند آواز سے دہرائے۔ 'حق آ گیا اور باطل دم توڑ گیا، یقیناً باطل تو ہے ہی ختم ہونے والا'۔

جہاں تک اسرائیلیوں کا تعلق ہے تو ان کے تمام بت تباہ و برباد کرنے کا تو کیا ذکر، وہ تو اپنی تاریخ کے متعدد ادوار میں خود بھی بتوں کی پوجا کرنے لگے تھے۔ یہ بات بائبل میں کئی مرتبہ صریح الفاظ میں درج ہے۔ ۲۷ 'صعودِ موسیٰ' کے مصنف یا اس کے بعد کے کسی مدون نے یہاں بعض سطور اسرائیلیوں کے متعلق شامل کر دی ہیں، لیکن وہ متن سے اتنی واضح طور پر غیر متعلق ہیں کہ ہر غیر متعصب قاری بآسانی سمجھ جائے گا کہ ان کا مضمون سے کوئی واسطہ نہیں اور محض الحاقی ہیں، تاہم ذیل میں بطور حوالہ انھیں بھی نقل کیا جا رہا ہے:

Then thou, O Israel, shalt be happy,

And thou shalt mount upon the necks and wings of the eagle,

And they shall be ended.

And God will exalt thee,

And He will cause thee to approach to the heaven of the stars,

In the place of their habitation.

And thou shalt look upon from on high and shalt see thy enemies in Ge[henna],

And thou shalt recognize them and rejoice,

And thou shalt give thanks and confess thy Creator.

تب، اے اسرائیل، تو خوش ہوگا، اور تو شاہین کے پروں اور گردنوں پر سوار ہوگا، اور وہ ختم ہو جائیں گے۔ اور خداوند تعالیٰ تیرا رتبہ بلند کرے گا۔ وہ تجھے تاروں والے آسمان تک ان کی جائے قیام میں پہنچائے گا اور تو بلندی سے نظر ڈالے گا۔ اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں دیکھے گا، اور تو انھیں پہچان لے گا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوشی منائے گا۔ اور تو اپنے خالق کا شکر بجالائے گا اور اسے مانے گا۔

۲۸۔ میری موت (صعود) سے لے کر اس کی آمد تک، کے الفاظ یہ واضح کرتے ہیں کہ یہاں بیان کردہ تمام واقعات اس شخص سے متعلق ہیں جس کی آمد کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

۲۹۔ میری موت (صعود) سے لے کر اس کی آمد تک 'سی سی ایل ٹائمز' کا عرصہ ہوگا، کے جملے میں کلیدی الفاظ 'سی سی ایل ٹائمز' کے بارے میں 'صعودِ موسیٰ' کے ایڈیٹر نے اپنے ذیلی حاشیے میں وضاحت کی ہے۔

CCL times, i.e. 250 year weeks, or 1,750 years. (...), which gives the same date for the Messiah's coming.

'سی سی ایل ٹائمز'، یعنی ۲۵۰ ہفت سالے، یا ۱۷۵۰ سال۔ یہ مسیحا کی آمد کے لیے وہی تاریخ دیتا ہے۔

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ 'صعود' کے اس باب میں مسیحا کی آمد کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ خدا کی بادشاہت کا ذکر ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر مسیحا سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیے جائیں تو اعداد و شمار بالکل غلط ثابت ہوتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قریباً بارہ صدی بعد میں آئے تھے، جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کی وفات اور اس کی (آنے والے کی، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں، یا کوئی اور) آمد کے درمیان ۱۷۵۰ سال کا وقفہ ہوگا۔ اب یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی ذات ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ٹھیک 'سی سی ایل ٹائمز' بعد آئے ہیں۔ ایڈیٹر کے مطابق 'سی سی ایل ٹائمز' سے مراد ۲۵۰ ہفت سالے، یعنی ۱۷۵۰ سال ہیں۔ قارئین آگاہ ہوں گے کہ رومن گنتی کے اعتبار سے 'سی' سے مراد ایک سو ہے۔ اور 'سی سی' سے مراد دو سو۔ اسی طرح 'ایل' پچاس کے لیے آتا ہے۔ اگر یہ 'ایل' اپنے سے کسی بڑے عدد کے بعد آئے تو اسے اس میں جمع کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح 'سی سی ایل' سے مراد ہوا، ۱۰۰+۱۰۰+۵۰ جو صریحاً ۲۵۰ بنتا ہے۔ یہاں انگریزی میں جس عبرانی لفظ کا ترجمہ 'ٹائمز' کیا گیا ہے، وہ 'ہفت سالہ' بنتا ہے، جیسا کہ کتاب کے ایڈیٹر نے وضاحت کر دی ہے۔ 'ہفت سالہ' سے مراد ہے: 'سات سال کی اکائی' جیسے کہ 'ہفتہ' سے مراد 'سات دن کی اکائی' ہیں۔ اس طرح ۲۵۰ 'ہفت سالے' سے مراد ہوا۔ ۲۵۰x۷ = ۱۷۵۰ سال۔

30. *Oxf. Bible Atlas*, 3rd Edn, ed Herbert G. May (NY: Oxf. Univ. Press, 1984), 16.

31. Bernhard W. Anderson, *Understanding the OT*, 3rd Edn, (New Jersey: Prentice-Hall, Inc. Englewood Cliffs, 1975), in the 'Comprehensive Chronological Chart', 602.

32. John Bright, *A History of Israel* (London: SCM Press Ltd, Bloomsbury Street, 1967), 'Chronological Charts', 465.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

33. *The Interpreter's Dic. of the Bible*, ed. George Arthur Buttrick (NY: Abingdon Press, 1962), 4:11.

34 Paul. Johnson, *A Hist. of the Jews* (NY: HarperPerennial, 1988), 25f.

35. *New Bible Atlas*, Ed. Bimson, J.J. (Leicester: Trinity College, Bristol; Kane, J.P., Univ. of Manchester, Inter-Versity Press, 1985), 38.

36 *Pictorial Biblical Enc*, ed. Gaalyahu, Cornfeld (NY: The Macmillan Co., 1964), 301.

37. *The New Jerusalem Bible*, ed. Alexander Jones (Bombay: Bombay Saint Paul Society, 1993), 81.

38. *The New Jesusalem Bible* ed. Henry Wans brough (london: Darton , Longman and Todd, 1990), p. 1450.

39. Max Wurmbrand and Cecil Roth, *The Jewish People* (NY: Adura Books 306 West 38th Street 1986), p. 13,14.

40 *The New Bible Dic*. 2nd ed. K.A Kitchen and T.C Mitcholl (Leicester: Inter-Varsity Press, 1982) p. 195.

۴۱۔ کتابِ مقدس، خروج ۱۴:۵تا۱۸؛ ۲۱تا۲۳؛ ۲۶تا۲۸۔

۴۲۔ کتابِ مقدس، گنتی ۱۴:۲۶تا۳۵۔

43. *The New Schaff-Herzog Enc.* (12 volumes), ed. Samuel Jackson Macauley (NY: Funk & Wagnalls Company, 1910), p. 436.

44. Michael H. Hart, *The 100, A Ranking of thw Most Influential Persons in History* (NY: Hart Publishing Co, Inc.), p. 34.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

حضرت یعقوب علیہ السلام کا شیلوہ

'کتابِ مقدس' (پروٹسٹنٹ اردو بائبل) کے عہد نامہ قدیم کی پہلی کتاب، یعنی پیدائش کے باب ۴۹ میں حضرت یعقوب علیہ السلام (اسرائیل) کے متعلق ذکر ہے کہ انھوں نے اپنے آخری وقت میں اپنے بیٹوں کو اپنی الوداعی برکت اور دعا دینے کے لیے بلایا۔ یہ ان کا قریباً آخری وقت تھا، جیسا کہ اس سے پہلے والے باب ۴۸ کی آخری آیت (۴۸:۲۱) میں ارشاد ہے: 'اور اسرائیل نے یوسف علیہ السلام سے کہا میں تو مرتا ہوں، لیکن خدا تمھارے ساتھ ہوگا اور تم کو پھر تمھارے باپ دادا کے ملک میں لے جائے گا'۔ اس طرح یہ آپ کی وصیت کی حیثیت رکھتی ہے اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت میں ایک طرف بنی اسرائیل کے اوصاف بیان کر کے انھیں دعائیں دینے کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر دی ہے (استثنا باب ۳۳)، اسی طرح ان سے سینکڑوں سال پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو دعا دینے اور وصیت کرنے کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد کی پیشین گوئی بیان فرمائی تھی۔ چنانچہ 'نیو اوکسفرڈ اینوٹیٹڈ بائبل' میں اس کے ضمن میں لکھا ہے:

> Though the poem is depicted as a deathbed *blessing* by the text following it (...), this poem seems to have been originally designed as a prediction of the destiny, good and bad, of the tribes of Israel.[1]

> اگرچہ بعد میں آنے والا متن اس نظم کو بسترِ مرگ کی دعائے برکت کی حیثیت سے پیش کرتا ہے، (...)، تاہم لگتا یہ ہے کہ ابتداءً یہ نظم اسرائیل کے قبائل کی اچھی یا بری تقدیر کی پیشین گوئی کے طور پر مرتب کی گئی تھی۔

پیشین گوئی کا متن اردو 'کتابِ مقدس' سے درج ذیل ہے:

> یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تک شیلوہ نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی۔[۳]

'کلامِ مقدس' (کیتھولک اُردو بائبل) میں اس آیت کے لیے یہ الفاظ درج ہیں:

یہوداہ سے حکمرانی کا عصا جدا نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس کے پاؤں میں سے بلم جاتا رہے گا۔ جب تک کہ نہ آئے شیلوہ۔ اور قومیں اس کی تابعدار ہوں گی۔[۳]

اس پیشین گوئی کا محمد رسول اللہ ﷺ پر اتنا واضح اطلاق ہوتا ہے کہ اس میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ذیل میں اس کے چند ایک انگریزی تراجم درج ہیں۔ سب سے پہلے یہ آیت 'مستند ترجمے' (یا 'کنگ جیمز ورشن' [KJV]) سے نقل کی جاتی ہے:

The sceptre shall not depart trom Judah nor a lawgiver from between his feet, until Shiloh come and unto him shall the gathering of the people be.[۴]

اور یہوداہ سے عصائے اقتدار الگ نہ ہوگا، اور نہ اس کے پاؤں کے درمیان سے ایک شریعت دینے والا، جب تک کہ شیلوہ نہیں آتا، اور لوگ اس کے پاس جمع ہوں گے۔

بائبل کے 'ریوائزڈ برکلے ورشن' (RBV) میں یہ آیت مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہے:

The sceptre shall not depart from Judah nor the leader's staff from between his feet, until Shiloh comes and him the people shall obey.[۵]

عصائے اقتدار یہوداہ سے جدا نہ ہوگا، نہ اس کے پاؤں کے درمیان سے قائد کا عصا، جب تک کہ شیلوہ نہ آجائے۔ اور لوگ اس کی اطاعت کریں گے۔

'نیو ورلڈ ٹرانسلیشن آف دی ہولی سکرپچرز' (NWT) نے اس کا ترجمہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:

The scepter will not turn aside from Judah, neither the commander's staff from between his feet, until Shiloh comes; and to him the obedience of peoples will belong.[۶]

عصائے اقتدار یہوداہ سے الگ نہ ہوگا۔ نہ اس کے قدموں کے درمیان سے کمانڈر کی چھڑی، جب تک کہ شیلوہ نہ آجائے، اور قوموں کی اطاعت اس کی ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'نیو امیریکن سٹینڈرڈ بائبل' (NASB) نے اپنے انگریزی ترجمے میں اسے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

The scepter shall not depart from Judah nor the rulers staff from between his feet until Shiloh comes and to him shall be the obedience of the people.[7]

عصائے اقتدار یہوداہ سے الگ نہ ہوگا، نہ اس کے پیروں کے درمیان سے حکمران کی چھڑی، جب تک کہ شیلوہ نہ آئے، اور قوموں کی اطاعت اس کے لیے ہوگی۔

'دی لِوِنگ بائبل' میں یہ الفاظ اس طرح درج ہیں:

The scepter shall not depart from Judah until Shiloh comes, whom all people shall obey.[8]

عصائے اقتدار یہوداہ سے جدا نہ ہوگا، جب تک کہ شیلوہ نہ آجائے، جس کی سب لوگ اطاعت کریں گے۔

'ہولی بائبل ایزی ٹو ریڈ ورشن' (ERV) نے ترجمے میں تو لفظ 'شیلوہ' استعمال نہیں کیا، لیکن حاشیے میں اس لفظ کا اقرار کیا ہے:

Men from Judah's family will be kings. The sign that his family rules will not leave his family before the real king comes (in footnote: 'or until Shiloh comes' etc). Then many people will obey and serve him.[9]

یہوداہ کے خاندان کے آدمی بادشاہ بنیں گے۔ وہ علامت [جس سے ظاہر ہو کہ اس کا خاندان حکمران ہے] اس کے خاندان کو نہیں چھوڑے گی، جب تک کہ اصل بادشاہ نہ آجائے۔ (ذیلی حاشیے میں: یا جب تک کہ شیلوہ نہ آجائے، وغیرہ) تب بہت سے لوگ اس کی اطاعت اور خدمت کریں گے۔

'پشیتا بائبل' میں متعلقہ آیت کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے:

The sceptre shall not depart from Judah, nor a lawgiver from

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

between his feet, until the coming of the One to whom the sceptre belongs (in footnote Messiah), to whom the gentiles look forward.[10]

عصائے اقتدار یہوداہ سے الگ نہ ہوگا، نہ اُس کے قدموں کے درمیان سے ایک قانون دان، جب تک وہ نہیں آ جاتا جو عصائے اقتدار کا مالک (حاشیہ میں 'مسیحا') ہے، جس کی غیر یہودی اقوام منتظر ہیں۔

'دی قماش' میں یہ عبارت مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھی گئی ہے:

The scepter shall not depart from Judah nor a scholar from among his descendants, untill Shiloh shall arrive and his will be an assemblage of nations.[11]

عصائے اقتدار یہوداہ سے الگ نہ ہوگا، نہ اُس کی نسلوں کے درمیان سے ایک صاحبِ علم، جب تک کہ شیلوہ نہ پہنچ جائے اور قوموں کا اجتماع اُس کے لیے ہوگا۔

'دی نیو جیروسیلم بائبل' میں ترجمہ تو مختلف ہے، لیکن حاشیے میں لفظ 'شیلوہ' کا اقرار کیا گیا ہے۔

The scepter shall not pass from Judah, nor the ruler's staff from between his feet, until tribute be brought him and the people render him obedience. [Footnote 'g': Text and meaning much disputed; tribute be brought him conj., emendation of vowel sound in MT '(until) Shiloh come.][12]

عصائے اقتدار یہوداہ کے ہاتھ سے نہیں نکلے گا، نہ حکمران کی چھڑی، جب تک کہ اس کی خدمت میں خراج نہ لایا جائے اور لوگ اس کی اطاعت قبول نہ کرلیں۔[حاشیہ 'جی': متن اور معانی میں بہت اختلاف ہے: خراج اس کی خدمت میں لایا جائے: مسوراتی متن میں حرکات کی اصلاح: جب تک کہ شیلوہ نہ آ جائے]۔

بائبل کے تراجم میں تحریف کا عمل آج تک بھی کس جرأت سے سرانجام دیا جا رہا ہے۔ اس کی صرف ایک مثال ہی یہاں پیش کی جاتی ہے۔ 'کنٹمپریری انگلش ورشن' (CEV) میں درج ہے:

You will have power and rule until nations obey you and come

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

bringing gifts.[۱۳]

تمھارے پاس اقتدار رہے گا، اور تم حکومت کرو گے جب تک کہ قومیں تمھاری اطاعت قبول نہ کرلیں، اور تمھارے حضور تحفے اور نذرانے لے کر حاضر نہ ہوں۔

اِس جدید انگریزی ترجمے میں 'شیلوہ' اور 'قانون وشریعت دینے والے' کا قصہ ہی تمام کردیا گیا اور جملے کو بالکل لایعنی بنادیا گیا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ 'جب قومیں تمھاری اطاعت قبول کرلیں گی اور تمھارے حضور تحفے اور نذرانے لے کر حاضر ہوں گی' تو تمھاری حکومت اور تمھارا اِقتدار مضبوط ہوگا یا ختم ہوگا؟ لیکن آیت کے اِطلاق کو اِس کے مصداق سے دُور کرنے کی کوشش میں فاضل مترجم کو یہ بھی خیال نہ رہا کہ وہ جملے کو لایعنی بنا رہا ہے۔ سچ ہی ہے کہ 'دروغ گوے را حافظہ نہ باشد'۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کے لیے آخری وصیت ہونے کی حیثیت سے اس باب کی بڑی اہمیت ہے۔ 'توراہ: اے ماڈرن کمنٹری' میں درج ہے:

The words of a dying man are as binding as a deed which is written and delivered (Talmud 16).[۱۴]

آدمی کے مرتے وقت کے الفاظ کی پابندی اتنی ضروری ہے جتنی کہ ایک معاہدے کی، جسے لکھ کر حوالے کردیا گیا ہو۔

اس لحاظ سے آیت کے الفاظ گہرے مطالعے کے متقاضی ہیں۔ اس پیشین گوئی کے الفاظ کافی واضح ہیں اور ان کا مدلول تلاش کرنے میں کوئی دِقت نہیں ہونی چاہیے، لیکن یہودی اور مسیحی علما اور مفسرین نے اس میں طرح طرح کی الجھنیں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ پروٹسٹنٹ 'کتابِ مقدس' کے مطابق عبارت یہ ہے (کیتھولک اردو 'کلامِ مقدس' میں بھی الفاظ کے معمولی سے فرق کے ساتھ یہی مفہوم بنتا ہے):

یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔ جب تک شیلوہ نہ آئے، اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائبل کے اردو ترجمے کی استنادی حیثیت بہت زیادہ قابلِ اعتماد نہیں۔ بائبل کے تراجم میں اس کا وہ انگریزی ترجمہ جسے 'کنگ جیمز ورشن' (KJV) کہا جاتا ہے، زیادہ مستند مانا جاتا ہے، بلکہ اس کا تو نام ہی اتھورائزڈ ورشن (AV) یعنی 'مستند ترجمہ' ہے، جو اوپر نقل بھی کیا گیا ہے، اس لیے اسی کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے سامنے ان کی خوبیاں اور خامیاں بیان کرتے ہوئے اپنے بیٹے یہوداہ کے اوصاف کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی حکومت کی پیشین گوئی کرتے ہوئے اس حکومت کے خاتمے کی پیشین گوئی بھی کر دیتے ہیں۔

آیت کا پہلا جملہ ہے: 'یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی'۔ اس کی ابتدا ہی میں جو لفظ 'سلطنت' لکھا گیا ہے، اس کے لیے 'کنگ جیمز ورشن' میں (اور بیش تر دوسرے انگریزی تراجم میں بھی) Sceptre کا لفظ درج ہے۔ انگریزی زبان میں یہ اس عصا کے لیے استعمال ہوتا ہے جو اقتدار اور حکمرانی کی علامت ہے، اس لیے اپنے مدلول و مفہوم کے اعتبار سے اسے سلطنت بھی کہہ دیتے ہیں۔ 'کنگ جیمز ورشن' میں اس کے لیے الفاظ ہیں: 'The sceptre shall not depart from Judah' اس لیے گفتگو کی بنیاد اسی ترجمے پر رکھنا چاہیے۔

انگریزی ترجمے میں پہلا لفظ 'Sceptre' ہے جس کے معنی تو 'عصائے اقتدار' ہی ہیں، جو سلطنت اور حکومت و اقتدار کی علامت کے طور پر بادشاہ یا حکمران اپنے ہاتھ میں یا بغل کے نیچے رکھتے ہیں، لیکن اپنے حقیقی مدلول و مفہوم کے پیش نظر اس کے لیے سلطنت کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ مذکورہ جملے میں حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یہوداہ کو بشارت دے رہے ہیں کہ اس کی نسل میں طویل عرصے تک (جس کی حدود کا بیان آگے کیا گیا ہے) عصائے اقتدار، یعنی سلطنت برقرار رہے گی۔ چنانچہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قریباً گیارھویں صدی قبل مسیح کے اختتام پر یہوداہ کی نسل کی حکومت، جس کے پہلے حکمران حضرت داؤد علیہ السلام تھے، شروع ہوئی۔ قریباً ایک صدی تک یہ دولتِ مشترکہ کے طور پر قائم رہی۔ اس کے بعد اگرچہ یہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی، لیکن سلطنت یہودیہ کو ہیکل سلیمانی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے مرکزی اہمیت حاصل رہی۔ ۵۸۶ ق م میں بابلی سلطنت کے حکمران نبوکدنضر کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوگیا، اور یہود کا دورِ اسیریٔ بابل شروع ہوا۔ اس دوران میں آلِ یہوداہ کو کسی حد تک داخلی خودمختاری حاصل تھی۔ بابل والوں نے نہ تو انھیں غلام بنایا اور نہ انھیں اپنی شریعت پر قائم رہنے سے منع کیا، بلکہ دینی وعلمی اعتبار سے یہ دور یہود کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوا۔

۵۳۹ ق م میں بابل کی سلطنت زوال کا شکار ہوگئی، اور فارسیوں کا دور شروع ہوا۔ یہ دور یہود کے لیے بہت سازگار ثابت ہوا، اور اس کے پہلے حکمران سائرس نے انھیں واپس یروشلم جانے اور وہاں اپنا ہیکل تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔ اس دور میں یہودیہ کی حکومت کو ایک طرح کی مکمل داخلی خودمختاری حاصل رہی اور عصائے حکمرانی ان سے موقوف نہیں ہوا۔ بعد کے شامی، مصری، یونانی اور رومی ادوارِ حکومت میں بھی کسی نہ کسی رنگ میں یہ اقتدار میں شریک رہے، اور ان کا عصائے حکمرانی کلی طور پر موقوف نہ ہوا۔ ۷۰عیسوی میں اگرچہ رومی جرنیل ٹائٹس نے جو بعد میں جلد ہی رومی حکمران بن گیا، یروشلم اور ہیکل سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجادی، لیکن کبھی منتشر ہوکر اور کبھی مقامی طور پر یہود کی مقاومت برقرار رہی، یہاں تک کہ یروشلم کی تباہی سے قریباً ایک صدی بعد تک یہود اپنی آخری جنگ لڑتے نظر آتے ہیں۔

یہود پر مختلف اوقات میں جو تباہیاں نازل ہوتی رہیں، اس کے نتیجے میں ان کی خودمختاری اور جبری جلاوطنی بھی جاری رہی۔ ۷۲۲ ق م میں نینوا کے اشوریوں نے ان کی شمالی سلطنت 'اسرائیل' کا خاتمہ کردیا اور ان کے قتل عام کے بعد انھیں سامریہ سے نکال باہر کیا۔ ستائیس ہزار سے زیادہ اسرائیلیوں کو وہ اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے زیر اقتدار مختلف علاقوں میں انھیں تھوڑے تھوڑے کرکے منتشر کردیا تاکہ ان کی شناخت اور مرکزیت ختم ہوجائے۔ سامریہ کے بے شمار اسرائیلی خود مختلف علاقوں میں فرار ہوگئے۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ ان کی کچھ تعداد عرب کی طرف بھی منتقل ہوئی ہو، لیکن اس کا کوئی قابلِ اعتماد ثبوت موجود نہیں ہے۔ ۵۸۶ ق م میں جنوبی سلطنت یہودیہ کا بھی بابلی حکمران نبوکدنضر کے ہاتھوں خاتمہ ہوگیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یروشلم اور یہودیہ کے دیگر علاقوں سے ہزاروں یہودیوں کو تو نبوکدنضر بابل اسیر بنا کر لے گیا، لیکن بے شمار یہودی یہاں سے اپنے طور پر بھی مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے۔ یقینی بات ہے کہ ان کی ایک بڑی تعداد جنوب میں اپنے قریب کے پڑوسی ملک عرب میں بھی جا کر آباد ہوئی ہوگی۔ اسی طرح ۷۰ء میں ٹائیٹس (Titus) کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی کے بعد بھی ایک بڑی تعداد میں یہودی عرب میں جا کر آباد ہوئے۔ عرب کی معلوم تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یثرب اور خیبر کے علاقوں میں یہودی بڑی تعداد میں آباد تھے اور وہاں ان کی منظم اور مضبوط حکومتیں قائم تھیں۔ اس طرح ابھی یہوداہ کی نسل سے عصائے اقتدار کلی طور پر موقوف نہیں ہوا تھا۔ ذیل میں اس کی وضاحت کے لیے 'تاریخِ یہود' سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

Wearied with contemplating the miserable plight of the Jews in their ancient home and in the countries of Europe and fatigued by the constant sight of fanatical oppression. *The eyes of the observer rest with gladness upon their situation in the Arabian Peninsula. Here the* ***sons of Judah*** *were free to raise their heads, and did not need to look about them with fear and humiliation, lest the ecclesiastical wrath be discharged upon them or the secular power overwhelm them. Here they were not shut out from the paths of honor, nor excluded from the privileges of the state, but, untrammeled, were allowed to develop their powers in the midst of free, simple, and talented people, to show their manly courage, to compete for the gifts of fame, and with practised hand to measure source with their antagonists. Instead of bearing the yoke, the Jews were not infrequently the leaders of the Arabian tribes. Their intellectual superiority constituted them a power, and they concluded offensive and defensive alliances, and carried on feuds* [stress added]. Besides the sword and the lance, however, they handled the ploughshare and the lyre, and in the end became the teachers of the Arabian nations. The history of the Jews of the Arabia in the century which precedes Mahomet's appreance, and during the period of his activity, forms a glorious page in the annals of the Jews.

(. . .). The later Arabian Jews said, however, that they had heard from their forefathers that many Jewish fugitives had escaped to northern Arabia on the destruction of the First Temple by Nebuchadnezzer. But there can be no doubt that the persecution of the Jews by the Romans was the means of

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

establishing a Jewish population in the Arabian peninsula. The death-defying Zealots who, after the destruction of the Second Temple, fled in part to Egypt and to Cyrene, in order to continue there the desperate struggle against the thraldom of Rome, *also passed in straggling bands into Arabia, where they were not compelled to hide their love of freedom or to abandon their warlike bearing* [stress added].

(....). As the Jews were often molested by Bedouins, *they built castles on the elevated places in the city and the surrounding country, whereby they guarded their independence* [stress added]. Although originally the sole rulers of this district, they were afterwards obliged to share their powers and the possession with the Arabs, for about the year 300, two related families, the Benu-Aus and the Chazraj (together forming the tribe of Kaila), settled in the same neighbouringhood and sometimes stood in friendly, sometimes in hostile relations to the Jews.

To the north of Yathrib was situated the district of Chaibar, which was entirely inhabited by Jews, who constituted a seperate commonwealth [stress added]. The Jews of Chaibar are supposed to have been descendants of the Rechabites, who, in accordance with the command of their progenitor, Jonadab, the son of Rechab, led a nomadic and Nazarite life; after the destruction of the First Temple, they are siad to have wanderd as far as the district of Chaibar, attracted by its abundance of palms and grain. The Jews of Chaibar constructed a line of castles or fortresses, like the castles of the Christian knights. The strongest of them was Qamus, built upon a hill difficult to access. These castles protected them from the predatory incursions of the warlike Bedouins, and enabled them to offer an asylum to many a persecuted fugutive. *Wadil-Kora (the valley of the villages), a furtile plain, a day's journey form Chaibar, was also inhabited exclusively by Jews* [stress added]. In Mecca, where stood the Sanctuary of the Arabs, there probably lived but few Jews.

(....). *Arabia owned only half the island of Yotabe (Jijban), in the Red Sea (60 miles to the south of the capital, Aila); a small Jewish free state had existed there since time immemorial* [stress added].

(....). Although they had nothing to complain of in this hospitable country, which they were able to regard and love as their fatherland, they yearned nevertheless to return to the holy land of their fathers, and daily awaited the coming of the Messiah. Like all the Jews of the globe, therefore, **they turned their face in prayer [as Qiblah] towards Jerusalem.** [۱۵]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کے اپنے قدیم وطن اور یورپ میں دُکھ بھرے مصائب کے متعلق سوچ سوچ کر اور مذہبی جنونیوں کے مظالم کے لگا تار نظارے سے تھک ہار کر دیکھنے والے کی نظریں جزیرہ نمائے عرب میں اُن کی صورت حال پر خوشی کے ساتھ آرام و اطمینان محسوس کرتی ہیں۔ یہوداہ کے بیٹے یہاں سر اُٹھا کر آزادی اور اپنی مرضی سے جہاں چاہے گھوم پھر سکتے تھے، اور انھیں خوف اور ذلت کے ساتھ اس اندیشے کے تحت ارد گرد نظر رکھنے کی ضرورت نہ تھی کہ کہیں ان پر کلیسیا کا غضب نہ ٹوٹ پڑے یا کوئی بے دین قوت ان پر قابو نہ پالے۔ یہاں ان پر عزت و آبرو کے دروازے بند نہ تھے، نہ ان پر ریاست و سیاست کے اختیارات و اعزازات کے حصول کے سلسلے میں کوئی قدغن تھا، بلکہ انھیں بے روک ٹوک اس بات کی اجازت تھی کہ شہرت کے انعامات کی مقابلہ آرائی میں اپنی ہمت مردانہ کا مظاہرہ کر سکیں اور اپنے ماہرانہ ہاتھوں کے ساتھ وسائل کے حصول کے لیے اپنے حریفوں سے پنجہ آزمائی کر سکیں۔ غلامی کا جُوا اُٹھانے کے بجائے یہودی اکثر اوقات عرب قبائل کی سرداری کیا کرتے تھے۔ ان کی ذہنی برتری ان کی قوت کا موجب تھی۔ وہ جارحانہ اور مدافعتی معاہدے بھی کرتے تھے، اور قبائلی جنگوں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ تلواروں اور نیزوں کے استعمال میں مہارت کے مظاہرے کے علاوہ وہ ہل چلانے اور بربط بجانے میں بھی اپنے جوہر دکھاتے تھے۔ وہ آخر میں عرب قوم کے اُستاد بن گئے۔ محمد [ﷺ] کے ظہور سے پہلے کی صدی اور آپؐ کی سرگرمیوں کے دوران والے زمانے میں یہودیوں کی تاریخ قوم یہود کی زندگی کا ایک سنہری باب ہے۔

(....)۔ تاہم بعد کے یہودِ عرب کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے آباؤ اجداد سے سُنا ہے کہ نبوکدنضر کے ہاتھوں پہلے ہیکل [ہیکل سلیمانی] کی تباہی پر بہت سے یہود پناہ گزین بچ کر شمالی عرب میں آ گئے تھے، لیکن اس میں کوئی شک ممکن نہیں کہ رومیوں کے ہاتھوں یہود کی تعذیب جزیرہ نمائے عرب میں یہودیوں کی آبادی قائم ہونے کا باعث تھی۔ موت و حیات سے بے نیاز پُر جوش یہودی گروہ [Zealots]، جو دوسرے ہیکل کی تباہی کے بعد وہاں رومی غلامی کے خلاف جان کی بازی لگا کر بے دھڑک جدو جہد جاری رکھنے کے لیے جزوی طور پر مصر اور سائیرین کی طرف بھاگ گیا تھا، اس کے کچھ بچھڑے ہوئے دستے عرب میں بھی پہنچ گئے جہاں وہ اس بات پر مجبور نہ تھے کہ آزادی کے ساتھ اپنی محبت کو چھپائیں یا اپنا جنگ جویانہ طرزِ عمل ترک کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(....)۔ کیونکہ عرب کے خانہ بدوش بدو یہودیوں کو اکثر ستاتے رہتے تھے، اس لیے وہ شہر اور اس سے ملحقہ دیہات میں اُونچی جگہوں پر قلعے اور گڑھیاں تعمیر کر لیتے تھے۔ ان کے ذریعے سے وہ اپنی آزادی کی حفاظت کرتے تھے۔ اگرچہ شروع میں وہ اس پورے علاقے کے بلاشرکت غیرے حکمران تھے، تاہم وہ اپنی طاقت اور زمین پر اپنے قبضے میں عربوں کو شریک کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ۳۰۰ء کے قریب دو باہم رشتے دار خاندان بنواوس اور خزرج (جو باہم مل کر قبیلۂ قیلہ بنتے تھے)، اس خطے کے قرب و جوار میں آباد ہو گئے، اور یہود کے ساتھ بعض اوقات دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور بعض اوقات معاندانہ۔

یثرب کے شمال میں خیبر کا ضلع واقع تھا، جس میں کلیتاً یہودی آباد تھے۔ انھوں نے وہاں ایک الگ متحدہ ریاست بنالی تھی۔ خیبر کے یہود کے متعلق خیال یہ کیا جاتا ہے کہ وہ رحابیوں کی نسل سے تھے، جو اپنے مورث اعلیٰ، جُندَب بن رحاب، کے حکم کے مطابق ایک خانہ بدوشانہ اور نصرانیوں جیسی زندگی گزارتے تھے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ پہلے ہیکل [ہیکل سلیمانی] کی تباہی کے بعد وہ در بدر گھومتے ہوئے خیبر جیسے دُور دراز علاقے میں پہنچ گئے اور اس کی کھجوروں اور اناج کی کثرت کی کشش میں وہ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ خیبر کے یہودیوں نے مسیحی فوجی امرا کی قلعہ بندیوں کی مانند قلعوں اور گڑھیوں کی ایک قطار تعمیر کر لی۔ ان میں سب سے مضبوط قموس کا قلعہ تھا، جو ایک ایسی پہاڑی پر بنایا گیا تھا جس تک رسائی بہت مشکل تھی۔ یہ قلعے انھیں جنگجو بدوؤں کی غارت گرانہ یلغار سے محفوظ رکھتے اور انھیں متعدد ستائے ہوئے پناہ گزینوں کو تحفظ فراہم کرنے کے قابل بناتے۔ وادی القریٰ (بستیوں کی وادی) میں، جو خیبر سے ایک دن کے سفر کے فاصلے پر زرخیز میدان پر مشتمل تھی، بھی صرف یہودی ہی آباد تھے۔ مکہ میں جہاں عربوں کا حرم واقع تھا، غالباً بہت ہی کم یہودی رہائش پذیر تھے۔

(....)۔ بحیرۂ قلزم میں (دارالحکومت عائلہ سے ۶۰ میل جنوب میں) واقع جزیرۂ یُتابع (بجبان) کا صرف نصف حصہ عربوں کے قبضے میں تھا۔ زمانۂ قدیم سے وہاں (بھی) ایک چھوٹی سی آزاد یہودی ریاست قائم تھی۔

(....)۔ اگرچہ اس مہمان نواز ملک میں ان کے پاس شکایت کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی، اور اسے وہ اپنے آبائی وطن کی طرح احترام و محبت دے سکتے تھے، پھر بھی وہ اپنے آباؤ اجداد کی مقدس سرزمین میں واپس جانے کی شدید خواہش رکھتے تھے، اور روزانہ مسیحا کی آمد کا انتظار کرتے تھے، اس لیے دُنیا کے تمام یہودیوں کی طرح وہ بھی اپنی نماز میں [قبلے کے طور پر] اپنا منہ یروشلم کی طرف کرتے تھے۔

آیت کا اس کے ساتھ والا اگلا جملہ ہے: 'اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا'۔ 'کنگ جیمز ورشن' میں اس کے لیے 'nor a lawgiver from between his feet' کے الفاظ درج ہیں۔ عبرانی بائبل میں یہاں اصل لفظ 'حقق' ہے، جس کے معنی حکومت کا عصا بھی ہیں اور شریعت یا شریعت دینے والا بھی۔[16] سیدھی سی بات ہے کہ پہلے جملے میں بھی کہا گیا ہے کہ یہوداہ کا اقتدار ختم نہیں ہوگا، اور اس دوسرے جملے میں بھی یہی بات دہرائی گئی ہے۔ اگر اردو ترجمے والے دونوں جملوں کو ملا کر بولا جائے تو عبارت یہ بنتی ہے کہ 'یہوداہ (مراد یہاں صرف یہوداہ نہیں، بلکہ اس کی نسل بھی مراد ہے) سے عصائے سلطنت نہ چھوٹے گا، اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا'۔ اس طرح ایک ہی مفہوم کے دو جملوں کا اجتماع ایک لایعنی سی بات بن جاتی ہے، لیکن 'کنگ جیمز ورشن' کے انگریزی ترجمے میں ان دونوں جملوں کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ 'عصائے حکمرانی یہوداہ سے الگ نہ ہوگا، اور نہ اس کے پاؤں کے درمیان سے شریعت دینے والا'۔ یہاں عبارت کے دوسرے جملے 'عصائے حکومت' کے تکرار کے بجائے، جس سے عبارت میں ایک لایعنی تنافر پیدا ہوتا تھا، 'شریعت دینے والا' درج ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عبرانی بائبل میں دوسرے جملے میں جو لفظ 'حقق' درج ہے، اس کے معنی ہیں: 'Lawgiver'۔[17]

اس طرح یہ ترجمہ موقع و محل کے لحاظ سے بھی موزوں ہے اور لفظ کے معنی کے لحاظ سے بھی درست ہے۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے اور اسے ذہن میں رکھنا ضروری ہے، کیونکہ آگے چل کر اس سے عبارت کا صحیح مفہوم متعین کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

اگلا جملہ ہے: 'جب تک شیلوہ نہ آئے'۔ 'کنگ جیمز ورشن' کی انگریزی عبارت کا بھی بعینہٖ یہی مفہوم بنتا ہے۔ شیلوہ اگرچہ کسی مقام کا نام بھی ہے، لیکن سیاق و سباق کی رو سے اس جملے میں اس کا یہ مفہوم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں لیا جا سکتا۔ یہاں یہ صریح طور پر کسی شخص کے نام ہی کے طور پر بولا گیا ہے۔ اکثر مسیحی مفسرین نے اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لیے ہیں۔ بعض یہودی تفاسیر میں بھی یہاں 'مسیحا' مراد لیا گیا ہے۔ مثلاً گنتھر پلاٹ لکھتا ہے:

The Hebrew is obscure. (....). One Jewish tradition, taking Jacob's blessing to be a prophecy for the end of the time (see verse 1) interpreted Shiloh to mean the Messiah (...).[۱۸]

عبرانی غیر واضح اور مبہم ہے۔(....) ایک یہودی روایت، یعقوبؑ کی دعاے برکت کو وقت اختتام (قیامت) کے لیے ایک پیشین گوئی قرار دیتے ہوئے (ملاحظہ کیجیے آیت ۱) لفظ 'شیلوہ' کی تشریح یہ کرتی ہے کہ اس کے معنی 'مسیحا' ہیں۔(...)

ایک اور مفسر ڈاکٹر اے کوہن لکھتا ہے:

N. rejects E.'s interpretation of sceptre as 'greatness', and maintains that the word always denotes 'kingship'. Until Shiloh come (sic a A.V.), viz, King Messiah, to whom belongeth sovereignty.[۱۹]

'این' عصاے سلطنت کی بطور 'بڑائی' والی 'ای' کی تاویل رد کر دیتا ہے۔ وہ اس بات کا قائل ہے کہ یہ لفظ ہمیشہ بادشاہی پر دلالت کرتا ہے۔ جب تک کہ شیلوہ نہیں آتا (کنگ جیمز کے مستند ورشن میں اسی طرح لکھا ہے) یعنی بادشاہ مسیحا، جس سے اقتدار کا تعلق ہے۔

لیکن لفظ کے سیاق وسباق اور پوری عبارت کے مفہوم کے لحاظ سے نہ تو یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لیے جا سکتے ہیں اور نہ مستقبل میں آنے والا کوئی مسیحا۔ بعض مترجمین نے 'جب تک شیلوہ نہ آئے' کے عجیب وغریب معنی کیے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک اس لفظ کا، بلکہ پوری آیت کا مفہوم متعین کرنا بہت مشکل ہے، مثلاً جے اے ہرٹز لکھتا ہے:

The explanation of this verse, (...), is very difficult.[۲۰]

اس آیت کی تشریح (...) بہت مشکل ہے۔

لیکن اگر دیانت داری، غیر جانب داری، محنت اور تحقیق سے کام لیا جائے تو لفظ 'شیلوہ' اور پوری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کا مفہوم اور اس کا مدلول متعین کرنا مشکل نہیں۔ اس مضمون میں پوری دیانت داری سے اس کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آیت کا آخری جملہ ہے: 'اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی'۔ قریباً تمام انگریزی تراجم نے بھی یہی مفہوم دیا ہے، یعنی لوگ اس کے پاس جمع ہوں گے اور اس کی اطاعت اختیار کریں گے۔

آیت کے الفاظ اور اس کے جملوں کی وضاحت اور ان کا مفہوم متعین ہو جانے کے بعد لفظ 'شیلوہ' اور پوری آیت کا مدلول تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آنی چاہیے۔

پہلا جملہ ہے: 'یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی' یا 'یہوداہ سے حکمرانی کا عصا جدا نہ ہوگا'۔ قریباً تمام انگریزی تراجم نے بھی یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ یہوداہ حضرت یعقوب ؑ کے بارہ بیٹوں میں سے ایک کا نام ہے۔ حضرت یعقوب ؑ مرنے سے پہلے اپنی آخری وصیت اور الوداعی دعائے برکت میں یہوداہ اور ان کی نسل کی بہادری کی تعریف کرتے ہیں اور پیشین گوئی کرتے ہیں کہ عصائے حکمرانی یہوداہ کی نسل میں آئے گا اور وہ انھی کی نسل میں رہے گا حتّٰی کہ......

تاریخ کے مطالعے سے تحقیق کے ساتھ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت یعقوب ؑ کے بعد سے حضرت داؤد ؑ تک تو یہوداہ کی نسل کو اپنے قبیلے کی سرداری کا عصائے حکمرانی مسلسل اور بے روک ٹوک حاصل رہا ہے۔ اس کے بعد حضرت داؤد ؑ کے دور میں اور ان کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمان ؑ کے دور میں تمام قبائلِ اسرائیل اور پوری ارضِ مقدس یہوداہ کے عصائے حکمرانی کے ماتحت تھی۔ جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ یہ عصائے حکمرانی یہوداہ کی نسل میں کسی نہ کسی صورت میں مدینے اور خیبر میں یہود کے اقتدار کے مکمل طور پر خاتمے تک برقرار رہا اور فتح خیبر کے بعد یہ عصائے حکمرانی ان سے ایسا جدا ہوا کہ وہ ڈیڑھ ہزار سال تک اس کی جدائی میں تڑپتے اور خون کے آنسو روتے رہے اور دردر کی ٹھوکریں کھاتے اور مظالم سہتے رہے۔ اس طرح 'شیلوہ' کا مدلول تلاش کرنے میں کسی صاحبِ بصیرت، غیر جانب دار اور انصاف پسند قاری کو کسی طرح کی دِقّت محسوس نہیں ہونی چاہیے۔ کوئی پسند کرے یا نہ کرے، حقیقت اپنی جگہ حقیقت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور شیلوہ کا مدلول محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ پوری تاریخ انسانی کا کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا۔

'کنگ جیمز ورشن' میں آیت کا اگلا جملہ ہے: 'Nor a lawgiver from between his feet' یعنی نہ یہوداہ کی نسل کے پیروں کے درمیان سے شریعت دینے والا موقوف ہوگا۔ دستور یہ تھا کہ جب بادشاہ اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوتا تھا تو اپنا عصائے حکمرانی اپنے آگے اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان رکھ لیتا تھا۔ یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شریعت دینے والے کی شریعت بھی اس وقت تک بلاشرکت غیرے قائم رہے گی۔ شریعت دینے والے کی وضاحت اوپر کی جاچکی ہے اور سیاق وسباق کے اعتبار سے اس کا یہی ترجمہ درست اور موزوں بنتا ہے۔ اب یہ بات ہر صاحبِ علم شخص جانتا ہے کہ دنیا میں حضرت موسیٰ ؑ کی شریعت ہزاروں سال سے اس وقت تک بلاشرکت غیرے جاری وساری رہی، جب تک کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے آ کر نئی شریعت نافذ نہ کر دی۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ ؑ کی 'شریعت دینے والے' کی حیثیت موقوف ہوگئی اور شریعتِ محمد علی صاحبہا الصلاۃ والسلام نے اس کی جگہ لے لی۔ یہ واقعہ بھی عصائے حکمرانی کے یہوداہ کی نسل سے جدا ہونے کے ساتھ منسلک ہے۔ اس کے بعد ایک صاحبِ بصیرت اور باانصاف شخص کے لیے یہ سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی کہ یہ 'شیلوہ' جس کی خبر اس کی آمد سے سوا دو ہزار سال پہلے حضرت یعقوب ؑ دے رہے ہیں، کون ہے؟

جہاں تک آیت کے آخری جملے کا تعلق ہے تو وہ اپنی وضاحت آپ ہے، اور دنیا کی تاریخ اس کی گواہی دے رہی ہے۔ اس کے سمجھنے کے لیے کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

دنیا میں رحمت دو جہاں اور کون ہے؟
جس کی نہیں نظیر، وہ تنہا تمھی تو ہو

تاریخ انسانی میں محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اور کون ہے، جس کے گرد پوری دنیا کی قومیں اکٹھی ہوئی ہیں اور جس کی اطاعت دل وجان سے قبول کی گئی ہے۔ حج کے موقع پر پوری دنیا سے آئے ہوئے دیس دیس کے لاکھوں انسان جس طرح پروانہ وار اس کے ایک اشارۂ ابرو کے تحت خانہ کعبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا طواف کر رہے ہوتے ہیں اور جس کا نظارہ پورے سال کے دوران میں حجِ اصغر، یعنی عمرے کی صورت میں کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے اس کی نظیر دُنیا کے تختے پر کہیں اور موجود نہیں۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

اب ذرا مذکورہ آیت کا ایک مرتبہ پھر بغور مطالعہ کیجیے اور دیکھیے کہ اس کا ایک ایک لفظ کس طرح وضاحت اور تعین کے ساتھ سرورِ عالم محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی گواہی دے رہا ہے۔

اِس پیشین گوئی کے سلسلے میں ایک اور بات بھی پیشِ نظر رہے۔ باب ۴۹، جس میں یہ پیشین گوئی بیان ہوئی، کی پہلی آیت نہایت معنی خیز ہے:

> اور یعقوب [علیہ السلام] نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب جمع ہو جاؤ۔ تاکہ میں تم کو بتاؤں کہ 'آخری دِنوں میں' تم پر کیا کیا گزرے گی۔[1]

اِس سے ایک تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ 'کتاب پیدایش' کا یہ باب حضرت یعقوب علیہ السلام کی آخری وصیت پر مشتمل ہے، اور زندگی کی آخری وصیت و برکت کی اہمیت مضمون کے آغاز ہی میں واضح کی جا چکی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس میں جس بات کا بیان ہو رہا ہے، وہ 'آخری دِنوں' سے متعلق ہے۔ مندرجہ بالا مضمون میں واضح کیا گیا ہے کہ یہود کے عصائے سلطنت کی آخری ہچکی یہ ہے کہ شیلوہ نے آکر ان کا یہ عصائے سلطنت پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ اس طرح یہ یہودیوں کے اقتدار کے خاتمے کا بھی مظہر ہے اور ان کے درمیان سے 'قانون دینے والے' کے سورج کے غروب ہونے کا بھی عکاس ہے۔ مدینے کے یہودی قبائل کی گڑھیاں، وادی القریٰ اور خیبر کے یہودی قلعے اس قوم کے عصائے سلطنت کی آخری علامت تھے۔ خاتم النبیین ﷺ نے آکر اس کا بھی خاتمہ کر دیا اور شریعتِ تورات کے بجائے ایک نئی شریعت بھی نافذ کر دی۔ اس طرح یہ پیشین گوئی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں حرف بہ حرف پوری ہو گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی باب پنجم

حضرت یعقوبؑ کا شیلوہ

1. *The New Oxford Annotated Bible, 3rd Edn.*, ed. Michael D. Coogan (Oxf. Uni Press, 2001), footnote page 78.

۲۔ 'کتاب مقدس' نظر ثانی شدہ ترجمہ ۲۰۰۲ء، پیدائش ۴۹:۱۰۔

۳۔ 'کلام مقدس' یعنی کیتھولک اُردو بائبل (روما: سوسائٹی آف سینٹ پال، ۱۹۵۸)، صفحہ ۶۲۔

۴۔ 'دی ہولی بائبل'، پیدائش (Genesis)۹، ۱۰۔ کنگ جیمز ورژن (KJV): اسے مستند ترجمہ (Authorised Version) یا A.V بھی کہتے ہیں۔ یہ ۱۶۱۱ء میں مکمل ہوا تھا۔

5. *Revised Barkeley Version* (RBV). (The Gideons International, Thondervan Publishing House, 1974 Edn.), p. 41.

6. *New World Translation* (NWT) of the Holy Scriptures, rendered from the original languages by the NW Bible Translation Committee, Revised 1984 (NY Watch Tower Bible and Tract Society) p. 74

7. *New American Standard Bible* (NASB), (Cambridge: Cambridge University Press, 1977), p. 67

8. *The Living Bible (The Way)*, (Illinois, Tyndale House Publishers, Wheaton 1976), p. 46.

9. *Holy Bible, Easy to Read Version*: Translated from the Original Languages (Bangalore. WBTC India, P.O. Box 4878, 2000), p.57.

10. *The Bible from Ancient Eastern Manuscripts (...) from the Peshitta the Authorized Bible of the Church of the East*, tr. George M. Lamsa (London & NY. Collins Clear-Type Press, 1957), p. 63.

11. *The Chumash*, ed. Rabbi Nosson Scherman Rabbi Meir. Zlotowitz (NY Masorah Pubications Ltd. Brooklyn, 2007), p. 279.

12. *The New Jerusalem Bible* (NJB) (Bombay: The Bombay Saint Paul Society, TPS III, Bandra, Bombay, 1985) p. 77.

13. *Contemporery English Version* (CEV), (NY: Amercian Bible Society, 1995) 60

14. W. Gunther Plaut, *Torah A Modern Com.*, 1981, p. 306.

15. Prof. H. Graetz, *History of the Jews* (Philadelphia: Jewish Publication Society

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

of America 1902), 3.53-58.

16.*A Concise Dic. of the Words in the Heb. Bible*, James Strong (NY: The Methodist Book Concern, 1984), p. 43, Entry 2710.

17 -ibid .

18 W. Gunther Plant *Torah A Modern Com.* (NY: Union of American Hebrew congregations, 1981), p. 309.

19.*The Soncino Chumash*, ed. the Rev. Dr. A. Cohen (Hindhead, Surrey: The Soncino Press, 1947), p. 307.

20.*The Pentateuch and Haftorahs*, ed. Dr. J. H. Hertz (London. Soncino Press, 5739, 1979), p. 185.

۲۱۔ کتابِ مقدس، پیدائش ۴۹:۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

زبورِ حضرت داوٗد علیہ السلام باب ۴۵: 'ابدی ممدوح الأمم'

حضرت داوٗد علیہ السلام اپنی 'زبور' میں فرماتے ہیں:

(۱) میرے دل میں ایک نفیس مضمون جوش مار رہا ہے۔ میں وہی مضمون سناؤں گا جو میں نے بادشاہ کے حق میں قلمبند کیے ہیں۔ میری زبان ماہر کاتب کا قلم ہے: (۲) تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔ اس لیے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لیے مبارک کیا۔ (۳) اے زبردست، تو اپنی تلوار کو، جو تیری حشمت وشوکت ہے، اپنی کمر سے حمائل کر۔ (۴) اور سچائی اور حلم اور صداقت کی خاطر اپنی شان وشوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو۔ اور تیرا دہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا۔ (۵) تیرے تیر تیز ہیں: وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں۔ اُمتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔ (۶) اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ (۷) تو نے صداقت سے محبت رکھی اور بدکاری سے نفرت۔ اسی لیے خدا تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہم سروں سے زیادہ مسح کیا ہے۔ (۸) تیرے ہر لباس سے مُر اور عُود اور تج کی خوشبو آتی ہے۔ (...)۔ (۹) تیری معزز خواتین میں شاہزادیاں ہیں۔ (...)۔ (۱۰) اے بیٹی سن۔ غور کر اور کان لگا۔ اپنی قوم اور اپنے باپ کے گھر کو بھول جا۔ (۱۱) اور بادشاہ تیرے حسن کا مشتاق ہوگا کیونکہ وہ تیرا خداوند ہے۔ تو اُسے سجدہ کر۔ (۱۲) (...)۔ قوم کے دولت مند تیری رضا جوئی کریں گے۔ (...)۔ (۱۶) تیرے بیٹے تیرے باپ دادا کے جانشین ہوں گے۔ جن کو تو تمام روے زمین پر سردار مقرر کرے گا۔ (۱۷) میں تیرے نام کی یاد کو نسل در نسل قائم رکھوں گا۔ اِس لیے اُمتیں ابدالآباد تیری شکرگزاری ['کنگ جیمز ورشن' کے مطابق 'حمد' (Praise)] کریں گی۔[1]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'زبور' کے اس گیت کو بائبل کے اکثر مفسرین نے کسی بادشاہ کی شادی کا گیت قرار دیا ہے۔ وہ بادشاہ کون ہے؟ اس کی کوئی وضاحت نہیں کی جاتی۔ پھر اس بات کا بھی کوئی تسلی بخش جواب موجود نہیں کہ یہ گیت کس کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے؟ یہ تاویل متعدد ایسے سوالات کو جنم دیتی ہے جن کا جواب ممکن نہیں، لیکن بعض مفسرین ومترجمین نے اس حقیقت کا اقرار کیا ہے کہ یہ ایک پیشین گوئی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انھوں نے اس کا مصداق حضرت مسیح علیہ السلام کو قرار دیا ہے۔

پہلی آیت اس نظم کی حیثیت اور مقصد اس طرح واضح کر دیتی ہے کہ کسی شک وشبہ کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا۔ KJV میں اس کا انگریزی ترجمہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

My heart is inditing a good matter: I speak of the things which I have made touching [regarding] the king: my tongue is the pen of a ready writer.[2]

NKJV اور RSV نے inditing جیسے متروک اور قدیم لفظ کے بجائے 'overflowing with' جیسے الفاظ کے ذریعے سے مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ NJB, NIV اور NWT وغیرہ نے 'stirred by' کے الفاظ استعمال کیے ہیں، لیکن لفظ کے یہاں درست اور موزوں معنی 'الہام' کے ہیں۔ 'کولنز جم ڈکشنری آف دی بائبل' نے مندرجہ ذیل معنی درج کیے ہیں:

To write; but more properly, to dictate, to a writer, or even to inspire a writer.[3]

لکھنا، کسی کاتب کو املا کرانا، بلکہ زیادہ مناسب معنی ہیں: کسی کاتب کو الہام کرنا۔

'ہیسٹنگز ڈکشنری' کے نظر ثانی شدہ جدید ایڈیشن نے اس لفظ کی مندرجہ ذیل وضاحت کی ہے:

This English word is now somewhat old fashined. When it is used it means 'to write'. But formerly, and as found in AV, it means to inspire or dictate to the writer. (...). In the Duoai Version (though this word is not used) there is a note: I have received by divine inspiration in my heart (...).[4]

یہ انگریزی لفظ اب کسی حد تک پرانے فیشن کا ہو گیا ہے۔ جب یہ استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں 'لکھنا'۔ لیکن پہلے بھی اور جس طرح یہ مستند ترجمے میں ملتا ہے وہاں بھی، اس کے معنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنتے ہیں: ’الہام‘ کرنا یا کاتب کو لکھوانا۔ (...)۔ ڈیوئے ورشن میں (اگر چہ یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا) ایک نوٹ درج ہے: ’مجھے اپنے دل میں خدائی الہام سے یہ موصول ہوا ہے۔‘

اس طرح پہلے جملے کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ میرے دل پر ایک اچھی بات کا الہام کیا گیا ہے جو اس بات پر زور دے رہا ہے کہ اسے ظاہر کیا جائے (اس لیے میں نے اسے قلم بند کر لیا ہے)۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مضمون الہامی ہے اور اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ اسے آگے دوسروں تک پہنچایا جائے۔

آیت کے اگلے جملے میں حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں: ’میں وہی مضمون سناؤں گا جو میں نے بادشاہ کے حق میں قلم بند کیے ہیں‘۔ ’نیو انگلش بائبل‘ میں اس کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ آئے ہیں:

In a king's honour I utter the song I have made.[5]

میں نے بادشاہ کے اعزاز میں جو نغمہ ترتیب دیا ہے، میں اُسے پیش کرتا ہوں۔

’موفٹ‘ نے یہ ترجمہ اختیار کیا ہے:

A noble theme inspires my soul:[6]

ایک معزز مضمون میری روح میں الہام کی طرح سرایت کر رہا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ جو خوبصورت مضمون ان پر الہام کیا گیا تھا اور جسے انھوں نے احتیاط اور حفاظت کے لیے قلم بند کر لیا تھا، اب وہ اسے ایک نظم کی شکل میں لکھ کر اور تلاوت کر کے لوگوں تک پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں، اور یہ مضمون ایک بادشاہ کے بارے میں ہے۔

آیت کے تیسرے جملے میں حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ کوئی اناڑی شاعر یا ناپختہ مصنف نہیں، بلکہ فن تصنیف و تالیف کے ماہر ہیں اور جملہ اصنافِ شعر و ادب سے پوری طرح آشنا ہیں: ’میری زبان ماہر کاتب کا قلم ہے۔‘ یعنی مجھے تحریر و تقریر، دونوں میں یکساں کمال حاصل ہے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ مسیحی مفسرین نے حسبِ عادت اس گیت کو بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں ایک پیشین گوئی قرار دیا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جن مفسرین نے اس کے پیشین گوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے سے انکار بھی کیا ہے، وہ بھی ہرا پھرا کر اسے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیشین گوئی قرار دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ ’این آئی وی(NIV) سٹڈی بائبل‘ شروع میں تو اسے کسی بادشاہ کی شادی کے موقع پر اس کی مدح و تعریف قرار دیتی ہے، لیکن آگے چل کر لکھتی ہے:

(for the application of vv.6-7 to Christ see Heb. 1:8-9).[7]

(آیات ۶۔۷ کے حضرت مسیح علیہ السلام پر اطلاق کے لیے ملاحظہ کیجیے عبرانیون ۱:۸تا۹)۔

’اے نیو کمنٹری آن ہولی سکرپچر‘ میں وضاحت کی گئی ہے:

' (...); but in the Anglican, Sarum, and Roman uses the marriage of the King is the unity betwixt Christ and his Church, and the Psalm is, therefore, sung on Christmas Day, when that unity potentially began. (....). But as applied to Christ it causes no difficulty.[8]

لیکن اینگلیکن، سارم اور رومن استعمال میں بادشاہ کی شادی سے مسیح اور اس کے چرچ کے درمیان اتحاد و یگانگت مراد ہے۔ اس لیے یہ گیت کرسمس کے دن گایا جاتا ہے، جب یہ اتحاد و یگانگت عملاً شروع ہوئی۔(....)۔ لیکن اگر اس کا اطلاق حضرت مسیح پر کیا جائے تو اس میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔

’دی آکسفرڈ بائبل کمنٹری‘ میں بھی یہی نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے:

From early times the psalm was regarded as messianic prophecy. The Targum paraphrased v. 2 as 'the beauty, O King Messiah, exceeds that of the children of men', and the writer to the Hebrews quotes vv. 6-7 to show the superiority of Jesus over the angels (Heb 1:8-9). In Christian liturgical tradition, it is sung on Christmas Day.[9]

ابتدائی زمانے ہی سے اس حمدیہ گیت کو مسیح کی پیشین گوئی قرار دیا جاتا تھا۔ ’ترجوم‘ نے آیت ۲ کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے: ’اے شاہ مسیحا، تیرا حسن اولادِ آدم سے زیادہ ہے‘، اور عبرانیون کا مصنف عیسیٰؑ کی فرشتوں پر فضیلت ظاہر کرنے کے لیے آیات ۶ تا ۷ کا حوالہ دیتا ہے (عبرانیون ۱:۸-۹)۔ مسیحیوں کی عباداتی روایات میں اسے کرسمس کے دن گایا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحی مفسرین کے نزدیک یہ ایک پیشین گوئی ہے اور وہ اس کا اطلاق حضرت مسیح علیہ السلام پر کرتے ہیں، لیکن کیا یہ اطلاق درست ہے، اس کا تعین کرنے کے لیے قدرتِ الٰہی نے اسی 'اے نیو کمنٹری' کے مفسر سے یہ الفاظ لکھوا دیے ہیں:

But for that reason it is really applicable only to Him who fulfilled it to the highest.[10]

لیکن اس وجہ سے حقیقت میں اس [پیشین گوئی] کا اطلاق صرف اسی ذات پر کیا جا سکتا ہے جو اسے اعلیٰ ترین سطح پر پورا کر دکھائے۔

آیندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ 'زبور' کا یہ گیت پکار پکار کر کس ذاتِ بابرکات کی پیشین گوئی کر رہا ہے۔

دوسری آیت سے اصل پیشین گوئی شروع ہو جاتی ہے اور اس کا پہلا جملہ ہی حقیقتِ حال واضح کر دیتا ہے۔ ارشاد ہے: 'تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے۔' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تو خود بائبل کے مفسرین اعتراف کرتے ہیں کہ: [11] 'Nay, he had no form, nor comeliness. (Isa 43, 2)' یعنی 'نہ ان کی شکل و صورت اچھی تھی اور نہ ان میں کوئی دل کشی اور جاذبیت تھی'۔ اس کے بعد جب ہم محمد رسول اللہ ﷺ پر اس کا اطلاق کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ جملہ آپؐ پر ہو بہو صادق آتا ہے۔ 'صحیح بخاری' میں حضرت براءؓ بن عازب بیان کرتے ہیں کہ 'رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے'۔[12] 'سنن ترمذی شریف' میں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: 'میں نے نبی پاک ﷺ سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا، یوں لگتا تھا جیسے سورج آپ کے چہرے میں رواں دواں ہو۔'[13] حضرت اُمِ معبدؓ آپؐ کے حسن کی عکاسی ان الفاظ میں کرتی ہیں:

میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کی رنگت چمک دار تھی، چہرہ روشن تھا، بناوٹ دل کش تھی، (...)، لمبی گردن، آنکھوں کی سفیدی انتہائی سفید اور سیاہی سخت سیاہ، خاموشی میں پُر وقار، بولے تو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے اور ان کے دل موہ لے، دُور سے دیکھو تو حسین اور روشن، قریب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو تو شیریں اور دل آویز، (...)، دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ، جو سب سے زیادہ جاذب نظر، لدی پھندی اور تازہ وشاداب۔[۱۳]

اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ 'تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے' کے الفاظ کس پر صادق آتے ہیں۔

آیت ۲ کا اگلا جملہ ہے: 'تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے'۔ 'کنگ جیمز ورشن' لکھتا ہے: 'Grace is poured into thy lips' یعنی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) 'آپ کے ہونٹوں کے اندر لطافت اور عظمت ڈال دی گئی ہے'، جیسا کہ 'گڈ نیوز بائبل' نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے بات ذرا کھول دی ہے: 'You are an eloquent speaker' یعنی 'آپ شیریں بیان اور فصیح اللسان مقرر ہیں'۔ اس موضوع پر ہماری کتاب '*Muhammad Foretold in the Bible by Name*' کے آٹھویں باب کے آخری چار صفحات میں مختصر اور گیارھویں باب میں تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ جس سے قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ 'تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے' کے خوبصورت الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حرف بہ حرف سچے ثابت ہوتے ہیں اور آپؐ کے علاوہ دنیا کی کوئی شخصیت اس کی کماحقہ مصداق قرار نہیں دی جا سکتی۔

دوسری آیت کا آخری جملہ ہے: 'اسی لیے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لیے مبارک کیا'۔ پیشین گوئی کا یہ حصہ محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دنیا کی کسی ہستی پر صادق نہیں آتا، جبکہ آپؐ اس کے بعینہٖ مصداق ہیں۔ پچھلے قریباً ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں 'أشهد أن محمدًا رسول الله' کی صدائیں دن میں پانچ مرتبہ گونجتی ہیں اور انھیں سننے والا ہر مسلمان آپؐ پر درود اور سلام بھیجتا ہے۔ پھر ہر نماز کے آخر میں ہر نمازی آپؐ کے مبارک اور بابرکت ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ کیا دنیا کی کوئی اور ہستی بھی ہے جس کے متعلق ان الفاظ کے اطلاق کا کسی بھی درجے میں دعویٰ کیا جا سکے کہ 'خدا نے تجھے ہمیشہ کے لیے مبارک کیا'۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری آیت میں بیان کیا گیا ہے: 'اے زبردست، تو اپنی تلوار کو جو تیری شوکت وحشمت ہے، اپنی کمر سے حمائل کر۔' تلوار قوت، اقتدار اور سپہ سالاری کی علامت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کا یہ 'ممدوح الامم' تلوار سے مسلح ہو کر میدان جنگ میں بھی اترے گا۔ 'زبردست' کے لیے 'گڈ نیوز بائبل' نے 'mighty king' کے لفظ استعمال کیے ہیں۔ NWT اور NIV نے 'mighty one' اور KJV نے 'most mighty' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ رکانہ والا واقعہ آپؐ کی طاقت و قوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (ملاحظہ کیجیے ہماری کتاب '*Muhammad Foretold in the Bible by Name*' کے باب نہم کا تیسرا اور چوتھا صفحہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان امور سے کبھی دور کا بھی واسطہ نہیں رہا، جبکہ یہ آیت محمد رسول اللہ ﷺ پر من وعن پوری اترتی ہے۔ آپؐ جزیرہ نمائے عرب کے بادشاہ بھی تھے اور تلوار کمر سے حمائل کر کے غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق، فتح مکہ، غزوۂ خیبر اور غزوۂ تبوک وغیرہ میں صحابہ کرامؓ کے لشکروں کی سپہ سالاری کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے اور آپؐ کی شوکت وحشمت کو پوری دنیا نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔

چوتھی آیت کا پہلا حصہ ہے: 'اور سچائی اور حلم اور صداقت کی خاطر اپنی شان وشوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو۔' KJV میں اس کا ترجمہ ہے:

And in thy majesty ride prosperously because of truth and meekness and righteousness.

اس طرح 'اقبال مندی' کے لیے انگریزی میں 'پراسپیرٹی' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سٹرونگ نے اس کے معنی 'to come (mightily), prosperously, to advance' بیان کیے ہیں۔[15]

'نیو اوکسفرڈ اینوٹیٹڈ بائبل' نے اس کا انگریزی ترجمہ اس طرح کیا ہے:

'In your majesty ride on victoriously for the cause of truth and to defend the right.'

'نیو جیروسلم بائبل پاکٹ ایڈیشن، ۱۹۹۰ء'، (صفحہ ۶۲۵) نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے:

In your majesty and splender advance, 'ride on the cause of truth,

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

gentleness and uprightness.'

NIV اور RSV نے 'اقبال مندی سے' کے لیے 'victoriously' کا لفظ استعمال کیا ہے اور 'گڈ نیوز بائبل' نے 'Victorious' کا۔ NOAB اور RSV نے اس کا ترجمہ کیا ہے: 'In your majesty ride forth (on) victoriously'۔ اس طرح آیت کا یہ حصہ فتح مکہ کی من وعن عکاسی کرتا ہے۔ واضح رہے کہ فتحِ مکہ کے اسباب بھی 'سچائی اور حلم اور [حق و] صداقت' ہی تھے، جیسا کہ آگے وضاحت کی گئی ہے۔

سچائی، حلم اور صداقت کے الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ کی شناخت ہیں۔ 'صادق' اور 'امین' کے صفاتی نام آپؐ کے اسم علم کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ فتح مکہ کے لیے آپؐ بنو خزاعہ کی دادرسی اور کفار قریش کو ان کی عہد شکنی، ظلم و بربریت اور خانہ کعبہ کی حرمت کی پامالی کی سزا دینے کی غرض سے نکلے تھے۔ اور آپؐ کا یہ سوار ہو کر نکلنا پرامن فتح اور حق و انصاف اور صداقت کی جیت اور مظلوموں کی دادرسی کا ذریعہ بنا[16] بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے تمام غزوات بقول 'نیو اوکسفرڈ اینوٹیٹڈ بائبل' 'for the cause of truth and to defend the right' (سچائی کے مقصد کے تحت اور حق کے دفاع اور حمایت کے لیے) ہی کے آئینہ دار تھے۔ دنیا میں کوئی اور اس کا مصداق نہیں۔

چوتھی آیت کا دوسرا جملہ ہے: 'اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا۔' 'مہیب' کے لیے انگریزی میں 'Terrible' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ 'سٹرونگ' نے اس کے معنی لکھے ہیں:

To fear; to revere; frighten; be afraid; terrible.[17]

ڈرنا، احترام کرنا، ڈرانا، خوف زدہ ہونا، خوفناک یا مہیب۔

NIV نے اس کا قریباً یہی ترجمہ کیا ہے: 'Let your right hand display awsome deeds.'
رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہمیں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ 'صحیح مسلم' میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: 'فضلت على الأنبياء بست' 'یعنی مجھے چھ باتوں میں انبیا پر فضیلت دی گئی ہے: (١) اعطيت بجوامع الكلم (٢) نصرت بالرعب (٣) احلت لي الغنائم (٤) جعلت لي الأرض مسجدا و طهورا (٥) ارسلت الى الخلق كافة (٦) ختم بي النبيون[18] اس حدیث میں جو 'نُصِرتُ بالرُّعب' فرمایا گیا ہے، یہ وہی بات ہے جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوپر 'مہیب کام' کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قریش اور دیگر اہلِ عرب کے مجمعوں میں ان کے خداؤں (بتوں) پر بے دریغ تنقید کرتے تھے، لیکن کبھی کوئی آپؐ کا بال بھی بیکا نہ کر سکا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں پر آپؐ کی ہیبت طاری کر دی تھی۔ بطورِ نمونہ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

جب مسلمانوں کی اکثریت مکے سے مدینہ ہجرت کر گئی اور صرف دو چار مسلمان مکے میں باقی رہ گئے تو کفارِ قریش نے موقع غنیمت جانا کہ اب محمد [رسول اللہ ﷺ] کو ختم کرنے کا نادر موقع ہے۔ دارالندوہ [پارلیمنٹ ہاؤس] میں مجلسِ مشاورت ہوئی اور طے پایا کہ ہر قبیلے سے ایک مضبوط اور تیز دست جوان منتخب کیا جائے، جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہو۔ سب مل کر ایک ساتھ حملہ کریں اور محمد [ﷺ] کا کام تمام کر دیں۔ اس طرح آپؐ کا خون تمام قبیلوں پر تقسیم ہو جائے گا اور بنو عبد مناف کے لیے ناممکن ہو جائے گا کہ کسی کے خلاف کارروائی کر سکیں۔ جب حالات اس نہج تک آ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور [ﷺ] کو مدینے کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ یہ اجازت اس دن ملی جس کے بعد آنے والی رات قریش نے آپؐ کے قتل کے لیے مقرر کی تھی۔ رات کی تاریکی نے جب قدم جما لیے تو وہ لوگ بھی آ پہنچے جو آپؐ کے قتل کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ یہ تعداد میں بارہ تھے۔ ان لوگوں میں ابوجہل، حکم بن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن الحارث، امیہ بن خلف، حارث بن قیس، زمعہ بن الاسود، طعیم بن عدی، ابولہب، اُبی بن خلف، نُبیہ بن حجاج اور مُنَبِّہ بن حجاج شامل تھے۔ یہ لوگ باہر بیٹھے رہے اور اس انتظار میں رہے کہ صبح سویرے جب آنحضورؐ نماز کے لیے اٹھیں گے، تو وہ آپؐ پر یک بارگی ٹوٹ پڑیں گے۔ قدرت اُن کی اِن تدابیر پر مسکرا رہی تھی۔ نبی اکرم ﷺ رات کے کسی حصے میں اطمینان سے باہر تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل گئے۔ سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات مبارکہ 'فاغشینا ھم فھم لا یبصرون' تک آپ کی زبان پر جاری تھیں۔[19]

غزوۂ بدر کے سلسلے میں بیضاوی لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جبریل حاضر خدمت ہوئے اور حضورؐ سے کہا کہ آپ ایک مٹھی خاک کی لے کر ان کافروں کے مار دیجیے، پھر جب دونوں گروہ ایک دوسرے کے مقابل ہوئے، تو حضورؐ نے باریک کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر ان کے چہروں پر دے ماری، اور فرمایا 'شاھت الوجوہ' اس کے بعد کوئی کافر ایسا نہ تھا جو اس وقت آنکھوں سے معذور نہ ہو گیا ہو اور نتیجتاً کفار کو شکست فاش ہوئی اور مسلمانوں نے ان کو قید اور قتل کرنا شروع کر دیا۔[۲۰]

قرآن کریم میں اس کے متعلق ارشاد ہے: 'وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی' یعنی 'اور اے نبیؐ، تو نے نہیں پھینکا، بلکہ اللہ نے پھینکا' (الانفال ۸: ۱۷)۔ غزوۂ حنین کے بارے میں بھی روایت ہے کہ آپؐ نے اسی طرح کنکریاں پھینکی تھیں۔[۲۱]

بدر ثانی میں کفار قریش کا لشکر آپؐ کے رُعب سے اس طرح ہیبت زدہ ہوا کہ راستے ہی سے واپس لوٹ گیا۔ غزوۂ اُحد میں کفارِ قریش فتح مکمل کیے بغیر ہی دُم دبا کر بھاگ گئے اور جب مسلمان تعاقب میں آئے تو ان کا سامنا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ثقیف و ہوازن میں آپؐ کی جرأت و بہادری کی مثال دنیا کی حربی تاریخ میں کہیں موجود نہیں۔ بالآخر مخالفین کو عبرت ناک شکست اٹھانا پڑی۔ بیعتِ رضوان سے کفارِ مکہ اتنے مرعوب ہوئے کہ بالآخر صلح قبول کرنا پڑی اور مسلمانوں کو اپنا برابر کا حریف تسلیم کر لیا۔ غزوۂ احزاب میں عرب کے تقریباً تمام بڑے قبائل مدینے کی بستی پر ٹوٹ پڑے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی نصرت میں ایسا مہیب کام کیا کہ رات کی تاریکی ہی میں سارے دشمن تتر بتر ہو گئے اور صبح ہوتے ہوتے میدان بالکل خالی پڑا تھا۔ فتح مکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کفارِ مکہ پر ایسا رعب چھایا کہ کسی کو مقابلے کی جرأت نہ ہوئی اور شہر بغیر کسی جنگ اور خون ریزی ہی کے فتح ہو گیا۔ حضرت علیؓ کا قول 'من راٰہ بداھۃ ھابہ'[۲۲] (جو کوئی آپؐ کو یکا یک دیکھتا، وہ دہشت زدہ ہو جاتا) بھی اس بات کی غمازی کرتا ہے۔ مضمون کی گنجایش کے مطابق تفصیل ممکن نہیں، تاہم 'تیرا داہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا' کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کر دی گئی ہے۔

پانچویں آیت کا پہلا جملہ ہے: 'تیرے تیر تیز ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں۔'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی نسل تیر اندازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی (پیدائش ۲۱:۲۰)۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا: 'اے بنی اسمٰعیل! تیر اندازی کیا کرو کیونکہ تمھارے باپ بھی تیر انداز تھے (البخاری عن سلمہ بن اکوع بحوالہ 'بائبل سے قرآن تک' ۳:۱۴۲۴)۔ اس سلسلے میں مزید قابل غور بات یہ ہے کہ تیر تیز ہونے سے حربی قوت اور فتوحات بھی مراد ہیں۔ چنانچہ وقت کی دو سُپر پاورز آپ کے مقابلے میں بری طرح ناکام ہوئیں۔ شہنشاہِ ایران نے اپنی ایک باج گزار ریاست، یعنی یمن کو حکم دیا کہ آنحضرت ﷺ کو پابہ زنجیر گرفتار کر کے پیش کیا جائے، لیکن اس کا یہ حکم حسرت ہی بن کر رہ گیا اور اس کی فوری موت، اس کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور بالآخر سلطنتِ ایران کے خاتمے پر منتج ہوا۔ قیصر روم کے دل میں آپؐ کے مکتوب گرامی کا تیر ایسا پیوست ہوا کہ وہ نقدِ دل اسی وقت ہار بیٹھا، مگر مصلحتاً ایمان سے محروم رہا اور اس کے بعد تبوک میں مقابلے کے لیے نکلنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اسی طرح دیگر امراء و سلاطین کے نام آپؐ کے مکاتیبِ گرامی کا نشانہ خطا نہ گیا۔ بدر، اُحد، خندق، فتحِ مکہ، غزوۂ ہوازن، غزوۂ خیبر وغیرہ میں بھی آپؐ کے دشمنوں نے ایسی منہ کی کھائی کہ اپنے زخم چاٹتے ہی رہ گئے۔ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی طرح اس کے مصداق نہیں بن سکتے۔

اسی آیت ۵ کا دوسرا جملہ ہے: 'امتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں'۔ اس کی وضاحت کی یہاں نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ تاریخ کا ہر منصف مزاج طالب علم اس کی گواہی دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فتح مکہ کے بعد جس طرح جوق در جوق قبائل عرب نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کی، وہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے اور پھر اس کے بعد یہ دائرہ پھیلتا ہی گیا اور آج تک مسلسل پھیلتا جا رہا ہے۔

چھٹی آیت کا پہلا حصہ ہے: 'اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے'۔

(Thy throne, O God, is for ever and ever: The sceptre of thy kingdom is a right sceptre. 7. Thou lovest righteousness, and hatest wickedness, therefore God thy God, hath anointed thee with the oil of gladness

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

above thy fellows: KJV)

یہاں لفظ 'خدا' سے اللہ تعالیٰ ہرگز مراد نہیں ہو سکتا، جیسا کہ اگلی آیت (۷) کے دوسرے جملے کی ابتدا ہی سے ظاہر ہے: 'اسی لیے خدا تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہم سروں سے زیادہ مسح کیا ہے۔' میں خود خدا کا خدا تو کوئی نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے اس جملے میں 'تیرے' اور 'تجھ کو' کی مخاطب کی ضمیریں آیت ۶ کے لفظ 'اے خدا' سے متعلق ہیں۔ اس طرح اضافی باتیں حذف کر کے اصل جملہ یہ بنتا ہے: 'اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے: اسی لیے خدا تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہم سروں سے زیادہ مسح کیا ہے۔' یعنی خدا نے خدا کو مسح کیا ہے۔ ظاہر ہے یہ ایک لایعنی بات ہے۔ لہٰذا پہلے 'خدا' سے مراد لازماً کوئی انسان یا بادشاہ یا پیغمبر ہی ہو سکتا ہے۔ اس طرح ان دونوں آیات کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام جس بادشاہ کے حق میں یہ مضمون لکھ رہے ہیں، اس کا تخت ابدالآباد ہے، اس کا عصائے سلطنت، یعنی شاہی اختیار واقتدار حق وصداقت پر مبنی ہے۔ وہ نیکی سے محبت اور بدی سے نفرت کرتا ہے، اس لیے خدا نے اسے اس کے ہم سروں کے مقابلے میں مسرت کے تیل کے ساتھ زیادہ مسح کیا ہے۔

یہ آیات ایک ایسے رسول سے متعلق ہیں جو عصائے سلطنت اور اختیار واقتدار کا مالک ہے۔ اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کا اطلاق ہرگز ممکن نہیں۔ چنانچہ ان کا مصداق محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔ اس جملے کے بارے میں بائبل کے مفسرین کی حیرانی و پریشانی قابلِ ملاحظہ ہے۔[۲۳]

آیت کا دوسرا حصہ، یعنی 'تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے' بھی کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت وسوانح کا ہر طالب علم اس کا شاہد ہے۔ آیت ۷ کا بھی یہی حال ہے۔ اس کے الفاظ بھی آنحضرت ﷺ کی حیات اور اس کے واقعات کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ آیت ۸ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے متعلق جو بات بیان کی گئی ہے، اس کی تفصیل قارئین ہماری کتاب '*Muhammad Foretold in the Bible by Name*' کے باب ہشتم میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت ۹ میں ارشاد ہے: 'تیری معزز خواتین میں شاہ زادیاں ہیں۔' حضرت عیسیٰ ؑ پر تو اس کے اطلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آپ کی عورتیں تو سرے سے موجود ہی نہیں تھیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ پر اس کا پوری طرح اطلاق ہوتا ہے۔ آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہؓ عرب کے نہایت معزز قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں اور عرب کی مال دار ترین خاتون تھیں۔ حضرت عائشہؓ عرب کے حکمران، خلیفۃ الرسول، امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی تھیں۔ اس طرح ان کے شاہ زادی ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ حضرت حفصہؓ دوسرے خلیفہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ اس طرح وہ بھی یقیناً شاہ زادی تھیں۔ حضرت جویریہؓ رئیسِ بنی مصطلق حارث بن ضرار کی صاحبزادی، یعنی بنو مصطلق کی شاہ زادی تھیں۔ ان کے آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آنے کی برکت سے ان کے خاندان کے سات سو افراد کو غلامی سے نجات نصیب ہوئی تھی۔ حضرت ام حبیبہؓ قریش کے رئیس ابوسفیانؓ کی بیٹی تھیں۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ان کا نکاح پڑھایا اور انھیں شاہ زادیوں ہی کی طرح رخصت کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھجوایا۔ ام حبیبہؓ نے پیغامِ نکاح لانے والی ابرہہ نامی شاہی کنیز کو دو کنگن اور انگوٹھیاں انعام میں دیں، اس کے علاوہ پچاس دینار بھی دیے۔ حضرت صفیہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے شاہ زادی تھیں۔ ان کے والد حُیَی بن اَخطب بنو نضیر کی یہودی ریاست کے سربراہ اور ان کی والدہ یہود بنو قریظہ کے ایک سردار کی بیٹی تھیں۔ آپؐ کے نواسے حضرت حسینؓ کی زوجہ شہر بانو یزدگرد شہنشاہ ایران کی بیٹی تھیں۔ اس طرح اس بات کا 'کہ تیری معزز خواتین میں شاہ زادیاں ہیں' محمد رسول اللہ ﷺ پر حرف بہ حرف اطلاق ہوتا ہے۔

دسویں اور گیارھویں آیات 'اے بیٹی سن، غور کر اور کان لگا۔ اپنی قوم اور اپنے باپ کو بھول جا۔ اور بادشاہ تیرے حسن کا مشتاق ہوگا کیونکہ وہ تیرا خداوند ہے۔ تو اسے سجدہ کر۔' کا اطلاق بھی محمد رسول اللہ ﷺ پر حرف بہ حرف ہوتا ہے۔ سیدہ صفیہؓ کا تعلق حضرت داؤد ؑ کی قوم بنی اسرائیل ہی سے تھا، اس لیے وہ انھیں 'اے بیٹی' کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں۔ اور ان کا یہ ارشاد گرامی کہ 'بادشاہ تیرے حسن کا مشتاق ہوگا' بھی حقیقت کی عکاسی ہے۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں: 'حضرت صفیہؓ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو نہایت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبت تھی اور ہر موقع پر ان کی دل جوئی فرماتے تھے۔[44] ان کا والد حُیی بن اخطب، رئیسِ بنی نضیر، غزوۂ خیبر میں قتل ہوا تھا، اور یہ اپنی قوم یعنی یہود کو چھوڑ کر محمد رسول اللہ ﷺ کی زوجیت اور رفاقت میں آ گئی تھیں۔ یہی حال حضرت ماریہؓ قبطیہ کا بھی تھا۔ ان آیات کے حضرت عیسیٰ ؑ پر اطلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بارھویں آیت میں ہے: "قوم کے دولت مند تیری رضا جوئی کریں گے۔" حبشہ کے بادشاہ نجاشی، بحرین کے حکمران منذر، سلطان عمان مطیع ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔ قیصر روم ہرقل نے آپؐ کی خدمت میں ہدیے ارسال کیے۔ قبطیوں کے بادشاہ مقوقس نے آپؐ کی خدمت میں تین باندیاں، تین حبشی غلام، ایک خوبصورت خچر، ایک دراز گوش گھوڑا اور بیش قیمت کپڑے بطور ہدیہ ارسال کیے۔ اس کے علاوہ بکثرت اہل ثروت لگا تار آپؐ کی خدمت میں تحفے اور ہدیے بھجواتے رہتے تھے۔

آیت ۱۶ "تیرے بیٹے تیرے باپ دادا کے جانشین ہوں گے۔ جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار مقرر کرے گا۔" کا تعلق بھی محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ فرزندانِ اسلام لگا تار مختلف ممالک و امصار میں اقتدار و حکمرانی کے وارث بنتے چلے آئے ہیں۔

آیت ۱۷ کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ پچھلے قریباً ڈیڑھ ہزار سال سے دنیا بھر کی مساجد میں روزانہ پانچ مرتبہ محمد رسول اللہ ﷺ کا نام بآواز بلند گونجتا ہے۔ کروڑوں لوگ روزانہ آپ پر اربوں کھربوں درود و سلام بھیجتے ہیں۔ روضۂ رسول پر جہاں دنیا بھر کی مختلف قوموں کے لاکھوں لوگ روزانہ حاضری دیتے ہیں، یہ منظر دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک روح پرور اور ایمان افروز نظارہ پیش کرتا ہے۔ دنیا میں کسی اور ذات کے سلسلے میں یہ بات صادق نہیں آتی۔

اس طرح اگر تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے تو حضرت داؤد ؑ کی یہ پیشین گوئی محمد رسول اللہ ﷺ پر پوری طرح صادق آتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی باب ششم

زبورِ حضرت داؤد علیہ السلام باب ۴۵: 'ابدی ممدوح الأمم'

۱۔ 'کتاب مقدس'، زبور داؤد علیہ السلام ۴۵: ۱-۱۷۔

2. The Bilble, Ps. 45: 1 KJV.

3. *Collins Gem Dic. of the Bible*, Revd. James L. Dow (Collins, London & Glasgow, 1974), s.v. 'indite', p. 245.

4. *Dic. of the Bible*, ed. James Hastings, revd. Frederick C. Grant, H. H. Rowley (NY: Charles Scribner's Sons, 1963), p. 417.

5. The Bilble, Ps. 45: 1 NEB, p. 422.

6. *A New Trans. of the Bilble*, tr. James Moffatt, Ps. 45: 1(London: Hodder & Stoughton, 1941), p. 633.

7. *NIV Study Bible* (London: Hodder and Stoughton, 1993), p. 813.

8. *A New Com. on Holy Scripture*, ed., Charles Gore, et al (London: S.P.C.K., 1951), p. 357.

9. *The Oxf. Bible Com.*, ed. John Barton, John Muddiman (NY: Oxf. Univ. Press. Inc., 2007), p. 380.

10. *A New Com. on Holy Scripture*, 1951, p. 357.

11. Matthew Henry, *An Exposition of O & NT*, 4:851.

۱۲۔ البخاری، 'الجامع الصحیح'، بروایت حضرت براءؓ بن عازب۔

۱۳۔ 'السنن الترمذی' بروایت ابو ہریرہؓ۔

۱۴۔ الحاکم، 'المستدرك علی الصحیحین' (الموسوعه الذهبیه، المرحلة الاولیٰ، الاصدار الثانی، ۲۰۰۱ء) حدیث ۴۲۷۴۔

15. James *Strong's Dic.* of the Heb. Bible (NY: The Methodist Book Concern, 1984), entry, 6743,44, p. 99.

۱۶۔ قاضی سلیمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں:

۶ ھ میں جو معاہدہ قریش نے نبی اکرم ﷺ سے بمقام حدیبیہ کیا تھا اس کی ایک دفعہ میں یہ لکھا تھا: 'دس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال تک جنگ نہ ہوگی۔ اس شرط میں جو قومیں نبی (اکرم) کی جانب ملنا چاہیں، وہ ادھر مل جائیں، اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں۔' اس کے موافق بنوخزاعہ نبی (اکرم ﷺ) کی طرف اور بنوبکر قریش کی طرف مل گئے تھے۔ معاہدے کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کیا۔ قریش نے بھی بنوبکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابوجہل، سہیل بن عمرو (معاہدے پر اسی نے دستخط کیے تھے)، صفوان بن امیہ (مشہور سردارانِ قریش) خود بھی نقاب پوش ہو کر معہ اپنے حوالی وموالی کے بنوخزاعہ پر حملہ آور ہوئے (تاریخ طبری)۔ ان بیچاروں نے امان بھی مانگی۔ بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی۔ مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ تہِ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب الٰهك الٰهك (اپنے خدا کے واسطے، اپنے خدا کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے تو یہ ظالم ان کے جواب میں کہتے تھے 'لا الٰــه اليوم' (آج خدا کوئی چیز نہیں) (سیرۃ ابن ہشام ۲: ۲۰۹)۔ مظلوموں کے بچے کھچے چالیس آدمی، جنھوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی، نبی (اکرم ﷺ) کی خدمت میں پہنچے اور اپنی مظلومی اور بربادی کی داستان سنائی۔ ('رحمت للعالمین'، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، کشمیری بازار ۱۹۵۳ء، ۱: ۱۴۸، ۱۴۹)

اس طرح قریش نے ایک تو معاہدے کی خلاف ورزی کی، دوسرے فریب کاری سے خفیہ طور پر قاتلوں کی عملی مدد کی اور قتل وغارت گری میں ان کے ساتھ حصہ لیا، تیسرے خانہ کعبہ کی حرمت کو پامال کیا اور چوتھی بات یہ کہ بے گناہ انسانوں کو ناحق قتل کیا۔

بنوخزاعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فریاد لے کر آئے کہ معاہدے کے تحت ان کی مدد کی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ ان تین باتوں میں سے کوئی ایک قبول کر لیں: پہلی یہ کہ مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے، دوسری یہ کہ یا پھر قریش بنوبکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں، وگرنہ تیسری یہ کہ حدیبیہ کا معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیں۔ قریش کی نمائندگی کرتے ہوئے قرطہ بن عمر نے کہا کہ صرف تیسری شرط منظور ہے۔ اس طرح قریش نے صلح نامہ حدیبیہ کو کالعدم کر دیا۔

17. *Strong's Dic.*, 3372, p.52

۱۸۔ 'صحیح مسلم' بحوالہ 'رحمت للعالمین' ۳: ۱۳۶۔

۱۹۔ ملاحظہ کیجیے: محمد احسان الحق سلیمانی، 'رسول مبین' (لاہور: مقبول اکیڈمی، چوک انارکلی، ۱۹۹۳ء) ۴۸۴ تا ۴۸۶۔

۲۰۔ 'تفسیر بیضاوی' ۳: ۲۲، المطبعة العامرہ، استنبول، ۱۳۱۷ھ بحوالہ رحمت اللہ کیرانوی، 'بائبل سے قرآن تک'، مکتبہ دارالعلوم، کراچی ۱۴، ۱۹۸۶ء، ۳: ۱۲۹۷۔

۲۱۔ 'بائبل سے قرآن تک' ۳: ۱۲۹۸، حاشیہ ۱

۲۲۔ قاضی سلیمان منصور پوریؒ، 'رحمت للعالمین'، ۳: ۱۳۸۔

۲۳۔ 'نیو اوکسفرڈ اینوٹیٹڈ بائبل' صفحہ ۸۱۴ پر اس آیت سے متعلق حاشیے میں لکھا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

The most debated verse in the Psalms, often amended, which seems to attribute divinity to the king.

یہ زبور کی سب زیادہ متنازعہ آیت ہے، جو بادشاہ کے ساتھ خدائی صفات منسوب کر رہی ہے۔ [اسی لیے] اکثر [اسے تبدیل کر کے] اس میں اصلاح کر دی جاتی ہے۔

'اے نیو کمنٹری آن ہولی سکرپچر'، ۱۹۵۱ء صفحہ ۳۵۷ پر رقم طراز ہے:

As addressed to an earthly king the words of the first clause, both translation and text, have been much disputed. The Psalmist cannot have addressed it to God Himself, since he speaks of God, thy God, directly afterwards. It must be studied in commentaries. But as applied to Christ it causes no difficulty.

پہلے جملے کے الفاظ، ترجمہ اور متن دونوں، اس حیثیت سے کہ وہ ایک دنیاوی بادشاہ کو مخاطب کر کے کہے گئے ہیں، بہت متنازعہ ہے۔ یہ مزمور لکھنے والے [حضرت داؤد علیہ السلام] یہ الفاظ بذاتِ خود خدا کو مخاطب کر کے نہیں کہہ سکتے تھے، کیونکہ وہ اس کے براہِ راست بعد 'خدا، تیرا خدا' کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔ [اس پر تفصیلی بحث دیکھنے کے لیے] اس کا تفاسیر میں مطالعہ کرنا چاہیے۔ لیکن اگر اس کا اطلاق مسیح پر کیا جائے تو یہ کسی مشکل کا باعث نہیں بنتا۔

۲۴۔ شبلی نعمانی، 'سیرت النبی' (نیشنل بک فاؤنڈیشن پاکستان، ۱۹۸۵ء)، ۲: ۴۳۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی مصنف کی چند دیگر تصانیف

☆The Only Son Offered for Sacrifice: Isaac or Ishmael?

☆Muhammad Foretold in the Bible by Name

☆ اکلوتا فرزند ذبیح: اسحاقؑ یا اسماعیلؑ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآن کریم میں متعدد مواقع پر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بائبل کی کتابوں میں پیشین گوئیاں موجود ہیں، جن کی روشنی میں اہل کتاب آپؐ کو اس طرح پہچان سکتے ہیں، جس طرح وہ اپنے بیٹے بیٹیوں کو پہچان لیتے ہیں۔ اس کتاب میں ایسی صرف چھ پیشین گوئیوں پر اختصار سے گفتگو کی گئی ہے۔

کتاب کا مقصد ایک تو یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر شعوری ایمان مضبوط ہو اور آپؐ کی نبوت کی ایک محکم دلیل سے آشنائی ہو۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ تحقیق کے طلبہ میں بائبل پر تحقیق و مطالعہ کا ذوق پروان چڑھے۔ اب تک ہمارے علما نے اس کی طرف بہت کم اعتنا فرمایا ہے، حالانکہ یہ ہر دور کے مسلمانوں کی ایک اہم ضرورت رہی ہے۔ ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبہ میں اسے اپنا موضوع تحقیق بنانے اور اس پر دل جمعی سے کام کرنے کا میلان فروغ پائے۔ اس کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ ارباب علم و تحقیق کو ایسے موضوعات پر کام کرنے کے لیے ایک نمونہ اور اسلوب مہیا کر دیا جائے۔ یقین ہے کہ اس کے مطالعے سے طلبہ کے لیے علم و تحقیق کا اب تک فراموش کردہ لیکن نہایت اہم میدان کھلے گا اور اس میدان میں کام کرنے کا جذبہ بیدار ہوگا، ان شاء اللہ۔

اس کتاب کے باب دوم اور چہارم میری انگریزی کتاب 'Muhammad Foretold in the Bible by Name' سے لے کر ترجمہ کیے گئے ہیں۔ تحقیق کے طلبہ ان کا تقابلی مطالعہ کر کے معیاری ترجمے کے اوصاف سے بھی کسی قدر آگاہی حاصل کر سکیں گے۔ ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا مطالعہ اردو زبان کے املا و انشا اور قواعد اور درست، مدلل، حسین اور پرتاثیر تالیف کے سلسلے میں ان شاء اللہ معاون ثابت ہوگا۔